ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دین
دل سے ہیں خدام ختم المرسلین
(مسیح موعود)

عقائد جماعت احمدیہ پر

نکتہ چینیوں کا جواب

از

مولٰنا جلال الدین صاحب شمس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　　　　نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

علمائے دیوبند کے مزوّرانہ بیانات کی تردید میں
مولانا جلال الدین صاحب شمس احمدی
گواہ مدعا علیہ کا باطل شکن بیان
جو
باانصاف حکام اور خدا ترس اہالیان ریاست بہاولپور کے غور وفکر کیلئے شائع کیا گیا۔
موسوم بہ

مقدمہ بہاولپور

جس سے ظاہر ہوگا کہ صاحب ڈسٹرکٹ جج بہادر ریاست کی عدالت میں مقدمہ تنسیخ نکاح مدعیہ کے مکفرین گواہان مولوی محمد شفیع مفتی دیوبند۔ مولوی مرتضیٰ حسن دربھنگی۔ مولوی انور شاہ اور مولوی نجم الدین صاحبان نے جو وجوہاتِ تکفیر جماعت احمدیہ کے خلاف بیان کئے اور اپنے ترکشِ استدلال سے جسقدر تیر نکالے اُن کے نوکِ پیکان میں ہرگز یہ قوت نہ تھی کہ حقائق کا جگر چھید سکیں۔ جسے

بک ڈپو تالیف و اشاعت قادیان نے نومبر ۱۹۳۲ء کو شائع کیا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم ☆ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡم

پیش لفظ

حال میں بعض اخبارات نے جماعت احمدیہ کے کفر وارتداد کی اُن وجوہات کا ذکر کیا ہے جو سید انور شاہ صاحب دیو بندی اور دیگر گواہان نے پیش کی تھیں جو مدعیہ کے والد کی طرف سے مقدمہ تنسیخ نکاح بہاول پور میں بطور گواہ پیش ہوئے تھے۔ اس مناسبت سے یہ بیان دوبارہ شائع کیا جاتا ہے جو مدعا علیہ کی طرف سے میں نے بطور گواہ عدالت میں دیا تھا اور اسی وقت طبع کر کے شائع کر دیا گیا تھا[1]۔ اس بیان میں اُن تمام وجوہات کی معقولی اور منقولی رنگ میں تردید کی گئی ہے جو گواہانِ مدعیہ نے احمدیوں کے کفر وارتداد کے ثبوت کے لئے پیش کی تھیں۔

اس کے بعد تحقیقاتی عدالت برائے فسادات پنجاب ۱۹۵۳ء نے جو مسٹر محمد منیر سابق وزیر قانون اور سابق چیف جج سپریم کورٹ پاکستان اور مسٹر کیانی مرحوم سابق چیف جسٹس ہائیکورٹ مغربی پاکستان پر مشتمل تھی علماء کے فتاویٰ تکفیر کو زیر بحث لا کر نہایت تحقیق و تمحیص کے بعد اپنی یہ رائے لکھی:

> ''شیعوں کے نزدیک تمام سنی کافر ہیں اور اہل قرآن یعنی وہ لوگ جو حدیث کو غیر معتبر سمجھتے ہیں اور واجب التعمیل نہیں مانتے متفقہ طور پر کافر ہیں اور یہی حال آزاد منکرین کا ہے۔ اس تمام بحث کا آخری نتیجہ یہ ہے کہ شیعہ، سنی دیو بندی، اہلحدیث اور بریلوی لوگوں میں سے کوئی بھی مسلم نہیں۔'' (رپورٹ (اردو ترجمہ) صفحہ ۲۳۶)

اِسی طرح ''چٹان'' ۷ جنوری ۱۹۶۳ء میں ایک مضمون زیر عنوان ''علمائے بدعت اور مسلمانوں کی تکفیر'' مولانا عبدالمجید سالک مرحوم کا شائع ہوا ہے۔ جس کا ایک حصّہ یہاں

---

[1] نوٹ: یہ بیان عدالت میں دینے کے لئے تیار کیا گیا۔ اور سوائے ایک دو جگہ کے تمام بیان جج صاحب بہادر نے لکھا اور بعض جگہ عبارات میں اختصار کرنے کی وجہ سے الفاظ میں تبدیلی آئی ورنہ یہی بیان ہے جو من وعن دیا گیا۔ (شمس)

نقل کیا جاتا ہے:-

''جب مسلمان ذاتی اغراض کی لعنت میں گرفتار ہو گئے اور اسلام جیسے سادہ اور آسان دین میں مُوشگافیاں ہونے لگیں جن کا مقصود ہمیشہ اپنے مدّ مقابل کو نیچا دکھانا ہی ہوتا تھا تو ایسے علماء پیدا ہونے لگے جنہوں نے اخوتِ اسلامی اور اتحادِ ملّی کو بالائے طاق رکھ کر تکفیر کی تبلیغ بے پناہ بے نیام کر لی اور پھر اُن کی ضربوں سے کوئی بھی مسلمان محفوظ نہ رہا۔''

اِس کے بعد ائمئہ اربعہ اور اکابر صوفیاء و اولیاء سے متعلق علماء کے فتاویٰ تکفیر یہ کا ذکر کر کے سرسید احمد خان کے خلاف علماء کے فتووں کے ذکر کے سِلسلہ میں لکھتے ہیں:-

''ایک فتوے کے الفاظ حسب ذیل ہیں .... یہ شخص بہ سبب تکذیب آیاتِ قرآنی کے مرتد ہو کر ملعون ابدی ہوااور مرتد ہوا۔ایسا مرتد کہ بلا قبولِ اسلام اسلامی عملداری میں جزیہ دے کر بھی نہیں رہ سکتا۔مگر اہلِ کتاب اور اہلِ ہنود وغیرہ جزیہ دے کر اسلامی عملداری میں رہ سکتے ہیں۔ گویا یہ سخت کافر و مرتد ہوا۔''

(انتظام المساجد مولوی محمد لدھیانوی صفحہ ۱۳-۱۵)

''یہاں تک کہ ہندوستان کے علماء نے مکّہ معظّمہ اور مدینہ منورّہ کے علماء سے بھی سید احمد خان کے خلاف فتوے منگوائے۔ چنانچہ مکّہ معظّمہ سے چاروں مذاہب اہل سنت کے مفتیوں نے جو فتویٰ دیا اُس کا خلاصہ یہ ہے:-

''یہ شخص (سرسید) ضال و مردود ہے بلکہ ابلیس لعین کا خلیفہ ہے۔اِس کا فتنہ یہود و نصاریٰ کے فتنہ سے بڑھ کر ہے۔ خدا اِس کو سمجھے۔ضرب وحبس سے اسِ کی تادیب کرنی چاہیئے۔''

مدینہ منوّرہ کے علماء کا فتویٰ یہ ہے کہ:-

''جو کچھ درمختار اور اُس کے حواشی سے معلوم ہوتا ہے۔ اس کا ماحصل یہ ہے کہ یہ شخص یا تو ملحد ہے یا شرع سے کفر کی طرف مائل ہو گیا ہے۔اگر گرفتاری سے پہلے توبہ کرے تو قتل نہ کیا جائے ورنہ اس کا قتل واجب ہے۔''

علی گڑھ کالج کے خلاف حرمین شریفین کے مفتیوں کا فتویٰ یہ ہے:-

''یہ مدرسہ جس کو خدا برباد کرے اور اس کے بانی کو خدا ہلاک کرے۔ اس کی اعانت جائز نہیں اگر یہ مدرسہ بن کر تیار ہو جائے تو اس کو منہدم کرنا اور اس کے مددگاروں سے سخت انتقام لینا واجب ہے۔''

(اقتباسات از حیات جاوید' حالؔی)

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند۔ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا محمود الحسن شیخ الہند اور مولانا اشرف علی تھانوی سے متعلق علمائے بریلی کے سردار مولانا احمد رضا خان بریلوی نے ایک فتویٰ مرتب کیا جس پر تین سو مفتیوں کے دستخط ثبت ہیں۔ اس فتوے میں درج ہے کہ یہ تمام لوگ (بزرگانِ دیوبند اور ان کے متبع بہ اجماع اہلِ اسلام مرتد اور خارج از اسلام ہیں۔ حسام الحرصفحہ ۱۰۰) علماء بریلی نے تمام علمائے دیوبند کے متعلق نام بنام یہ فتویٰ دیا ہے:-

''یہ قطعاً مرتد اور کافر ہیں۔ اور ان کا ارتداد وکفر سخت اشد درجہ تک پہنچ چکا ہے۔ ایسا کہ جو اِن مرتدوں اور کافروں کے ارتداد اور کفر میں ذرا بھی شک کرے وہ بھی انہی جیسا مرتد و کافر ہے مسلمانوں کو چاہیئے کہ اِن سے بالکل مجتنب ومحترز رہیں اِن کے پیچھے نماز پڑھنے کا ذکر ہی کیا اپنے پیچھے بھی اِن کو نماز پڑھنے نہ دیں۔ نہ اِنکا ذبیحہ کھائیں۔ نہ اِن کی شادی غمی میں شریک ہوں۔ نہ اِن کو اپنے ہاں آنے دیں۔ یہ بیمار ہوں تو عیادت کو نہ جائیں۔ مَریں تو گاڑنے توپنے میں شرکت نہ کریں۔ مسلمانوں کے قبرستان میں جگہ نہ دیں۔ غرض ان سے بالکل احتیاط واجتناب رکھیں۔ جو اِن کو کافر نہ کہے گا وہ خود کافر ہو جائے گا۔ اور اس کی عورت اُس کے عقد سے باہر ہو جائے گی۔ اور جو اولاد ہو گی حرامی ہو گی۔ ازروئے شریعت ترکہ نہ پائے گی۔'' (پوسٹر علمائے بریلی)

اِن کے علاوہ مولانا محمد علی۔ مولانا شوکت علی۔ مولانا ابوالکلام آزاد۔ مولانا عبدالماجد دریا آبادی۔ مولانا ظفر علی خان۔ علاّمہ اقبالؔ اور بے شمار دوسرے اعاظم رجال

فتویٰ تکفیر کا نشانہ بنائے گئے جن کی تفصیل کو بخوف طوالت نظر انداز کیا جاتا ہے۔
خدا کی قدرت ہے تکفیر کے مشغلے سے کسی فرقے کے علماء بھی بچ نہیں سکے۔ اور مسلمانوں کا کوئی فرقہ ایسا نہیں جس کے خلاف دوسرے فرقوں کے علماء نے کفر کا فتویٰ نہ دیا ہو۔''

پھر مضمون نگار نے مولانا احمد رضا خان بریلوی کی کتاب ''احکامِ شریعت مصطفوی'' سے چند اقتباسات لکھے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے:-

''جو شخص دیو بندیوں کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔ اور روز قیامت اُن کے ساتھ ایک ہی رسّی میں باندھا جائے گا۔ وہابی کو زکوٰۃ کا روپیہ دینا حرام ہے۔ وہابی کے پاس لڑکوں کو پڑھانا حرام۔ عورت کا ذبیحہ جائز یہودی کا ذبیحہ حلال جبکہ نام الٰہی عزّ وجلّ کا لے۔ رافضی تبرّائی۔ وہابی۔ دیو بندی۔ غیر مقلّد۔ چکڑالوی۔ نیچری۔ اِن سب کے ذبیحے محض نجس مُردار حرام قطعی ہیں اگرچہ لاکھ بار نامِ الٰہی لیں اور کیسے ہی متّقی پرہیز گار بنتے ہوں۔ وہابی کے کُتّے کا شکار بھی حرام ہے۔ اِن فرقوں کے لوگوں کے پیچھے نماز باطل محض ہے۔''

(احکامِ شریعت مصطفوی حصّہ اوّل)

اِن تمام مذکورہ بالا فتووں کی روشنی میں یہ ظاہر ہو گیا کہ عالمِ اسلام اور تاریخِ اسلام کے اکابر اور ملّت اسلامی کے تمام فرقے کسی نہ کسی گروہ علماء کے نزدیک کافر و مرتد اور خارج از اسلام ہیں۔ شریعت و طریقت کی دنیا میں ایک مسلک اور ایک خانوادہ بھی تکفیر سے محفوظ نہیں حالانکہ وہ لوگ کسی کی تکفیر کے روادار نہیں۔

چاروں اماموں کے پیرو اور چاروں طریقوں کے متّبع یعنی حنفی۔ شافعی۔ مالکی۔ حنبلی۔ چشتیہ۔ قادریہ۔ نقشبندیہ۔ مجدّدیہ۔ سہروردیہ سب لوگ کافر ہیں۔'' ملاحظہ ہو۔ جامع الشواہد صفحہ ۲''

(چٹان ۷؍جنوری ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۴-۱۵)

پس ایسے علماء کا حضرت بانیٔ جماعتِ احمدیہ کو جنہیں مسیح موعود اور مہدی موعود ہونے کا دعویٰ تھا کافر قرار دینا کوئی عجیب امر نہیں۔ کیونکہ اکابر علماء و اولیائے اُمت پہلے سے بطور پیشگوئی فرما چکے

تھے کہ جب حضرت مسیح موعود اور امام مہدی ظہور فرمائیں گے تو علمائے ظواہر اُن کے باریک اجتہادی امور کا انکار کریں گے اور کتاب وسنّت کے مخالف قرار دیں گے اور اُن پر کفر کا فتویٰ لگائیں گے۔
چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

''نزدیک است کہ علماء ظواہر مجتہدات او را علیٰ بنینا علیہ الصلوٰۃ والسلام از کمال دِقّت وغموض ماخذ انکار نمایند ومخالف کتاب وسنّت دانند۔''

(مکتوبات جلد ۲ مکتوب ۵۵ صفحہ ۱۰۷)

اور نواب صدیق حسن خان صاحب فرماتے ہیں:۔

''چوں مہدی علیہ السلام مقاتلہ بر احیاء سنّت واماتت بدعت فرمائید علماء وقت کہ خوگر تقلیدِ فقہاء واقتداءِ مشائخ وآباء خود باشند گویند ایں مرد خانہ بر انداز دین وملّت ماست وبمخالفت برخیزند وبحسب عادت خود حکم بتکفیر و تضلیل وے کنند۔''

(حجج الکرامہ صفحہ ۳۶۳)

یعنی جب مہدی علیہ السلام احیاء سنّت اور اماتت بدعت فرمائیں گے۔ تو علمائے وقت جو فقہاء کی تقلید اور اپنے آباء ومشائخ کی اقتداء کے عادی ہوں گے کہیں گے کہ یہ مرد ہمارے دین وملّت میں فساد ڈال رہا ہے۔ اور اُس کی مخالفت کے لئے اُٹھ کھڑے ہوں گے۔ اور حسب عادت اس کی تکفیر اور تضلیل کریں گے۔

اور اِسی طرح حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب فتوحاتِ مکّیہ میں امام مہدی سے متعلق فرماتے ہیں۔ مہدی ظاہر ہوں گے۔

''فلیس له عدو مبین الاّ الفقهاء خاصة.فانه لایبقیٰ لهم ریاسة ولاتمیز عن العامة''

(فتوحاتِ مکّیہ جلد ۳ صفحہ ۲۷۴)

تو اُس کے سب سے بڑے اور کھلے دشمن خاص طور پر اُس وقت کے مولوی اور فقہاء ہوں گے۔ کیونکہ وہ یہ سمجھیں گے کہ اِس پر ایمان لانے سے نہ تو عوام پر اُن کا اثر اور رسوخ قائم رہے گا اور نہ اُن کی اُن میں کوئی امتیازی حیثیت باقی رہے گی۔

پس اس زمانے کے علماء کا حسب عادت حضرت مسیح موعود ومہدیٔ معہود علیہ الصلوٰۃ

والسلام بانی جماعتِ احمدیہ اور آپ کی جماعت کو کافر قرار دینا قابلِ التفات نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت خواجہ غلام فرید صاحب پیر صاحب نواب بہاول پور نے علماء کی اس حرکت کو نہایت بُرا منایا۔ اور حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ علیہ اسلام کی اسلامی خدمات کا ذکر کر کے اِن الفاظ میں اظہارِ ناراضگی فرمایا:۔

''علماء وقت را بہ بینید کہ دیگر گروہ مذاہب باطلہ را گذاشتہ صرف در پئے ایں چنیں نیک مرد کہ از اہل سنت و جماعت است و بر صراط مستقیم است و راہِ ہدایت مے نماید افتادہ اند۔ و بروے حکم تکفیر میسازند۔''

(اشارات فریدی حصہ دوم صفحہ ۶۹-۷۰)

یعنی علمائے وقت کو دیکھو کہ تمام مذاہب باطلہ کے گروہ کو چھوڑ کر صرف اس نیک مرد کے درپئے ہو گئے ہیں جو اہل سنت والجماعت میں سے ہے اور صراط مستقیم پر قائم ہے اور راہِ ہدایت دکھاتا ہے۔ اور اُس پر کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں۔

پس میں قارئین کرام سے درخواست کروں گا کہ وہ اس بیان کو بغور پڑھیں اور ان علماء کے بیانات پر اکتفا نہ کریں جنہوں نے امت مسلمہ کو اپنے فتاویٰ تکفیر سے پارہ پارہ کر دیا اور جن کے متعلق آثار میں بطور پیشگوئی لکھا تھا کہ وہ امام مہدی اور مسیح موعود کو کافر کہیں گے اور اُس کے فیصلوں کو جو وہ بحیثیت حَکَم ہونے کے کریگا مخالف کتاب وسنت قرار دیں گے۔

اگر آپ اللہ تعالیٰ سے اس بارہ میں رہنمائی حاصل کرنا چاہیں تو بکثرت استغفار کریں اور سورہ فاتحہ کو بکثرت دعا کے طور پر نہایت سوز و گداز سے پڑھیں۔ اور اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ میں یہ مدّنظر رکھیں کہ اللہ تعالیٰ آپ پر حضرت بانی جماعت احمدیہؑ کی صداقت کا انکشاف فرمائے۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ جو شخص چالیس دن تک یہ دعا گریہ وزاری سے خدا تعالیٰ کے حضور کرے گا تو وہ رحمٰن ورحیم خدا اپنے وعدہ ادعونی استجب الکم کے مطابق ضرور ایسے عاجز بندہ پر حقیقت کا انکشاف فرما دے گا۔ اے ہمارے پیارے خدا تو ایسا ہی کر۔ آمین

خاکسار

جلال الدین شمس

۱۳فروری ۱۹۶۳ء مطابق ۱۸ / رمضان المبارک ۱۳۸۲ھ

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم
نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْم

ایمان اور اسلام کیا چیزیں ہیں؟

قرآن مجید

خدائے بزرگ و برتر اپنے پاک کلام میں ارشاد فرماتا ہے:

اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ الخ کہ مومن اور متقی وہ لوگ ہیں جو غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ اور نماز پڑھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے اُن کو دے رکھا ہے۔ اُس میں سے (راہ خدا) میں خرچ کرتے ہیں۔ اور (اے رسول) جو تجھ پر اتارا گیا اور جو تجھ سے پہلے اتارا گیا اس سب پر ایمان لاتے ہیں اور آخرت کا بھی یقین رکھتے ہیں یہی لوگ اپنے رب کے سیدھے راستہ پر ہیں۔ اور یہی کامیاب ہونے والے ہیں۔ (سورۃ البقرۃ رکوع اول)

غیب میں تمام ایمانیات کا ذکر کر دیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مقدس ذات اور اُس کی صفات عالیہ ہماری نظروں سے غائب ہیں اور ملائکہ اور رسل بھی رسالت کے لحاظ سے کہ اللہ تعالیٰ اُن سے جو کلام کرتا ہے وہ ہم سے مخفی اور پوشیدہ ہوتا ہے۔ اور کتاب اُس مخفی تعلق کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اس لئے وہ بھی ایمان بالغیب میں داخل ہے۔ اسی طرح قضاء وقدر اور امورِ آخرت اور دوزخ و جنت وغیرہ بھی اس میں داخل ہیں۔ حقوق اللہ اور عبادات میں سے اللہ تعالیٰ نے سب سے بڑی عبادت یعنی نماز کا اور حقوق العباد میں سے زکوٰۃ اور انفاق فی سبیل اللہ کا ذکر کیا ہے۔ اور پھر ارشاد فرمایا ہے کہ جو حضرت خاتم النّبیّین قائد المرسلین ﷺ کی طرف اُتارا گیا اُس پر وہ ایمان رکھتے ہیں۔

(۲) اسی طرح آنحضرت ﷺ کے دست مبارک پر جو لوگ ایمان لائے اُن

کے ایمان کی دفعات قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات میں مذکور ہیں؛

اٰمَنَ الرَّ سُوْلُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَا لْمُؤْمِنُوْنَ کُلٌّ اٰمَنَ بِا للّٰه وَ مَلٰٓئِکَتِهٖ وَ کُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ لَا نُفَفِرّ قُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ.

(سورۃ البقرۃ رکوع ۴۰)

ترجمہ؛ یہ پیغمبر جو کچھ اس پر خدا کی طرف سے اُترا اُس پر ایمان لایا اور تمام مومنین پر۔ ایک خدا پر ایمان لایا۔ اُس کے تمام فرشتوں پر۔ اس کی تمام کتابوں پر۔ اور اُس کے تمام پیغمبروں پر۔ ہم اس کے پیغمبروں میں سے کسی میں بھی تفریق نہیں کرتے۔ جب کوئی شخص قرآن شریف پر ایمان لایا تو اس کے اندر جو کچھ ہے اجمالاً یا تفصیلاً اُس سب پر ایمان لایا۔ خدا تعالیٰ کی صفات اور قیامت حشر ونشر۔ دوزخ و بہشت پر۔

حدیث

(۱) صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ سے ایمان اور اسلام کے متعلق استفسار کیا تو حضور سید المرسلینؐ نے فرمایا کہ ایمان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ پر۔ اُس کے فرشتوں پر۔ اُس کی کتابوں پر۔ اُس کے رسولوں پر۔ بعث بعدالموت پر اور تقدیر پر یقین رکھے۔ اور اسلام گواہی دینا اس بات کی کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں۔ اور محمد (ﷺ) اُس کے رسول ہیں۔ اور نماز کا ادا کرنا اور زکوۃ کا دینا اور رمضان کے روزے رکھنا اور بیت اللہ کا (بشرطِ استطاعت) حج کرنا۔ اس پر جبرئیلؑ نے آنحضرت ﷺ کی تصدیق کی۔ بعد ازاں جبرئیلؑ کے چلے جانے پر حضور رسالت مآب ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ یہ جبریلؑ تھے جو تمہیں تمہارا دین سکھلانے کے لئے آئے تھے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳)

(۲) ایک دوسری حدیث میں حضورؐ نے فرمایا۔ بُنِیَ الْاِ سْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ الخ کہ اسلام کی بناء پانچ امور پر رکھی گئی ہے یعنی کلمہ شہادت۔ نماز کا قائم کرنا۔ زکوۃ کا دینا۔ رمضان شریف کے روزے رکھنا اور طاقت ہے تو حج کرنا۔

(بخاری و مسلم) مشکوٰۃ صفحہ ۱۲

(۳) ایک تیسری حدیث میں حضورؐ نے فرمایا. اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ الخ کہ مجھے لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے یہاں تک کہ وہ گواہی دیں اس بات کی کہ خدا کے سوائے کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اور نمازوں کو قائم کریں اور زکوٰۃ دیں۔ پس جب وہ یہ کام کریں تو انہوں نے اپنے خون اور اموال محفوظ کر لئے۔ اوران کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے۔

(بحوالہ بخاری) مشکوٰۃ صفحہ ۱۲

فقہ

(۱) فقہ اکبر میں لکھا ہے کہ اصل توحید اور وہ چیز جس کے ساتھ اعتقاد صحیح ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ انسان کہے۔ میں ایمان لایا اللہ پر اور اُس کے فرشتوں پر اور کتابوں پر اور اُس کے تمام رسولوں پر اور بعث بعد الموت پر اور تقدیر اور خیر و شر کے اللہ کی طرف سے ہونے پر اور حساب اور میزان اور جنت اور نار پر کہ یہ سب باتیں سراسر حق ہیں۔

(شرح فقہ اکبر صفحہ ۳، ۴) مطبوعہ حیدر آباد۔

اور اسی شرح فقہ اکبر کے صفحہ ۳۴ پر ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ امتِ محمد صلعم سے ہو تو وہ زبان سے لاا لہ الّا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ کہے اور دل سے اس کے مطالب کی تصدیق کرے تو ایسا شخص یقینی طور پر مومن ہے اگرچہ وہ فرائض و محرمات سے بے خبر ہو۔

پھر صفحہ ۳۵ پر ہے کہ اسلام کے معنے یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو فرائض و محرمات بیان کئے ہیں کہ بعض اشیاء حلال اور بعض حرام ہیں اُن پر بلا کسی اعتراض کے اپنی رضامندی کا اظہار کرے۔

(۲) فقہ کی کتاب البحر الرائق کے صفحہ ۱۳۸ جلد ۵ میں لکھا ہے کہ طحاوی کی شرح میں ہے کہ قاضی امام ابو یوسف سے مرتد کے متعلق پوچھا گیا کہ وہ کیونکر مسلمان ہوگا تو انہوں نے کہا کہ ''وہ کلمہ شہادتین پڑھے۔ اور جو خدا کی طرف سے آیا ہے اُس کا اقرار کرے۔ اور جس دین یہودیت یا عیسائیت کو اُس نے اختیار کیا تھا اُس سے اپنی بیزاری کا اظہار کرے اور

بعث اور نشور کا اقرار کرنا مستحب ہے۔''

پس قرآن مجید اور احادیث و فقہ کی ان تصریحات سے ثابت ہوا کہ مندرج بالا امور جس شخص میں پائے جائیں وہ اللہ و رسول کے نزدیک مومن اور مسلمان ہے۔

جماعت احمدیہ کے عقائد

اب میں حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کا مذہب آپ کی کتب سے بیان کرتا ہوں؛

(۱) آپ نور الحق حصہ اول صفحہ ۵ پر فرماتے ہیں؛

''ہم مسلمان ہیں۔ خدا کے وحدہٗ لاشریک ہونے پر ایمان لاتے ہیں اور کلمہ لاالٰہ الّا اللّٰہ کے قائل ہیں۔ اور خدا کی کتاب قرآن اور اُس کے رسول محمد ﷺ کو جو خاتم النبیین ہیں مانتے ہیں اور یوم البعث (قیامت) اور دوزخ اور جنت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور نماز پڑھتے ہیں اور روزہ رکھتے ہیں اور اہل قبلہ ہیں اور جو کچھ خدا اور رسول نے حرام کیا اس کو حرام سمجھتے اور جو کچھ حلال کیا اُس کو حلال قرار دیتے ہیں۔ اور ہم نہ شریعت میں کچھ بڑھاتے ہیں اور نہ کم کرتے ہیں۔ اور ذرہ کی کمی بیشی نہیں کرتے۔ اور جو کچھ رسول اللہ سے ہمیں پہنچا اس کو قبول کرتے ہیں چاہے ہم اس کو سمجھیں یا اس کے بھید کو نہ سمجھیں اور اُس کی حقیقت تک نہ پہنچ سکیں۔ اور ہم اللہ کے فضل سے مومن اور موحد ہیں۔''

(۲) حضورؑ اپنی جماعت کے متعلق فرماتے ہیں؛

''پیروی کرنے کے لئے یہ باتیں ہیں کہ وہ (احمدی) یقین کریں کہ اُن کا ایک قادر اور قیوم اور خالق الکل خدا ہے نہ وہ کسی کا بیٹا ہے، نہ اُس کا کوئی بیٹا .... اُس کی قضا و قدر پر ناراض نہ ہو۔ سوتم مصیبت کو دیکھ کر اور بھی آگے قدم رکھو کہ یہ تمہاری ترقی کا ذریعہ ہے۔ اور اُس کی توحید زمین پر پھیلانے کے لئے اپنی تمام طاقت سے کوشش کرو .... اور نوعِ

انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن ۔ اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ...... یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لئے زندہ ہے۔تم اُس وقت میری جماعت میں شمار کئے جاؤ گے جب سچ مچ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے سو اپنی پنجوقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضور (قلب) سے ادا کرو کہ گویا تم خدا کو دیکھ رہے ہو اور اپنے روزوں کو خدا کے لئے صدق کے ساتھ پورے کرو۔ ہر ایک جو زکوٰۃ دینے کے لائق ہے وہ زکوٰۃ دے اور جس پر حج فرض ہو چکا ہے اور کوئی مانع نہیں وہ حج کرے۔'' (کشتی نوح صفحہ۴)

(۳) آپ اپنے ایک اشتہار مورخہ ۲/اکتوبر ۱۸۹۱ء میں فرماتے ہیں؛

(ترجمہ از عربی عبارت)

''ایمان لاتا ہوں میں اللہ پر اور اُس کے ملائکہ پر اور کتابوں اور رسولوں پر۔ اور مرنے کے بعد قیامت کے دن جی اُٹھنے پر۔ اور ایمان لاتا ہوں میں خدا کے کتاب عظیم پر جو قرآن کریم ہے۔ اور تابعداری کرتا ہوں تمام رسولوں سے افضل اور خاتم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ اور میں مسلمانوں میں سے ہوں ۔ اور میں گواہی دیتا ہوں علیٰ وجہ البصیرۃ کہ کوئی معبود مسجود خلائق نہیں سوائے اللہ تعالیٰ واحد کے جس کا کوئی شریک نہیں ۔محمد خدا کا خاص بندہ اور اُس کا رسول ہے ۔ اے رب مجھ کو مسلمان ہی زندہ رکھ اور اسلام پر ہی وفات دے ۔ اور میرا حشر اپنے مومن بندوں کے ساتھ کر۔ اور تو جانتا ہے جو کچھ میرے دل میں ہے اور سوائے تیرے دوسرا کوئی نہیں جانتا اور تو ہی میرا سب سے بہتر گواہ ہے۔''

'' اس میری تحریر پر ہر ایک شخص گواہ رہے اور خداوند علیم وسمیع اول الشاہدین ہے کہ میں ان تمام عقائد کو مانتا ہوں جن کے ماننے کے بعد ایک کافر بھی مسلمان تسلیم کیا جاتا ہے اور جن پر ایمان لانے سے ایک غیر مذہب کا آدمی بھی مسلمان کہلانے لگتا ہے اور میں ان تمام امور پر ایمان

رکھتا ہوں جو قرآن کریم اور احادیثِ صحیحہ میں درج ہیں۔‘‘

(۴) آپ اپنی ایک تصنیف ’’التبلیغ‘‘ صفحہ ۳۸۷، ۳۸۸ پر لکھتے ہیں:

(ترجمہ از عربی عبارت)

’’ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ ہمارے رسول محمد ﷺ تمام رسولوں سے بہتر اور افضل الرسل اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اور تمام ان انسانوں سے جو گذر چکے یا آئندہ قیامت تک ہونگے افضل ہیں .... اور ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ قرآن شریف کی ہر آیت ایک بحر ذخّار ہے جو ہدایت کی تمام قسم کی باریکیوں سے مملو اور معمور ہے۔ اور ہمارا اعتقاد ہے کہ جنت اور دوزخ اور قیامت اور انبیاء علیہم السلام کے معجزات سراسر حق ہیں۔ اور ہمارا عقیدہ ہے کہ نجات صرف اسلام میں ہے جو حضرت محمد ﷺ کی فرمانبرداری سے حاصل ہوسکتی ہے اور جو امور اسلام کی تعلیم کے خلاف ہیں ہم اُن سے بالکل بیزار اور بری ہیں۔ اور ہمارے پاک رسول محمد ﷺ جو کچھ لائے ہیں اُس پر ہمارا پختہ ایمان ہے۔ اگرچہ ہم اُس کی حقیقت اور کُنہہ کو نہ جانیں۔ اور جو شخص ان مذکورہ حقائق کے خلاف ہماری طرف کوئی عقیدہ منسوب کرتا ہے تو وہ ہم پر افتراء کرتا ہے۔ پس اے لوگو! خدا سے ڈرو اور جو شخص بخیل و ذلیل سانپ کی طرح مجھے کاٹنے کو دوڑتا اور اپنی جہالت اور کج فہمی کے باعث اپنی خواہشات نفسانی کا پیرو ہو کر میری تکفیر کرتا ہے وہ صحیح راستہ پر نہیں۔ اور آگاہ رہو کہ اسلام میرا دین اور توحید پر میرا یقین ہے اور میرا دل کبھی کَجرو ہو کر گمراہی میں نہیں پڑا۔ اور جو بدقسمت قرآن مجید کو چھوڑ کر قیاسی باتوں پر چلتا ہے۔ وہ اُس شخص کی مانند ہے جو ایک پُر خطر جنگل میں جہاں ہر قسم کے درندے ہوں داخل ہو گیا اور ایک بھیڑیئے نے اُسے پھاڑ ڈالا۔ اور وہ ہلاک ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں اسلام کا فدائی اور حضرت سید امام احمد مصطفیٰ ﷺ کا جان نثار غلام ہوں۔‘‘

(۵) آپ اپنی عربی کتاب ''مواہب الرحمٰن'' کے صفحہ ۶۸ پر تحریر فرماتے ہیں؛
''اور کوئی عمل اور عبادت قبول نہ ہوگی جب تک کہ آنحضرت ﷺ کی رسالت کا اقرار سچے دل سے نہ کیا جائے اور دین اسلام پر ثبات و قیام نہ ہو۔ اور وہ شخص ہلاک ہو گیا جس نے آپ کو چھوڑ دیا۔ اور بقدر طاقت تمام امور میں آپؐ کی پیروی نہ کی۔ کوئی جدید شریعت آپؐ کے بعد نہیں اور نہ کوئی کتاب آپؐ کی شریعت کو منسوخ کر سکتی ہے۔ اور کوئی شخص آپؐ کے مبارک کلمہ کو بدل نہیں سکتا۔ اور جس نے ذرہ بھر قرآن شریف سے روگردانی کی وہ ایمان سے خارج ہو گیا۔ اور ہرگز کوئی شخص نجات نہیں پا سکتا جب تک ان تمام امور میں جو آنحضرت ﷺ سے ثابت ہو چکے ہیں آپؐ کی پیروی نہ کرے۔ اور جس نے ایک رتی بھر آپ کی وصیت اور حکم کو چھوڑا وہ گمراہ ہو گیا۔''

(۶) حضرت صاحب اپنی کتاب ''ایام الصلح'' صفحہ ۸۶، ۸۷ میں اپنے عقائد بیان فرماتے ہیں؛
''جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بنیاد رکھی گئی ہے وہ ہمارا عقیدہ ہے۔ اور جس خدا کے کلام میں قرآن مجید کو پنجہ مارنے کا حکم ہے ہم اس کو پنجہ مار رہے ہیں اور فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح ہماری زبان پر حَسْبُنَا کِتَابَ اللّٰہِ۔ اور (ام المومنین) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی طرح اختلاف اور تناقض کے وقت جب حدیث اور قرآن میں پیدا ہو قرآن کریم کو ہم ترجیح دیتے ہیں۔ بالخصوص قصوں میں بالاتفاق نسخ کے لائق بھی نہیں ہیں۔''
''اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اُس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جل شانہٗ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے اور جو کچھ ہمارے نبی ﷺ نے فرمایا ہے وہ سب بلحاظ بیان

مذکورہ بالاحق ہے۔اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جوشخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترک فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے اور ہم اپنی جماعت کونصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لاا لہ الاّ اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ اور اسی پر مریں۔ اور تمام انبیاء (علیہم السلام)اور تمام کتابوں پر جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے ایمان لاویں۔ اور صوم وصلوٰۃ وزکوٰۃ اور حج اور (اسی طرح) خدا تعالیٰ اور اُس کے رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کوفرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کوسمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں۔غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالح کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا۔اور وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں اُن سب کا ماننا فرض ہے۔ اور ہم آسمان اور زمین کواس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے اور جوشخص مخالف اس مذہب کے کوئی اور الزام ہم پر لگاتا ہے وہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افتراء کرتا ہے۔ اور قیامت میں ہمارا اُس پر یہ دعویٰ ہے کہ کب اُس نے ہمارا سینہ چاک کر کے دیکھا کہ ہم باوجود اپنے اس قول کے دل سے ان اقوال کے مخالف ہیں۔ اَلَآ اِنَّ لَعۡنَةَ اللّٰهِ عَلَى الۡكَافِرِيۡن الۡمُفۡتَرِيۡنَ.‘‘

اب میں بڑے ادب و احترام کے ساتھ عدالت سے گزارش کرتا ہوں کہ وہ مندرجہ بالاتحریروں کو مدنظر رکھ کر فیصلہ کرے کہ آیا ہمارے عقائد اسلام کے خلاف ہیں یا عین مطابق۔خدا تعالیٰ کی سب سے بزرگ اور آخری کتاب قرآن حکیم اور احادیث رسول کریم ﷺ میں جن باتوں کوایک شخص مومن اور مسلمان ہونے کے لئے ضروری قرار دیا گیا ہے اُن سب پرخلوص دل اور صمیم قلب سے ہم یقین اور اعتقاد رکھتے ہیں۔ اور جن اعمال صالحہ کے بجا لانے کا حکم دیا گیا ہے وہ ہم بفضلہٖ بجا لاتے ہیں اور بقول حضرت مسیح موعود علیہ السلام اعلانیہ کہتے ہیں۔ ؎

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفیٰ مارا امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم
ہم بریں از وار دنیا بگذریم

(سراج منیر)

علماء اور فتاویٰ تکفیر

جیسا کہ میں ابھی بیان کر چکا ہوں کہ ہم خدا تعالیٰ کے فضل سے پکے مسلمان ہیں اور ہمارا وہی دین ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی طرف سے لائے۔ اور ہم ایمان رکھتے ہیں کہ دین اسلام کے سوا اگر کوئی اور دین اختیار کرے تو وہ عند اللہ ہرگز مقبول نہیں۔ لیکن باوجود ان شواہد قاہرہ اور نصوصِ باہرہ کے گواہوں نے ہمیں کافر و مرتد۔ ضال و مضل اور خارج از اسلام قرار دیا ہے۔ اور ضروریات دین کا منکر ٹھہرایا ہے۔ لیکن میں بتانا چاہتا ہوں کہ ان مکفرین گواہوں نے ان امور کا جن کی بنا پر ہمیں کافر و مرتد کہا گیا ہے ضروریات دین سے ہونا قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے ثابت نہیں کیا۔ بلکہ انہوں نے اپنے فتویٰ تکفیر کی بنیاد بعض علماء کے اقوال پر رکھی ہے۔ اس لئے قبل اس کے کہ میں اُن وجوہِ تکفیر کی تردید کروں مناسب سمجھتا ہوں کہ جن معدودے چند علماء کے اقوال کی سند پر فریق مدعی کے گواہوں نے ہمیں کافر قرار دیا ہے اُن کے طرزِ افتاء کے متعلق کچھ بیان کروں۔ سو واضح رہے کہ گواہان مدعیہ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ کفر کا فتویٰ کسی مسلمان پر اُسی وقت لگایا جا سکتا ہے جب وہ ضروریات دین کا انکار کرے۔

اس لئے اب میں ذیل میں چندان امور کا ذکر کرتا ہوں جن کی بنا پر علماء نے لوگوں کو کافر و مرتد ٹھہرایا ہے۔ اور انہوں نے ان امور کو ضروریاتِ دین میں سے سمجھا ہے اور ان

کے منکر کو کافر و مرتد لکھا ہے؛

۱۔اگر کوئی کہے میں نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا تو وہ کافر ہے

۲۔اگر کہے کہ معدوم شئے اللہ کو معلوم نہیں تو کافر۔

۳۔اگر کہے کہ میں جنوں سے معلوم کر کے خبر دیتا ہوں تو کافر۔

۴۔اگر کہے کہ مجھے معلوم نہیں کہ آدم علیہ السلام نبی تھے یا نہیں تو کافر۔

۵۔اگر کہے کہ انبیاء نے نبوت کی حالت میں اور اس سے قبل عصیان نہیں کیا تو کافر۔

۶۔اگر کہے کہ فلاں نبی ہو تو میں اس پر ایمان نہیں لاؤں گا تو کافر ہوگا۔

۷۔اگر کوئی رسالت کا جھوٹا دعویٰ کرے تو اس سے معجزہ طلب کرنے والا کافر ہوگا۔

۸۔اگر کسی کو کہا جائے کہ نبی ﷺ کدو کو پسند کرتے تھے اور وہ کہے کہ میں اسے پسند نہیں کرتا تو کافر۔

۹۔اگر حضرت ابو بکر صدیق کی امامت کا انکار کرے تو کافر۔

۱۰۔اگر حضرت عمر کی خلافت کا انکار کرے تو کافر۔

۱۱۔یہ کہنے سے کہ اگر اللہ مجھے جنت دے تو مجھے اس کی خواہش نہیں تُو لے لے تو کافر۔

۱۲۔یا کہے کہ فلاں کے ساتھ داخل نہیں ہوں گا تو کافر۔

۱۳۔اگر کہے ایمان بڑھتا اور گھٹتا ہے تو کافر۔

۱۴۔اگر کہے کہ میرا تجھے دیکھنا ایسا ہے جیسے ملک الموت کو تو کافر ہوگا۔بعض کے نزدیک۔

۱۵۔اگر عمداً نماز کو بغیر نیت قضاء کے چھوڑے تو کافر۔

۱۶۔اگر مشرکین کی عید میں اُن کی تعظیم کے لئے شامل ہوگا تو کافر۔

۱۷۔اگر حرام کھانے یا حرام فعل کرتے وقت بِسۡمِ اللهِ پڑھے تو کافر۔ لیکن فارغ ہونے پر اگر الحمدللہ کہے تو بعض کے نزدیک کافر۔ اختلاف ہے۔

۱۸۔اگر کوئی مسلمان تاجر اپنی تجارت کو فروغ دینے کے لئے حرام کو حلال کہہ دے تو کافر نہیں ہوگا۔

۱۹۔ اگر کوئی عورت کفر کا کلمہ اس غرض سے بولے کہ اپنے خاوند پر حرام ہو جائے تو وہ کافر ہو جائے گی۔

۲۰۔ اگر یہ کہنے سے کہ میں کافر ہو جاؤں گی تا کہ اپنے خاوند سے خلاصی پاؤں۔ کافر ہو جائے گی۔

۲۱۔ جس نے دن کی ایک گھڑی یا پورے دن کے کفر کا قصد کیا تو وہ تمام عمر کافر شمار کیا جائے گا۔

۲۲۔ اگر کسی ذمی کی ٹوپی اپنے سر پر رکھے اور اُس سے اُسکی غرض گرمی سردی دور کرنا نہ ہو تو کافر۔

۲۳۔ اگر کوئی ٹیچر یا ماسٹر کہے کہ یہود (یعنی غیر مسلم ہندو وغیرہ) مسلمان سے بہت اچھے ہیں کیونکہ وہ اپنے لڑکوں کے اُستادوں کا حق ادا کرتے ہیں تو کافر۔

۲۴۔ اگر کہے کہ عیسائیت مجوسیت سے اچھی ہے تو کافر۔

۲۵۔ اگر کہے عیسائیت یہودیت سے اچھی ہے تو کافر۔

۲۶۔ اگر کوئی کہے مجھے اپنی زندگی کی قسم تو اُس پر کفر کا خوف کیا جاتا ہے۔

۲۷۔ اگر کوئی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو برا کہے تو وہ مرتد ہو گا۔ اور فقہ کی کتاب خلاصہ اور بزازیہ میں تصریح کی گئی ہے کہ جو رافضی اور شیعہ ان دونوں کے حق میں طعن کرے اور برا کہے تو وہ کافر ہے۔ اور کتاب جوہرہ میں لکھا ہے۔ کہ ایسا شیعہ کافر اور واجب القتل ہے۔ اور صدر شہید نے کہا ہے کہ ایسے شخص کی توبہ قبول نہیں ہو گی بلکہ ہم اُسے قتل کریں گے۔ اور فقیہہ فاضل ابولیث سمرقندی اور ابونصر دبوسی کا بھی یہی مذہب ہے کہ شیخین کو برا کہنے والا شیعہ قتل کیا جائے۔ اور فتویٰ کے لئے یہی مختار اور پسندیدہ بات ہے۔ (البحر الرائق جلد ۵ صفحہ ۱۳۰ تا ۱۳۶۔)

۲۸۔ اگر کوئی کافر کی تبجیل کرے۔ مثلاً ذمی پر تبجیلاً سلام کرے تو کافر ہو گا۔

۲۹۔ اگر کوئی اپنے غیر مسلم استاد کو (یعنی مجوسی یا ہندو۔ عیسائی ماسٹر کو)

عزت کے طور پر استاذی یعنی اے میرے استاد کہہ دے تو کافر ہو جائے گا۔ جیسا کہ صلوٰۃ ظہیریہ میں ہے۔

۳۰۔ علم اور علماء سے ہنسی کرنا کفر ہے۔

۳۱۔ اگر موزوں پر مسح کرنے کا انکار کیا تو کافر۔

۳۲۔ اگر کوئی بیماری اور سفر میں تیمّم حق نہ سمجھے تو قتل کیا جائے گا۔

۳۳۔ اگر کوئی بوجہ شہوت محبت کہے کہ مجھے اپنی بیوی خدا سے زیادہ پیاری ہے تو کافر نہیں ہوگا۔ ہاں اگر ایسا اطاعت و فرمانبرداری کے لحاظ سے کہے تو کافر ہوگا۔ (الاشباہ والنظائر مع شرحہ الحموی کتاب السیر والروۃ مطبع مصطفائی صفحہ ۱۷۵ تا ۱۷۹۔)

۳۴۔ اگر کسی کافر نے ایک مسلمان سے کہا کہ مجھ پر اسلام پیش کر۔ اُس نے کہا فلاں مولوی کے پاس جا تو کافر ہو گیا۔

(شرح فقہ اکبر مطبوعہ مصر صفحہ ۱۶۴)

۳۵۔ اگر کسی مسلمان سے کہا گیا کہ تو مومن ہے؟ اُس نے کہا معلوم نہیں تو کافر ہو گیا۔ اسی طرح ایک ایسے شخص کے متعلق جو دل سے تصدیق کرتا ہے اور زبان سے گواہی دیتا ہے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اُس سے پوچھا گیا کہ کیا اس کا قتل جائز ہے۔ اُس نے کہا مجھے معلوم نہیں تو وہ کافر ہو گیا۔ صفحہ ۱۶۴

۳۶۔ جس نے کسی عالم سے بغیر کسی سبب ظاہری کے بغض رکھا وہ کافر ہے۔

۳۷۔ استخفاف علماء بالاتفاق علماء کفر ہے۔ صفحہ ۱۵۶

۳۸۔ جس مسلمان نے (بطور ڈرامہ) اپنے آپ کو معلم اور استاد بنایا۔ اور پھر ہاتھ میں سونٹا لے کر بچوں کو مارا تو وہ کافر ہو گیا۔

۳۹۔ اگر کسی مسلمان نے دوسرے مسلمان سے کہا چلو فلاں مجلسِ وعظ میں چلیں۔ اُس نے کہا جو باتیں وہاں مولوی صاحب بتاتے ہیں اُن پر کون عمل کرسکتا ہے یا کہا مجھے ایسی مجلس سے کیا تعلق تو کافر ہو گیا۔

۴۰۔ اگرکسی نے کسی کو کہا تُو مجلس واعظ میں نہ جا اگر جائے گا تو تیری بیوی تجھ پر حرام ہو جائے گی یا اُسے طلاق ہو جائے گی۔ اگر ہنسی کے طور پر ایسا کہا تو کافر ہو گیا۔

۴۱۔ اگرکسی عورت نے کسی عالم خاوند پر لعنت کی تو کافر ہو گئی۔

۴۲۔ جس نے کسی عالم کو عویلم (یعنی چھوٹے مولوی صاحب یا مولوی شولوی) کہہ دیا تو کافر ہو گیا۔ صفحہ ۱۵۷

۴۳۔ جو شراب پیتے وقت بسم اللہ کہے وہ کافر ہو جائے گا صفحہ ۱۵۳

۴۴۔ کسی نے کسی دوسرے سے کہا خدا کے واسطے یہ کام کر۔ اُس نے کہا نہیں کرتا۔ تو کافر ہو گیا۔ صفحہ ۱۴۷

البحر الرائق کے مصنف نے ان کلمات کے ذکر کرنے سے پہلے لکھا ہے کہ فتووں میں تکفیر کے جو معروف الفاظ وارد ہوئے ہیں وہ حقیقتاً اسلام سے ارتداد کا موجب ہیں۔ اور بزازیہ میں لکھا ہے کہ جو ان کلمات کو صرف تخویف یا تہویل پر محمول کرتا ہے۔ اور کفر کا موجب نہیں سمجھتا اُس کا قول لغو اور باطل ہے۔ (دیکھو البحر الرائق جلد ۵ صفحہ ۱۲۹)

اب مندرجہ بالا فتووں کی رو سے لازم آتا ہے کہ جن مقدس اور افضل ترین بزرگوں نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا ہے وہ سب کافر ہوں (نعوذ باللہ) جیسے کہ سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور حضرت سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملاحظہ ہو امام شعرانی کی کتاب الیواقیت و الجواہر جلد ا صفحہ ۱۶۳ کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے رَأَیْتُ رَبِّیْ فِیْ صُوْرَةِ شَابٍ اَمْرَدٍ الخ یعنی میں نے اپنے رب کو ایک بے ریش نوجوان کی صورت میں دیکھا جس کے بال کان کی لو تک تھے اور اُس کے پاؤں میں سونے کی جوتی تھی۔ حافظ جلال الدین سیوطی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

اسی طرح نمبر ۹، ۱۰ اور ۲۷ کی رو سے تمام شیعہ کافر اور واجب القتل ٹھہرتے ہیں۔ جن کی توبہ بھی قبول نہیں۔ اور نمبر ۱۱ کے ماتحت تمام وہ نئے تعلیم یافتہ نوجوان جو اکثر کہتے سنے جاتے ہیں کہ اگر جنت میں ان موجودہ مولویوں نے بھی جانا ہے تو ہمیں ایسی جنت نہیں چاہیئے۔
نمبر ۱۶ کی رو سے تمام وہ مسلمان جو سرکاری دفاتر میں ملازم ہیں اور اپنے ہندو اور

عیسائی افسران کو تحائف دیتے ہیں کافر ہیں۔ نمبر ۱۹، ۲۰ کے لحاظ سے ان عورتوں کے لئے جو اپنے خاوندوں کی بدسلوکی کے باعث تنگ ہیں اور اُن کے عقدِ نکاح سے نکلنا چاہتی ہیں یہ اچھی ترکیب بتائی گئی ہے کہ اگر اُن میں سے کوئی عورت یہ کہہ دے کہ میں کافر ہوتی ہوں تو معاً کافر ہو جائے گی۔ اور نکاح فسخ ہو جائے گا۔

نمبر ۲۲ کی رو سے وہ تمام مسلمان جو گاندھی ٹوپی یا ہیٹ لگاتے ہیں کافر ہیں۔

نمبر ۲۸ کی رو سے وہ مسلمان جو ہندو اور انگیریز افسروں کو سلام کرتے ہیں کافر ہیں۔ اور نمبر ۲۹ کی رو سے سکول اور کالجوں کے وہ مسلمان طلباء جو اپنے ہندو یا عیسائی استادوں کو تعظیماً سلام کرتے ہیں کافر ہوئے۔

نمبر ۳۰ کی رو سے ہزارہا وہ تعلیم یافتہ اشخاص جو مولویوں کی دقیانوسی باتوں پر جنہیں یہ مولوی لوگ علم اور دین خیال کرتے ہیں ہنستے ہیں کافر ہوئے۔

نمبر ۴۵ کی رو سے وہ مسلمان جو کسی غیر مسلم کو اس کے سوال کرنے پر کہ مجھ پر اسلام کی صداقت بیان کر کسی مولوی کے پاس برائے جواب لے جاتے ہیں کافر ہو گئے۔

نمبر ۳۶ / ۳۷ / ۳۸ کی رو سے تمام وہ نو تعلیم یافتہ مسلمان جو مولویوں سے متنفر ہیں کافر ہوئے اور اُن کے نکاح فسخ ہو گئے۔

نمبر ۴۴ کی رو سے تو روزانہ صدہا مسلمان کافر بنتے ہیں۔ کیونکہ بازاروں میں اور گلی کوچوں میں بھیک مانگنے والے فقیر بیسیوں کی تعداد میں خدا کا واسطہ دے کر مانگتے ہیں اور کہتے ہیں خدا کے واسطے فلاں کام کر دو یا فلاں چیز دے دو۔ لیکن بیسیوں نہیں بلکہ سینکڑوں مسلمان ایسے ہیں جو انہیں دھتکارتے ہیں اور گالیاں دیتے ہیں اسی طرح سینکڑوں یار دوست۔ عزیز و آشنا آپس میں ایک دوسرے کو خدا کا واسطہ دے کر کام کرانا چاہتے ہیں لیکن دوسرا نہیں کرتا پس اگر ان علماء اور مولویوں کے کہنے پر کسی کو کافر بنایا جا سکتا ہے تو مذکورہ بالا فتاویٰ کے ماتحت تمام مسلمان کافر ہیں۔ اور ان کے نکاح فسخ اور اولاد ولد الحرام ہے۔ اور اس قسم کے لوگ اس ریاست میں بھی ہیں اور ریاست سے باہر بھی موجود ہیں۔

مفسرین میں اختلاف

چونکہ شاہدین فریق مخالف نے اپنے بیانوں میں مفسرین کے اقوال سے بھی استنباط کیا ہے۔اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان مفسرین کے متعلق بھی کچھ ذکر کر دیا جائے۔ یہ بہت بڑی غلطی ہے کہ مفسرین کے اقوال کو بلاسوچے سمجھے من وعن تسلیم کر لیا جائے اور جو کچھ وہ اپنے خیال وعقیدہ کے ماتحت لکھ گئے ہیں اُسے حرف بہ حرف مان لیا جائے۔ علامہ ابن خلدون نے اپنی تاریخ کے مقدمہ میں علم تفسیر کے عنوان کے ماتحت نہایت عمدہ رائے لکھی ہے کہ ’’ تَفَاسِیْرُ الْمُتَقَدِّمِیْنَ مَمْلُوْءَۃٌ بِالْغَثِّ وَ السَّمِیْنِ. ‘‘ یعنی متقدمین کی تفسیریں عمدہ اور ردی دونوں باتوں سے پُر ہیں۔اس لئے ہمیں حسب تعلیم قرآن مجید ضروری ہوا کہ ہم خود بھی قرآن مجید کی آیات میں غور اور تدبر کریں اور تحقیق کے بعد جو اقرب الی الصواب ہو اس کو اختیار کر لیں۔

میں اس وقت مشتے نمونہ از خروار چند اختلافات کا ذکر کرتا ہوں جو اِن مفسرین نے قرآن مجید کی آیات کی تفسیر میں کئے ہیں۔

اول خطیب شربینی نے اپنی تفسیر میں آیت جَعَلَہٗ دَکًّا کے متعلق لکھا ہے کہ ابن عباسؓ نے فرمایا۔اس کو مٹی بنا دیا۔اور سفیان نے کہا وہ پہاڑ زمین میں دھس گیا یہاں تک کہ سمندر کی تہ میں چلا گیا۔ اور اُس میں ابھی جا رہا ہے۔ اور امام کلبی نے کہا کہ وہ متفرق چھوٹے پہاڑوں کی صورت میں تبدیل ہو گیا۔ علامہ بغوی نے بعض تفاسیر کا حوالہ دے کر کہا ہے کہ وہ اپنی عظمت وشان کی وجہ سے متفرق چھ پہاڑ بن گیا۔ تین مدینہ منورہ میں جا پڑے اور وہ اُحد۔ ورقان اور رضوی ہیں۔اور تین ان میں سے مکہ مکرمہ میں واقع ہیں اور وہ ثور۔ ثبیر اور حرِا ہیں۔ (تفسیر خازن صفحہ ۱۵۲، ۱۵۳ جلد ۲۔ وسراج منیر صفحہ ۴۹۳ جلد ۱)

اسی طرح آیت خَرَّ مُوْسیٰ صَعِقاً الخ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام بے ہوشی کی حالت میں پڑے ہوئے تھے تو اُن کے پاس سے ملائکہ گذرے جو اپنے پاؤں سے انہیں ٹھوکر مار کر کہتے تھے کہ اے حیض والی عورتوں کے بیٹے اَطَمِعْتُ فِیْ رُؤْیَتِ رَبِّ الْعِزَّۃ کہ کیا تو نے خدا تعالیٰ کے دیکھنے کی طمع کی تھی۔ (تفسیر خازن صفحہ ۱۵۳ جلد ۲ سراج منیر صفحہ ۴۹۳ جلد ۱)

(۲) خطیب شربینی نے آیت ق۔ والقران المجید۔ کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ ابن عباسؓ نے فرمایا ق سے مراد قسم ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے سورۃ کا نام یا قرآن کا نام ہے۔ اور امام قرطبی نے کہا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نام قادر وقدیر اور قاہر وقریب کی کُنجی ہے۔ اور عکرمہ اور ضحاک نے کہا ایک پہاڑ ہے جو تمام زمین پر محیط ہے۔ اور وہ سبز زمرد کا بنا ہوا ہے۔ اور آسمان میں جو سبزی سی نظر آتی ہے اُسی کا عکس ہے اور آسمان اُس پر خیمہ کی طرح تنا ہوا ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ اُس حجاب کے پیچھے ایک سال کی مسافت پر واقع ہے جس کے ورے سورج غروب ہوتا ہے اور کہا گیا ہے کہ اُس کے جڑیں چٹان سے ملی ہوئی ہیں جس پر زمین ہے اور آسمان اُس پر قبہ کی شکل میں ہے۔ امام راضی نے اس قول کو ضعف قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حروف سامع کو ہشیار کرنے کے لئے ہے۔ (سراج منیر صفحہ ۴۰۷،۴۳ جلد ۴)

(۳) وَ لَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا الخ کی تفسیر میں لکھا ہے امام بغوی نے کہا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا قصد یہ تھا جو ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ قال حل الهميان و جَلَسَ منها مجلس الخاتن (درمنثور جلد ۴ صفحہ ۱۳ و ابن جریر جلد ۱۲ صفحہ ۱۰۹ تفسیر خازن جلد ۳ صفحہ ۱۴) کہ انہوں نے اُس عورت کا کمر بند کھولا اور اُس کے خاتن پر بیٹھ گئے۔ اور مجاہد نے کہا حَلَّ سَرَاوِيْلَهٗ وجعل يعالج ثيابه کہ حضرت یوسف نے اپنا پائجامہ کھول دیا اور کپڑے درست کرنے لگے۔ اور اکثر مفسرین کا یہی قول ہے۔ انہی میں سے سعید ابن جبیر مشہور تابعی اور حسن ہیں۔ (تفسیر خازن جلد ۳ صفحہ ۱۴ تفسیر ابن جریر جلد ۱۲ صفحہ ۱۰۹) اور ضحاک نے کہا کہ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا کا مطلب یہ ہے کہ شیطان نے اپنے ایک ہاتھ سے حضرت یوسف کی گردن اور دوسرے ہاتھ سے اس عورت کی گردن پکڑ کر دونوں کو جمع کر دیا۔ (تفسیر خازن جلد ۳ صفحہ ۱۴ وسراج منیر)

(۴) حضرت سلیمان علیہ السلام کی موت کے متعلق امام راضی نے اپنی تفسیر کبیر میں

آیت مَادَ لَّھُمْ عَلیٰ مَوْتِہٖ الخ اور دابۃ الارض کے متعلق لکھا ہے کہ حضرت سلیمان سارا دن اور ساری رات خدا کی عبادت کرتے تھے اور بعض دفعہ اس سے بھی زائد۔ اُن کا ایک سونٹا تھا جس پر خدا کے سامنے کھڑے ہوکر ٹیک لگایا کرتے تھے ایک دن حسب معمول کھڑے ہوئے عبادت کررہے تھے کہ اچانک فوت ہوگئے۔لیکن اہالیان لشکر کو آپ کا فوت ہونا معلوم نہ ہوا اور تمام فوجی سپاہی اور لشکری اسی خیال میں رہے کہ آپ عبادت میں مصروف ہیں حتیٰ کہ کئی مہینے گزر گئے۔(تفسیر کبیر مصری جلد ۷ صفحہ ۱۱)

اور تفسیر جلالین میں لکھا ہے کہ حضرت سلیمان متواتر ایک سال تک مردہ ہونے کی حالت میں سونٹے کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑے رہے اور وہ جِنّ کہ جن سے سخت کام لئے جاتے تھے آپ کے فوت ہونے کو نہ جان سکے یہاں تک کہ دیمک نے سونٹے کو کھالیا۔جسکی وجہ سے حضرت سلیمان گر پڑے۔تب لوگوں کو آپ کے فوت ہونے کا علم ہوا۔

اب اہل بصیرت قرآنی آیت کی اس تفسیر پر غور کریں کہ کیا عقل اسے تسلیم کرتی ہے۔ اور کیا قرآن جیسی بزرگ اور مکمل کتاب کے ایسی باتیں شایانِ شان ہیں ؟ حالانکہ حضرت سلیمان عظیم الشان نبی ہونے کے علاوہ ایک زبردست بادشاہ بھی تھے اور سلطنت کے اہم امور آپ کے ہاتھوں طے ہوتے تھے۔آپ کی کئی بیویاں بھی تھیں۔لیکن تعجب ہے کہ آپ متواتر ایک سال تک مردگی کی حالت میں کھڑے رہے اور کسی کو پتا نہ چلا کہ آپ فوت ہوچکے ہیں۔

(۵) خطیب شربنی نے آیت وَ کَذٰلِکَ اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ رُوْحاً مِّنْ اَمْرِنَا الخ کی تفسیر میں لکھا ہے۔ابن عباسؓ نے فرمایا کہ روح سے مراد نبوت ہے اور حسن نے کہا روح سے مراد رحمت ہے۔ اور امام سُدّی نے کہا اس سے مراد وحی ہے۔اور کلبی نے کہا کتاب ہے۔اور ربیع نے کہا روح سے مراد جبریل ہے۔ اور مالک ابن دینار نے کہا اس سے مراد قرآن مجید ہے۔(صفحہ ۵۱۹ جلد ۳ سراج منیر)

(۶) آیت قیل لھا ادخلی الصرح الخ کے متعلق تفسیر جلالین و سراج منیر میں لکھا ہے کہ اس محل کی سطح سفید شفاف شیشہ کی تھی۔جس کے نیچے پانی جاری تھا۔اور اُس میں ایک مچھلی بھی تھی اور حضرت سلیمان نے یہ محل صرف اس لئے بنایا تھا کہ ملکہ سبا بلقیس کے

پاؤں دیکھیں ۔ کیونکہ شیاطین نے آپ کو خبر دی تھی کہ ملکہ سبا کے پاؤں گدھے کے پاؤں کی طرح ہیں اور اس کی پنڈلیوں پر بہت سے بال ہیں ۔ اس لئے آپ نے چاہا کہ اُس کی پنڈلیاں دیکھیں ۔ آگے لکھا ہے کہ جب بلقیس اُس محل میں داخل ہوئی تو اُس نے گہرا پانی خیال کیا اور اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اُٹھایا تا کہ پانی میں پاؤں ڈالے تو حضرت سلیمان نے جو وہاں کھڑے ہوئے تھے دیکھا کہ اُس کی پنڈلیاں اور پاؤں دوسرے لوگوں کی نسبت بدرجہا خوبصورت ہیں ۔ اس پر آپ نے پکار کر کہا **انه صرح ممرد من قواریر** کہ اے ملکہ یہ محل تو شیشوں کا بنا ہوا ہے ۔ وغیرہ (صفحہ ۳۱۹ جلالین)

اب اہل علم غور کریں کہ کیا اس قسم کے کھیل تماشے کی باتیں خدا کے ایک نبی کے شایان شان ہیں ؟ خدا کا ایک بزرگ نبی جو لوگوں کی ہدایت اور راہنمائی کے لئے آیا تھا وہ صرف اس لئے ایک عظیم الشان محل بناتا ہے کہ ایک نامحرم معزز عورت کی پنڈلیاں دیکھے ۔ حالانکہ اگر پنڈلیاں ہی دیکھنا مقصود تھا تو کسی عورت کے ذریعہ بھی معلوم ہوسکتا تھا کہ وہ دیکھ کر آپ کو بتا دیتی ۔ اتنے بڑے محل بنانے کی کیا ضرورت تھی ۔ پھر اگر اس تفسیر کو صحیح بھی مان لیا جائے تو بتاؤ اس سے دنیا کا کون سا عقدہ حل ہوا اور بلحاظ روحانیت اس نے کیا فائدہ پہنچایا اور اس کا ماقبل اور مابعد کی آیتوں سے ارتباط کیا ہوا؟

پس مفسرین کے اقوال پر عقائد کی بنیاد رکھنا کیونکر صحیح ہوسکتا ہے جبکہ خود ان میں سے بعض بلند پایہ اور مقتدر ائمہ نے اس امر کی صراحت کر دی ہے کہ ہماری اندھی تقلید نہ کی جائے ۔ چنانچہ شیخ الہند حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کے اقوال اپنی کتاب ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں درج کئے ہیں کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جب فتویٰ دیتے تو فرماتے کہ یہ رائے نعمان بن ثابت کی ہے اور جو کچھ ہم اپنی تحقیق سے اب تک معلوم کر سکے ہیں اس کے لحاظ سے یہ سب احسن ہے **فمن جاء باحسن منه فهو اولیٰ بالصواب** کہ جو شخص اس سے زیادہ اچھی بات معلوم کرے تو درست ہونے کی زیادہ مستحق ہے ۔ (صفحہ ۱۵۷ جزو اول)

حافظ عبدالبر نے کتاب العلم میں امام مالک کا قول نقل کیا ہے کہ **انما انا بشر اُخطی و اُصیب** کہ میں ایک انسان ہوں ۔ مجھ سے بھول چوک ہوتی ہے ۔ پس میری

رائے اور فتویٰ میں غور کرو۔اور جو قرآن اور سنت کے موافق ہو اُسے لے لو۔اور جو مخالف ہو اُسے چھوڑ دو۔

حضرت امام شافعی نے ایک دن مزنی سے کہا۔اے ابراہیم! تو میری ہر بات میں تقلید نہ کر۔تو خود بھی غور کیا کر۔کیونکہ یہ دین کا معاملہ ہے (حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۱۵۷ جز و اول)

حضرت امام احمد بن حنبل نے فرمایا **لا تقلد نی** کہ تو نہ میری تقلید کر۔نہ امام مالک کی اور نہ اوزاعی و نخعی کی۔اور تو احکام کتاب و سنت سے لے جہاں سے انہوں نے لئے ہیں۔(حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۱۵۷ جز و اول)

الغرض علماء اور ائمہ کی اندھی تقلید نہایت مذموم ہے جس کا مردود و مطرود ہونا اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام قرآن مجید میں کفار و مشرکین سے حکایت کیا ہے کہ وہ اپنے احبار و رُہبان کی اندھی تقلید کرتے ہیں اور خود غور و فکر نہیں کرتے۔پس یہ ضروری نہیں کہ پہلے علماء اپنے محدود علم اور ماحول کے اثر کے ماتحت جو کچھ تفسیروں میں لکھ گئے ہیں ہم آنکھ بند کر کے اُس پر ایمان لے آئیں بلکہ ہمارا فرض ہے کہ اُن کے فتاویٰ اور اقوال کو ہم کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلعم اور عقلِ سلیم کی کسوٹی پر پرکھیں اور جو قرآن و سنت سے صحیح ثابت ہو اُسے اختیار کریں اور مخالف کو چھوڑ دیں۔اور اُمت کے ان مقتدر علماء اور ائمہ کے متعلق ہمارا مذہب یہ ہے کہ انہوں نے اپنی نیک نیتی سے جو باتیں مخالف و موافق پائیں یا جو وہ سمجھ سکے وہ ہم تک پہنچا دیں جس کے لئے وہ تمام ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں۔اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔آمین۔

گواہانِ فریقِ مخالف کی پیشکردہ وجوہ تکفیر

اور اُن کا ردّ

فریق ثانی کے گواہوں نے جو وجوہِ تکفیر بیان کی ہیں وہ یہ ہیں؛

اول۔ حضرت مرزا صاحب کا اپنے لئے نزولِ وحی کا دعویٰ کرنا۔

دوم۔ ختم نبوت کا انکار۔ اور خاتم النبیین کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا اور اپنے آپ کو تشریعی نبوت کا مدعی سمجھنا اور احکام شریعت میں تغیر وتبدل کرنا۔

سوم۔ حشر اجساد اور نفخ صور کا انکار۔

چہارم۔ انبیاء علیہم السلام کی توہین۔

پنجم۔ تمام مسلمانوں پر جو اُن کو نہیں مانتے کفر کا فتویٰ۔

یہ پانچ وجوہ تکفیر ہیں جو گواہان مدعی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کی جماعت کو کافر ثابت کرنے کے لئے پیش کی ہیں۔ بقیہ امور انہی کے ضمن میں آجاتے ہیں۔ اب میں بفضلہٖ تعالیٰ ترتیب وار اِن پر بحث کرتا ہوں اور بتاتا ہوں کہ گواہوں نے کس قدر ناحق کوشی اور تعصب سے کام لیا ہے اور حق پر پردہ ڈالنا چاہا ہے۔

پس واضح ہو کہ گواہ نمبر۲ نے اپنے بیان میں لکھوایا ہے کہ ادّعاء وحی کفر ہے۔ اور گواہ نمبر۳ نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص مطلق وحی کا دعویٰ کرے اور خواہ نبوت کا مدعی بھی نہ ہو تب بھی کافر ہے۔ اور وحی کی تعریف گواہ نمبر۳ نے یہ کی ہے ’’وحی یہ ہے کہ فرشتہ کو بھیجا جائے کہ فلاں کو جا کر یہ کہ دو۔‘‘ اور پھر کہا ہے کہ بنی آدم میں وحی پیغمبروں کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور غیروں کے لئے۔ کشف۔ الہام یا وحی لُغوی ہوسکتی ہے۔ وغیرہ۔

پہلی وجہ تکفیر کا رد

(۱)

کیا وحی صرف پیغمبروں کے ساتھ مخصوص ہے؟

پہلی دلیل

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے؛

و ما کان لبشرٍ ان یکلمه اللّٰه الّا و حیاً اومن وّ رآء حجاب او یرسل رسولًا فیوحی باذنه ما یشاء الخ (شوریٰ رکوع ۵) کہ کسی بشر کے لئے ممکن نہیں کہ خدا اس سے کلام کرے مگر وحی کے ذریعہ سے یا پردے کے پیچھے سے یا بھیجے کسی قاصد کو (یعنی فرشتہ کو) جو اُسے وحی کرے خدا کے حکم سے جو چاہے۔

دیکھئے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ وہ صرف پیغمبروں کے ساتھ ہی ان تین طریق کلام کرتا ہے اور غیر پیغمبر سے نہیں کرتا۔ بلکہ آیت میں بشر کا لفظ رکھا ہے جس میں نبی اور غیر نبی دونوں داخل ہیں۔

دوسری دلیل

اللہ تعالیٰ سورہ قصص رکوع اول میں فرماتا ہے؛

وَ اَوۡحَیۡنَا اِلیٰ اُمِّ مُوۡسیٰ اَنۡ اَرۡضِعِیۡهِ فَاِذَا خِفۡتِ عَلَیۡهِ فَاَ لۡقِیۡهِ فِی الۡیَمِّ وَلَا تَخَا فِی وَلَا تحۡزَنِی اِنَّا رَآدُّ وۡهُ اِلَیۡکِ وَجَآعِ لُوۡهُ مِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرف وحی کی کہ تُو موسیٰ کو دودھ پلا۔ پھر جب تجھے اُس کی نسبت خوف لاحق ہوتو اسے دریا میں پھینک دینا اور کچھ خوف اور غم نہ کرنا کیونکہ ہم اسے پھر تیرے

پاس لے آئیں گے اور ہم اُسے پیغمبر بنانے والے ہیں۔

اس آیت میں حضرت موسیٰؑ کی والدہ محترمہ کی طرف وحی آنے کا خود اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے جو بالا اتفاق پیغمبر اور نبی نہیں تھیں۔ پس اگر وحی صرف پیغمبروں کے ساتھ مخصوص ہوتی جیسا کہ علماء دیو بند نے کہا ہے تو اُمِّ موسیٰؑ پر ہرگز خدا کی طرف سے وحی نازل نہ ہوتی۔

تیسری دلیل

سورہ مریم کے دوسرے رکوع میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے؛

فَاَ رْسَلْنَا اِلَیْھَا رُوْحَنَا کہ ہم نے حضرت مریم کی طرف جبریل کو بھیجا۔

اسی طرح فرمایا؛

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِکَۃُ یَا مَرْیَمُ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰکِ وَ طَھَّرَکِ وَ ا صْطَفٰکِ عَلٰی نِسَآءِ الْعَالَمِیْنَ. یَاَ مَرْ یَمُ ا قْنُتِیْ لِرَ بِّکِ وَ سْجُدِیْ وَ ا رْ کَعِیْ مَعَ الرّٰ کِعِیْنَ۔ (آل عمران رکوع ۵) کہ جب فرشتوں نے کہا کہ اے مریم! اللہ نے تجھے برگزیدہ کیا ہے۔ اور تیری تطہیر کی ہے۔ اور دنیا و جہان کی عورتوں پر تجھے مصطفائی عطا کی ہے تو اے مریم! تُو اپنے رب کی مطیع و فرمانبردار رہ۔ وغیرہ

پھر فرمایا؛ وَ اذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِکَۃُ یَا مَرْیَمُ اِنَّ اللّٰہَ یُبَشِّرُکِ بِکَلِمَۃٍ مِّنْہُ اسْمُہُ الْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَم وَجِیْھًا فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰ خِرَۃِ وَ مِنَ۔ الْمُقَرِّبِیْنَ (آل عمران رکوع ۵) کہ جب فرشتوں نے مریم سے کہا۔ اے مریم! اللہ تجھے ایک کلمہ کی بشارت دیتا ہے جس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہوگا اور وہ دنیا اور آخرت میں وجیہہ اور مقرب ہوگا۔

چوتھی دلیل

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے؛

قُلْنَایَا ذَا لْقَرْنَیْنِ اِمَّا اَنْ تُعَذِّبَ وَ اِمَّااَنْ تَتَّخِذَ فِیْھِمْ حُسْنًا. (کہف رکوع ۱۱) یعنی ہم نے کہا۔ اے ذوالقرنین! اگر تُو چاہے تو ان لوگوں کو عذاب دے یا اُن کے بارہ

میں حسن سلوک کا طریق اختیار کر۔

ان مذکورہ بالا آیات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے؛

۱۔ وحی انبیاء سے مخصوص نہیں۔ بلکہ غیر انبیاء پر بھی وحی ہوسکتی ہے اور ہوتی ہے۔ جیسا کہ مذکور ہوا۔

۲۔ جن طریقوں سے اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام سے کلام کرتا ہے انہی طریقوں سے غیر انبیاء یعنی اولیاء وغیرہ کے ساتھ بھی ہمکلام ہوتا ہے۔ جیسا کہ نمبر ا سے ظاہر ہے۔

۳۔ فرشتوں کا نزول حضرات انبیاء سے خاص نہیں جیسا کہ آیت ۴۔ ۵ سے ظاہر ہے۔

۴۔ بعض وقت غیر انبیاء پر بھی ایسی وحی نازل ہوجاتی ہے جس میں امرونہی ہوتے ہیں۔ جیسا کہ آیت نمبر ۴ سے ظاہر ہے۔

۵۔ غیر انبیاء کی وحی بھی غیب کی خبروں پر مشتمل ہوتی ہے جیسا کہ آیت نمبر ۲، ۳ سے ظاہر ہے۔

(۲)

کیا آنحضرت ﷺ کے بعد باب وحی مسدود ہے؟

فریق مخالف کے گواہوں نے کہا ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد کسی پر وحی نہیں ہوسکتی اور جو اس کا دعویٰ کرے وہ کافر ہے۔ لیکن انہوں نے اس کی قرآن مجید یا حدیث سے کوئی دلیل پیش نہیں کی۔ ہاں صرف گواہ نمبر ۴ نے آیت **وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ** پیش کر کے کہا ہے کہ اگر آنحضرت ﷺ کے بعد بھی کوئی وحی نازل ہوتی تو اُس کا اس آیت میں ضرور ذکر کیا جاتا۔ چونکہ ذکر نہیں کیا گیا اس لئے معلوم ہوا کہ آپؐ کے بعد وحی نہیں ہوسکتی۔ ہماری طرف سے اس کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ اس آیت میں تشریعی وحی کا ذکر ہے اور چونکہ آنحضرت ﷺ کے بعد ایسی وحی جو آپکی شریعت کی ناسخ ہو منقطع تھی اس لئے اس کا ذکر نہیں کیا گیا۔ جیسا کہ اس قسم کی ایک دوسری آیت **ولقد اوحی**

الیک والی الذین من قبلک کی تفسیر میں علماء متقدمین نے اس امر کی تصریح کی ہے۔ چنانچہ امام عبدالوہاب شعرانی بحوالہ ''فتوحاتِ مکیہ'' اپنی کتاب ''الیواقیت والجواہر'' جلد ۲ صفحہ ۹۴ میں لکھتے ہیں؛

'' انه لم یجیٔ لنا خبر الهٰی ان بعد رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم وحی التشریع ابدا. انمالنا وحی الالهام قال تعالیٰ ولقد اوحی الیک و الی الذین من قبلک.''

کہ ہمارے پاس کوئی ایسی خبر الٰہی نہیں آئی جس سے معلوم ہو کہ آنحضرت ﷺ کے بعد وحی تشریعی ہوگی۔ بلکہ اب وحی الہام ہوگی جیسا کہ آیت **ولقد اوحی الیک والی الذین من قبلک** سے ظاہر ہے

دوسرا جواب یہ ہے کہ تمام اکابر علماء سلف وغیرہ کا اس امر پر اتفاق ہے کہ مسیح موعود پر وحی ہوگی۔ اور حدیث میں حضور رسالت مآب ﷺ فرماتے ہیں کہ مسیح موعود پر خدا کی طرف سے وحی ہوگی۔ علامہ ابن حجر الہیثمی سے جب پوچھا گیا کہ کیا آخر زمانہ میں جب حضرت عیسیٰؑ نازل ہوں گے تو اُن پر وحی ہوگی؟ تو انہوں نے کہا۔ **نعم یوحی الیه علیه السلام** . کہ اُن کی طرف وحی ہوگی۔ جیسا کہ مسلم کی حدیث میں ہے۔

(روح المعانی جلد ۵ صفحہ ۶۵)

تیسرا جواب یہ ہے کہ جو قرآن مجید پر ایمان رکھتا ہے۔ اُس کے لئے ضروری ہے کہ مسیح موعود کی آمد کو تسلیم کرے۔ اور اُن پر جو وحی ہوگی۔ اسے خدا کی طرف سے یقین کرے۔ پس یہ آیت غیر تشریعی وحی کے انقطاع پر دلالت نہیں کرتی۔

(۳)

قرآن مجید سے بقاء وحی پر دلائل

اب میں قرآن مجید سے ثابت کرتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد غیر شریعت والی وحی ہوسکتی ہے۔ اور آنحضرت ﷺ کے کامل متبعین پر اس کا دروازہ بند نہیں ہوا اس کی ایک عقلی دلیل جس کو خداوند تعالیٰ نے خود بیان فرمایا ہے یہ ہے کہ ایسا خدا جو اپنے بندوں

سے کلام نہیں کرتا اور اُن کی بات کا جواب نہیں دیتا کسی طرح معبود کہلانے کے لائق نہیں ہے۔ خدا کی ہستی ثابت کرنے کیلئے نہایت قوی دلیل جو یقین کامل تک پہنچاتی ہے وہ خدا کا کلام کرنا ہی ہے۔ جس سے ایک اور ایک دو کی طرح ثابت ہو جاتا ہے کہ ایک زندہ خدا موجود ہے جو اپنے بندوں کی پکار سنتا اور جواب دیتا ہے۔ چنانچہ اللہ بزرگ و برتر فرماتا ہے

پہلی دلیل

(۱) الم یروا انه لا یکلمهم و لا یهدیهم سبیلا۔ (پارہ ۹ رکوع ۸)

(۲) افلا یرون الا یرجع الیهم قولًا۔ (پارہ ۱۶ رکوع ۱۳)

یعنی یہ مشرک لوگ اس بات کی طرف نہیں دیکھتے کہ جس کو انہوں نے اپنا خدا اور معبود بنایا ہے وہ نہ اُن سے کوئی کلام کرتا ہے اور نہ انہیں تاریکی میں ہدایت دیتا ہے۔ یقیناً ایسی ہستی کو خدا بنانے والے بڑے ظالم اور بے انصاف ہیں۔

دوسری آیت میں فرمایا کہ بچھڑے کو معبود بنانے والے اتنا غور نہیں کرتے کہ وہ اُن کا جواب نہیں دیتا۔

ان آیات سے ثابت ہوا کہ بندوں سے کلام کرنا خدا کے لئے ضروری ہے۔ پس کیونکر مان لیا جائے کہ حرم کعبہ کا رب اور قرآن کا اتارنے والا خدا بچھڑے کی معبودیت اور الوہیت کا ابطال اُس کے عدمِ تکلم کی وجہ سے کرتا ہے خود اپنے پیارے بندوں سے بچھڑے والا سلوک کرے۔ حاشا و کلا۔

دوسری دلیل

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو پکارنے والے کی پکار کا جواب نہیں دیتا وہ معبود ہونے کے لائق نہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے؛

و مَن اضل ممن یدعوا من دون اللّٰہ من لا یستجیب له الیٰ یوم القیامة و هم عن دعآئهم غافلون۔ (سورہ احقاف رکوع ۱)

کہ اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے جو خدا کے سوا ایسے معبودوں کو پکارے

جو قیامت تک اُس کو جواب نہ دے سکیں۔ جواب دینا تو درکنار وہ تو اس
کی پکار سے بھی بے خبر محض ہیں۔

اس آیت سے بھی ثابت ہے کہ خالق دو جہاں خدا اپنے بندوں سے ہمکلام ہوتا ہے۔ ہاں جھوٹے خدا اور معبودان باطل اپنے بندوں کی پکار نہیں سنتے اور نہ جواب دیتے ہیں۔ اب اگر سچے خدا کی نسبت بھی یہی تسلیم کیا جائے کہ وہ بھی نہ کسی کو جواب دیتا ہے۔ نہ کسی کی پکار سنتا ہے تو اُس میں اور معبودان باطل میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ **نعوذ بالله من ذالک**. اور مخالفین اسلام اسی دلیل کو قرآن کے خلاف پیش کر سکتے ہیں۔

تیسری دلیل

خلاقِ عالم فرماتا ہے:

قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله الخ (آل عمران رکوع ۴)
کہ اے رسول! تم ان لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم خدا سے واقعی محبت کرتے
ہو تو میری پیروی کرو۔ خدا تعالیٰ تم کو اپنا محبوب بنا لے گا۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ خدا اپنے بندوں سے پیار کرتا ہے۔ اب یہ بدیہی بات ہے کہ محبّ اپنے محبوب سے ہمکلام ہو۔ اور اُس کی باتیں سنے اور اپنی کہے۔ ورنہ عدِم کلام اور ترکِ سخن تو نقضِ محبت پر دلیل ہو گا کیونکہ محبوب کا کلام نہ کرنا دلیل ناراضگی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ خود اپنے کلام میں فرماتا ہے۔

اخسئوا فیھا ولا تکلّمون (المومنون رکوع ۶)

دوسری جگہ فرمایا۔ **اولٓئک مَایأ کلون فی بطونھم الا النار ولا یکلّمھم اللّٰہ یوم القیامۃ** (سیقول رکوع ۵) کہ اللہ تعالیٰ جہنمی اور دوزخی لوگوں سے کلام نہیں کرے گا اور انہیں فرمائے گا جاؤ ذلیلو مجھ سے کلام مت کرو۔

پس ثابت ہوا کہ کلام نہ کرنا غضب اور ناراضگی کی علامت ہے۔ لہذا خدا جو اپنے بندوں پر ماں باپ سے بڑھ کر مہربان ہے ضرور اپنے پیارے بندوں سے کلام کرتا ہے۔ اور کوئی وجہ نہیں کہ جب پہلے وہ اپنے پیارے بندوں سے کلام کرتا تھا تو اب نہ کرے پھر یہ بھی

واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت جو اُس کی خدائی پر ایک اعلیٰ دلیل ہے وہ اُس کا متکلم ہونا ہے۔ پس یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ اب قیامت کے دن تک اس کی صفت کا تعطل مان لیا جائے۔ اور کہا جائے کہ اس کی صفت تکلم اب زائل ہو چکی ہے۔ معاذ اللہ۔ اگر اس صفت کا تعطل مان لیا جائے تو اُس کا سمیع ہونا کیونکر معلوم ہوگا۔ کہنے والے یہ بھی کہہ دینگے کہ وہ پہلے سمیع تھا اب نہیں۔

چوتھی دلیل

اگر کوئی عاشق اپنے کسی محبوب کے دروازہ پر آہ بکاء اور گریہ وزاری کرتے ہوئے بیقراری کی حالت میں جائے مگر محبوب نہ دروازہ کھولے۔ نہ اندر سے کوئی آواز دے تو یقیناً وہ عاشق ناامید ہو کر لوٹے گا۔ اور خیال کرے گا کہ یا تو میرا محبوب مر چکا ہے۔ یا پھر مجھے دھوکا دے گیا ہے۔

پس اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ جس کا دیدار بوجہ اُس کے وراء الوراء اور لطیف ہونے کے ہم نہیں کر سکتے اگر گفتار سے بھی وہ اپنے عاشق کو تسلی نہیں دیتا تو بتلاؤ اس کے عشاق کب تک صبر کریں گے آخر ایک دن ناامید ہو کر اُسے چھوڑ دیں گے۔

تعشق اور محبت کا مادہ انسان کی فطرت کے اندر ودیعت کیا گیا ہے۔ اور وہ ایسے محبوب کو جس کے دیدار اور گفتار سے اپنے آپ کو ہمیشہ کے لئے محروم سمجھے اُسے کبھی اپنے عشق کا محل نہیں ٹھہراتا۔ حقیقی عاشق اپنے محبوب سے ہمکلام ہونے کے لئے اپنے دل میں ازحد تڑپ رکھتا ہے۔ اور اُس کے کلام کو اپنے لئے تریاق اور آب حیات سمجھتا ہے ؎

عشق مے خواہد کلام یار را
رَو بپرس از عاشق ایں اسرار را

پس وہ علیم وخبیر ہستی اور دانائے راز خدا جو انسان کے اندر احساسات و جذبات کا پیدا کرنے والا ہے کس طرح اپنے عشاق کو اپنی ہم کلامی سے محروم رکھ سکتا ہے۔ اِسی لئے اس نے فرمایا:۔

اذاسألک عبادی عنّی فانّی قریب اجیب دعوۃ الدّاع اذا دعان.

(البقرۃ ع ۲۳)

کہ اے رسول! جب اضطرار اور بیقراری کی حالت میں تجھ سے میرے بندے میرے بارے میں سوال کریں تو تُو انہیں کہہ دے۔مَیں قریب ہوں اور پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں۔

پانچویں دلیل

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

ان الذین قالوا ربّنا اللہ ثمّ استقاموا تتنزّل علیھم الملٓئکۃ. الخ

(حٰم سجدہ رکوع ۴)

کہ وہ لوگ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر انہوں نے استقامت اختیار کی (یعنی مصائب اور ابتلاء کے وقت ایمان پر ثابت قدم رہے) ایسے لوگوں پر فرشتے نازل ہوتے ہیں جو انہیں خوشخبری دیتے ہیں۔

چھٹی دلیل

(۱) رفیع الدرجٰت ذوالعرش یلقی الروح من امرہ علیٰ من یشآء من عبادہٖ لینذر یوم التلاق (سورۂ مومن رکوع ۲)

(۲) ینزّل الملٓئکۃ بالروح علیٰ من یشآء من عبادہٖ ان انذار وا انہ لا الٰہ الّا انا فاتقون. (پارہ ۱۴ رکوع ۷)

نمبر ا۔یعنی اللہ تعالیٰ درجوں کا بلند کرنے والا تختِ حکومت کا مالک اپنا کلام اپنے بندوں سے جسے قابل سمجھتا ہے اُس پر نازل کرتا ہے۔تاکہ وہ ملاقات کے دن سے ڈرائے۔

نمبر ۲۔اللہ اپنا کلام دے کر فرشتوں کو اتارتا رہتا ہے۔جنہیں وہ اپنے بندوں میں سے قابل سمجھتا ہے اُن پر فرشتے نازل ہوتے ہیں جو خدا کا پیغام دیتے ہیں کہ تم لوگوں کو ڈراؤ اور بات یہ ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔

رُوح کے معنے وحؔی کے ہیں۔جیسا کہ تفسیر جلالین میں بھی لکھا ہے۔اِن آیات سے ظاہر ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ازمنہ سابقہ میں اپنی وحی سے مشرف کرتا رہا

ہے اسی طرح آئندہ بھی کرے گا۔ کیونکہ آیت میں نزولِ وحی کا موجب اللہ تعالیٰ کا رفیع الدرجات اور ذوالعرش ہونا اور ضرورت انذار قرار دیا گیا ہے۔ پس جب کہ اللہ تعالیٰ اب بھی رفیع الدرجات اور ذوالعرش ہے اور اس میں تغیر نہیں آیا اور لوگ بھی بلحاظِ روحانیت مُردہ ہو چکے ہیں اور انذار کی ضرورت ہے تو پھر وحی کا انقطاع کس طرح مان لیا جائے!

ساتویں دلیل

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

کنتم خیر اُمّۃ اخرجت للناس (آل عمران ع)

کہ اُمتِ محمدیہ تمام اُمتوں سے بہتر ہے اور اتمامِ نعمت بھی اس پر ہو چکی ہے جیسا کہ فرمایا **اتممت علیکم نعمتی** (سورۂ مائدہ ع)

اور دُعا بھی خدا نے خود سکھلائی کہ **صراط الذین انعمت علیھم۔**

اے خدا تُو ہمیں اپنے پیارے اور مقرب بارگاہ بندوں یعنی انبیاء وصدیقین اور شہداء اور صالحین کے راستہ پر چلا۔ تو عقلِ سلیم کیونکر تسلیم کرسکتی ہے کہ امتِ محمدیہ سب اُمتوں سے بہتر ہو لیکن انعامات الٰہیہ سے محروم ہو۔ پہلی اُمتوں کے مَردوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی عورتوں کو بھی اپنے کلام سے مشرف کیا اور اُن پر فرشتے نازل ہوئے لیکن اُمتِ محمدیہ کے بڑے سے بڑے مرد کو بھی یہ درجہ اور انعام نہ ملا۔ پس اگر اُمتِ مرحومہ پر وحی کا دروازہ بند ہے اور خدا اس سے کلام نہیں کرتا تو پھر یہ خیر الامم نہیں بلکہ شر الامم ہوئی۔ لیکن علماءِ ظواہر کی یہ غلطی ہے جو کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کے بعد جو تمام عالم کے لئے رحمت ہو کر آئے تھے اس انعام کو لوگوں سے چھین لیا۔ اور تمام امت کو اپنی ہمکلامی کے مبارک شرف سے ہمیشہ کے لئے محروم کر دیا۔ انّا لله۔ نہیں ہرگز نہیں۔ اللہ اور اس کا پاک رسول اور اولیاءِ اُمت پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ فیضان الٰہی اُمت محمدیہ پر بند نہیں بلکہ پہلے سے زیادہ ہے۔

حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں **لقد کان فیمن قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلمون من غیر ان یکون انبیاء فان یک فی امتی منھم**

احد فعمر (بخاری مناقب عمر)

کہ تم سے پہلے قوم بنی اسرائیل میں ایسے لوگ (بہت) ہوئے ہیں کہ باوجود اس کے کہ وہ بنی نہیں تھے لیکن اللہ تعالیٰ ان سے کلام کرتا تھا میری اُمت میں ایسے لوگوں میں سے ایک عمرؓ ہیں۔ دوسری روایت میں محدث کا لفظ ہے۔ اور طبرانیؒ میں ہے **قالوا یا رسول الله کیف محدث قال تتکلم الملائکة علیٰ لسانهٖ اسناده‘ حسن .**

(تاریخ الخلفاء مطبوعہ مصر صفحہ ۱۲۸)

صحابہؓ نے حضورؐ سے دریافت کیا۔ یا رسول اللہ! محدث سے کیا مراد ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ فرشتے اُس کی زبان پر کلام کرتے ہیں۔

(۴)

سلف صالحین کا عقیدہ دربارہ وحی

(۱) سرخیل صوفیاء حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ قرآن مجید کی آیت وَمَا کَانَ لِبَشَرٍ الخ میں وحی کے جو طریق مزکور ہیں اور جن طریقوں سے آنحضرت ﷺ کو وحی ہوتی تھی اُن کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

وھٰذا کله موجود فی رجال الله من الاولیاء و الذی اختص به النبی من ھٰذا دون الولی الوحی بالتشریح

کہ یہ تمام اقسام وحی کی جو قرآن میں مذکور ہیں اور جن کا ابھی ہم نے ذکر کیا ہے خدا کے بندوں اولیاء اللہ میں سب پائی جاتی ہیں۔ اور وہ وحی جو نبی سے خالص ہے اور ولی میں نہیں پائی جاتی وہ شریعت والی وحی ہے۔ (فتوحات مکیّہ جلد۲ صفحہ ۴۱۶، ۴۱۷)

(۲) حضرت امام ربّانی مجدد الف ثانی مکتوبات جلد۲ صفحہ ۹۹ میں فرماتے ہیں:-

”اعلم ایھاالاخ الصدیق ان کلامه سبحانه مع البشر قدیکون شفاھا. الخ۔

کہ اے محترم بھائی تو جان لے کہ اللہ تعالیٰ کا بشر سے کلام کرنا کبھی بالمشافہ ہوتا ہے اور یہ انبیاء کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور کبھی ان کے بعض کامل

متبعین سے بطور اتباع اور وراثت کے ہو جاتا ہے۔ اور جب اس قسم کا کلام کثرت سے کسی کے ساتھ ہوتو اس کا نام محدث ہوتا ہے۔ جیسا کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ اور یہ القاء فی الروع اور الہام اس کلام کے علاوہ ہے جو فرشتہ کے واسطے سے ہوتا ہے **انمایخاطب بھذا الکلام الانسان الکامل**. بلکہ اس قسم کے کلام سے انسان کامل کومخاطب کیا جاتا ہے۔

اس حوالہ سے صاف ظاہر ہے کہ جو وحی انبیاء علیہم السلام کو ہوتی ہے اِس اُمت کے بعض کامل افراد کو بھی ہوتی ہے۔ اِس کے متعلق گواہ نمبر۳ کا یہ کہنا کہ مکتوبات میں جو کچھ لکھا ہے وہ کشفی یا الہامی ہے بالکل غلط ہے۔ کیونکہ یہاں مجدّد صاحب ایک حقیقت اور امر واقع کا اظہار کررہے ہیں۔ اور مجدّد صاحب نے کہیں نہیں لکھا کہ یہ میرا کشف یا الہام ہے۔

(۳) اِسی طرح مولانا روم اپنی مشہور عالم اور مقبولِ خلائق مثنوی میں فرماتے ہیں:

خلق نفس از وسوسہ خالی شود
مہمانِ وحی اجلالی شود

یعنی جب انسان وساوس شیطانی سے پاک ہوجاتا ہے تو جنابِ الٰہی کی وحی پاتا ہے۔
(دفتر سوم صفحہ ۱۰)

پھر فرماتے ہیں ؎

نے نجوم است و نے رمل است و نہ خواب
وحی حق و اللہ اعلم بالصواب
از پئے رو پوش عامہ در بیاں
وحیِ دل گوئند آں را صوفیاں

یعنی ہوتی تو وحی حق ہے لیکن صوفیاء عام لوگوں سے پردہ کرنے کی غرض سے اُسے وحیِ دل بھی کہہ دیتے ہیں۔ (دفتر چہارم صفحہ ۱۵۱)

(۴) مولانا اسمٰعیل صاحب شہید اپنی کتاب ''منصب امامت'' کے صفحہ ۳۱، ۳۲ میں لکھتے ہیں:-

''باید دانست کہ از انجملہ الہام است ہمیں الہام کہ بانبیاء اللہ ثابت است آنرا وحی میگویند واگر بغیر ایشاں ثابت میشود اور را تحدیث میگویندو گاہے در کتاب اللہ مطلق الہام را۔ خواہ بانبیاء اللہ ثابت است خواہ باولیاء اللہ وحی نا مند۔ وایں مطلق الہام گاہے درصورت کلام از پردۂ غیب مکمن لاریب نازل میگرد۔''

اس کے بعد چند آیات اپنی تائید میں لکھ کر فرماتے ہیں:۔

''وگاہے ہمیں الہام بہ ہمیں طریق واقع میشود کہ خود بخود از دل صاحب الہام کلام جوش میزند۔ وآنرابر زبان مے راند وفی الحقیقت آں کلام رحمانی است کہ بر زبان اوجاری گشتہ نہ کلام نفسانی ۔ ایں قسم الہام کہ بانبیاء اللہ میشود اورا نفث فی الروع گویند واگر بہ نسبت اولیاء اللہ میشود اورانطق سکینہ میگویند۔''

اِن حوالہ جات سے ظاہر ہے کہ جن طُرق سے انبیاء علیہم السلام کو وحی یا الہام ہوتا ہے اُنہی طُرق سے اولیاء اللہ کو ہوتا ہے۔ اگرچہ اصطلاحًا ان کا نام رکھنے میں فرق کیا گیا ہے۔ اور یہ علماء کی اپنی خودساختہ اصطلاح ہے۔ **ولکل ان یصطلح**

چنانچہ شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی سوانح مولانا روم صفحہ ۸۱ میں لکھتے ہیں ؛

''فرق مراتب کے لحاظ سے اصطلاح یہ قرار پائی گئی ہے کہ ابنیاء کی وحی کو وحی کہتے ہیں اوراولیاء کی وحی کوالہام۔''

(۵) امام غزالیؒ نے اپنی کسی کتاب میں لکھا ہے کہ نبی اور ولی پر وحی اُترنے میں اتنا فرق ہے کہ نبی پر وحی بواسطہ ملک ہوتی ہے اور ولی پر بغیر فرشتہ کے۔ اس کے جواب میں شیخ محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں۔'' **ان الکلام فی الفرق بینھماانما ھو فی کیفیة ما ینزل بہ الملک لا فی نزول الملک**''۔ کہ امام غزالی کی یہ بات غلط ہے۔ دونوں وحیوں میں فرق بلحاظ کیفیت کے ہے اُس بات میں جس کو فرشتہ لے کر آتا ہے نہ کہ فرشتے کے نزول میں۔ (الیواقیت والجواہر جلد۲ صفحہ ۷۵، ۷۶)

(۶) تفسیر روح المعانی جلد ۷ صفحہ ۶۵ میں لکھا ہے کہ علامہ ابن حجر ہیثمی سے پوچھا

گیا کہ کیا آنے والے حضرت عیسیٰؑ (مسیح موعود) پر وحی کا نزول ہوگا؟ انہوں نے کہا۔ ہاں اُن کی طرف وحی حقیقی کا نزول ہو گا۔ جیسا کہ مسلم کی حدیث میں ہے۔ جو نواس بن سمعان سے مروی ہے۔ پھر وحی کا ذکر کر کے لکھا؛ **وذالک الوحی علیٰ لسان جبریل علیه السلام اذ هوالسفیر بین الله تعالیٰ و انبیائه** الخ۔ کہ وہ وحی جو مسیح موعود پر نازل ہوگی وہ جبریل کی زبان پر ہوگی۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے انبیاء کے درمیان سفیر ہیں۔ پھر لکھتے ہیں۔'' **وخبر لا وحی بعدی باطل وما اشتهران جبریل لا ینزل الی الارض بعد موت النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فهولا اصل له.** ''

یہ جو مشہور ہے کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد حضرت جبریل کا نزول زمین کی طرف نہ ہوگا بالکل بے اصل اور باطل ہے اس کے بعد فرماتے ہیں۔ '' **ولعل من نفی الوحی عنه علیه السلام بعد نزوله اراد وحی التشریع**'' یعنی جس نے آپ سے وحی کی نفی کی ہے نزول کے بعد تو اس کی مراد اس سے وحی تشریعی ہوگی۔

(۷) یہی بات نواب صدیق حسن خان صاحب نے اپنی کتاب حجج الکرامہ صفحہ ۴۳۱ میں لکھی ہے۔ اور اس پر اپنا یقین ظاہر کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ؛

'' ظاہر آنست کہ آرندہ وحی بسوئے او جبریل علیہ السلام باشد بلکہ بہ ہمیں یقین داریم و در آں تردد نمی کنیم۔''

مذکورہ بالا حوالہ جات تو علماء اہل سنت کے تھے۔ لیکن اب میں حضرات شیعہ کا مذہب بتاتا ہوں۔ واضح ہو کہ شیعہ مذہب کی بنیاد ہی اس بات پر ہے کہ ہر زمانہ میں بعد آنحضرت صلعم ایک ایسا معصوم واجب الاطاعت اور صاحب الہام امام ہوتا رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔ جس پر ایمان لانا فرض ہے۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں؛

'' مذہب شیعہ مبنی است بر آنکہ بعد آنحضرت ﷺ در ہر وقت امامے پیدا میشود کہ مفروض الطاعۃ ومعصوم وموحی الیہ می باشد بروے ایمان فرض است۔'' (کلمات طیبات صفحہ ۲۲۹ مکتوب ۱۲)

اس سے ظاہر ہے کہ اگر آنحضرت ﷺ کے بعد وحی کا نزول ماننا کفر وارتداد ہے تو علاوہ مندرجہ بالا علماء اہلسنت کے تمام شیعہ بھی کافر ومرتد ہیں۔

فریق مخالف نے اپنے بیان میں ازالہ اوہام اور حمامۃ البشریٰ کے بعض حوالے پیش کئے ہیں۔جن میں لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ ک بعد وحی کا سلسلہ منقطع ہے۔لیکن اس سے مراد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شریعت والی وحی ہے۔چنانچہ اسی ازالہ اوہام میں حضور نے لکھا ہے؛

’’اے غافلو! اس اُمت مرحومہ میں وحی کی نالیاں قیامت تک جاری ہیں۔مگر حسب مراتب۔‘‘ (ازالہ اوہام صفحہ ۴۲۲ ایڈیشن اول)

اور اس سے پہلی کتاب توضیح مرام صفحہ ۱۸ میں فرماتے ہیں؛

’’جزئی طور پر وحی اور نبوت کا اس امت مرحومہ کیلئے ہمیشہ دروازہ کھلا ہے۔‘‘

آگے اُسی صفحہ پر آپ نے لکھا ہے؛

’’میں محدث ہوں اور خدا تعالیٰ مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے۔‘‘

آگے پھر محدث کی وحی کے متعلق لکھا ہے؛

’’رسولوں اور نبیوں کی وحی کی طرح اُس کی وحی کو بھی دخلِ شیطانی سے منزہ کیا جاتا ہے۔‘‘

اسی طرح ’’اسلامی اصول کی فلاسفی‘‘ میں فرماتے ہیں؛

’’یقیناً سمجھ لو کہ کامل علم کا ذریعہ خدا تعالیٰ کا الہام ہی ہے۔جو خدا تعالیٰ کے پاک نبیوں کو ملا۔پھر بعد اس کے اُس خدا نے جو دریائے فیض ہے ہرگز نہ چاہا کہ آئندہ اس الہام پر مہر لگا دے۔‘‘

اور الہام بھی حسب اصطلاح متقدمین آپ نے بمعنی وحی استعمال کیا ہے۔جیسا کہ الہام کی تعریف بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں؛

’’الہام ایک القاء غیبی ہے جس کو نفث فی الروع اور وحی بھی کہتے ہیں۔‘‘

(پرانی تحریریں صفحہ ۱۵)

پس حضرت مرزا صاحب نے جس جگہ یہ لکھا ہے کہ اب وحی منقطع ہوگئی اس سے

مراد حضور کی وہ تشریعی وحی ہے جو ناسخِ شریعت محمدیہ ہو۔ یا وہ وحیٔ جو کسی مستقل نبی کی طرف ہو جس کی نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا نتیجہ نہ ہو۔ چاہے وہ ایک دو فقرے ہی ہوں۔ اور علماء متقدمین نے بھی جہاں انقطاع وحی کا ذکر کیا ہے تو اس سے مراد انہوں نے وحی تشریعی لی ہے۔ وگرہیچ چنانچہ امام عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں۔'' **فان الوحی المتضمن للتشریع قداغلق بعد محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم** (الکبریت احمر برحاشیہ الیواقیت و الجواہر جلد۲ صفحہ ۸) کہ وہ وحی جو شریعت پر مشتمل ہو آنحضرت صلعم کے بعد بند ہے۔

اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ نے جہاں یہ لکھا ہے کہ اب وحی بند ہے۔ وہاں علماء کے اس عقیدہ کا رد کیا ہے کہ آخر زمانہ میں وہی مسیح ناصری ابن مریم جن پر انجیل نازل ہوئی تھی آئینگے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں؛

> ''اگر وہی مسیح رسول اللہ صاحب کتاب آجائیں گے جن پر جبریل نازل ہوا کرتا تھا تو وہ شریعت محمدیہ کے تمام قوانین اور احکام نئے سرے اور نئے لباس اور نئے پیرائے اور نئی زبان میں نازل ہو جائیں اور اس تازہ کتاب کے مقابل پر جو آسمان سے اُن پر نازل ہوئی ہوگی قرآن کریم منسوخ ہو جائیگا۔'' (ازالہ اوہام صفحہ ۲۴۲)

اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ آپ شریعت جدیدہ والی وحی کا انقطاع مانتے ہیں اور اسی کا بند ہونا بیان کیا ہے۔ لیکن عام وحی جس میں شریعت جدیدہ نہ ہو اس کا آپ نے کبھی انکار نہیں کیا بلکہ اسے زندہ مذہب کی علامت ٹھہرایا ہے۔ چنانچہ آپ اپنے اس لیکچر میں جو دسمبر ۱۸۹۶ء کو بمقام لاہور جلسہ اعظم مذاہب میں سنایا گیا فرماتے ہیں؛

> ''ایک اسلام ہی ہے جس میں خدا بندہ سے قریب ہو کر اُس سے باتیں کرتا ہے ...... اور اس کو وہ سب نعمتیں عطا فرماتا ہے جو پہلوں کو دی گئیں۔ افسوس اندھی دنیا نہیں جانتی کہ انسان نزدیک ہوتے ہوتے کہاں تک پہنچ جاتا ہے۔ وہ آپ تو قدم نہیں اُٹھاتے اور جو اُٹھائے تو یا تو اُسے کافر ٹھہرایا جاتا ہے۔ اور یا اُس کو معبود ٹھہرا کر خدا کی جگہ دی جاتی ہے۔ یہ دونوں ظلم ہیں ایک افراط سے اور ایک تفریط سے پیدا ہوا ہے...... میں

بنی نوع پر ظلم کروں گا اگر میں اس وقت ظاہر نہ کروں کہ وہ مقام جس کی
میں نے یہ تعریفیں کی ہیں اور وہ مرتبہ مکالمہ اور مخاطبہ کا جس کی میں نے
اس وقت تفصیل بیان کی ہے وہ خدا کی عنایت نے مجھے عنایت فرمایا ہے تا
میں اندھوں کو بینائی بخشوں اور ڈھونڈنے والوں کو اُس گم گشتہ کا پتہ
دوں۔ اور سچائی قبول کرنے والوں کو اس پاک سرچشمہ کی خوشخبری سناؤں
جس کا تذکرہ بہتوں میں ہے اور پانیوالے تھوڑے ہیں ۔ میں سامعین کو
یقین دلاتا ہوں کہ وہ خدا جس کے ملنے میں انسان کی نجات اور دائمی
خوشحالی ہے۔ وہ بجز قرآن شریف کی پیروی کے ہرگز نہیں مل سکتا۔ کاش!
جو میں نے دیکھا ہے لوگ دیکھیں اور جو میں نے سنا ہے وہ سنیں اور قصوں
کو چھوڑیں ۔ اور حقیقت کی طرف دوڑیں ۔ وہ کامل علم کا ذریعہ جس سے
خدا نظر آتا ہے، وہ میل اتارنے والا پانی جس سے تمام شکوک دور ہو
جاتے ہیں وہ آئینہ جس سے اُس برتر ہستی کا درشن ہوجاتا ہے خدا کا وہ
مکالمہ اور مخاطبہ ہے جس کا میں ابھی ذکر کر چکا ہوں .... میں سب
طالبوں کو یقین دلاتا ہوں کہ صرف اسلام ہی ہے جو اس راہ کی خوشخبری
دیتا ہے۔ اور دوسری قومیں تو خدا کے الہام پر مدت سے مہر لگا چکی ہیں۔
سو یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کی طرف سے مہر نہیں بلکہ محرومی کی وجہ سے انسان
ایک حیلہ پیدا کر لیتا ہے۔ اور یقیناً سمجھو کہ جس طرح یہ ممکن نہیں کہ ہم بغیر
آنکھوں کے دیکھ سکیں یا بغیر زبان کے بول سکیں اسی طرح یہ بھی ممکن نہیں
ہے کہ بغیر قرآن کے اس پیارے کا منہ دیکھ سکیں ۔''

(''اسلامی اصول کی فلاسفی'' مطبوعہ کتاب گھر صفحہ ۱۳۱، ۱۳۳)

پس مذکورہ بالا بیان سے ثابت ہوا کہ آنحضرت صلعم کے بعد ایسی وحی جس میں نئے
اوامر ونواہی نہ ہوں جاری ہے اور جن علماء نے یہ کہا ہے کہ آپؐ کے بعد وحی والہام کا سلسلہ
بند ہے تو اس سے مراد ایسی وحی ہے جو شریعت محمدیہ کے مخالف نئے اوامر ونواہی پر مشتمل ہو۔
نہ مطلق وحی جس کا امتِ محمدیہ میں باقی رہنا قرآن مجید وحدیث اور بزرگانِ دین کے اقوال

سے ثابت ہے۔

دوسری وجہ تکفیر کا رد

(۱)

کیا حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کی جماعت آنحضرت صلعم کے خاتم النبیین ہونے کی منکر ہے؟

فریق مخالف کے گواہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کو کافر کہنے کی ایک وجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہ ماننا بیان کی ہے۔ سو اس کے متعلق میں خاتم النبیین کے صحیح معنے بیان کرنے سے قبل یہ بتانا چاہتا ہوں کہ یہ سراسر فریب ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کی مقدس جماعت حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو بصدق دل خاتم النبیین یقین کرتی ہے۔ چنانچہ حضرت اقدس علیہ السلام فرماتے ہیں؛

(۱) ''**نعتقد اَنّ رسولنا خیر الرسل و افضل المرسلین و خاتم النبیّن و افضل مِنُ کلّ مَن یأتی و خلا**'' کہ ہمارا یہ پختہ اعتقاد ہے کہ ہمارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام رسولوں سے بہتر اور افضل ہیں۔ اور آپ خاتم الانبیاء ہیں اور تمام انسانوں سے جو گذر چکے ہیں یا آئندہ قیامت تک ہونگے آپ افضل اور برتر ہیں۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)''

(التبلیغ صفحہ ۳۸۷)

(۲) ''ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔''

(ایام الصلح صفحہ ۸۶)

(۳) ہمارے مذہب کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ **لا الٰہ الّا اللّٰہ**

محمد رسول اللّٰه. اور ہمارا اعتقاد جو ہم اس دنیاوی زندگی میں رکھتے ہیں اور جس کے ساتھ ہم بفضل و توفیق باری تعالیٰ اس عالم گذران سے کوچ کریں گے یہ ہے کہ حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفےٰ ﷺ خاتم النبیین اور خیر المرسلین ہیں جن کے ہاتھ سے اکمالِ دین ہو چکا۔''

(ازالہ اوہام صفحہ ۱۳۷)

(۴) جس کامل انسان پر قرآن شریف نازل ہوا۔ اُسکی نظر محدود نہ تھی۔ اور اس کی عام ہمدردی میں کچھ قصور نہ تھا۔ بلکہ کیا باعتبار زمان اور کیا باعتبار مکان اس کے نفس کے اندر کامل ہمدردی موجود تھی اس لئے قدرت کی تجلیات کا پورا اور کامل حصہ اس کو ملا اور وہ خاتم الانبیاء بنا۔''

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۷)

(۵) ''وانّا رسولنا خاتم النّبیّٖن و علیه انقطعت سلسلة المرسلین. فلیس حق احد ان یدعی النبوة بعد رسولنا المصطفیٰ علیٰ الطریقة المستقلةِ.'' کہ ہمارے پاک رسول خاتم النبیین ہیں اور آپ کے وجود مسعود پر رسولوں کا سلسلہ منقطع ہو گیا اس لئے کسی کو حق نہیں کہ آپؐ کے بعد نبوتِ مستقلہ کا دعویٰ کرے۔

(۶) ہم مسلمان ہیں۔ خدا کی کتاب قرآن مجید پر کامل ایمان رکھتے ہیں۔ اور ہمارا ایمان ہے کہ سیدنا محمد ﷺ خدا کے نبی اور رسول ہیں۔ اور آپ کا دین تمام دینوں سے افضل ہے۔ اور ہمارا یہ بھی ایمان ہے کہ آپؐ خاتم الانبیاء ہیں۔'' (مواہب الرحمٰن ترجمہ عربی عبارت صفحہ ۶۶)

(۷) ہم اس بات پر سچا اور کامل ایمان رکھتے ہیں۔ جو (خدا نے) فرمایا ولکن رسول اللّٰه و خاتم النبیین.'' (ایک غلطی کا ازالہ)

(۸) مجھے اللہ جلّ شانہ کی قسم ہے کہ میں کافر نہیں ہوں۔ لاا له الّا اللّٰه محمد رسول اللّٰه میرا عقیدہ ہے اور ولکن رسول اللّٰه و خاتم النبین. پر آنخضرت ﷺ کی نسبت میرا ایمان ہے ......کوئی عقیدہ میرا

اللہ اور رسول کے فرمودہ کے برخلاف نہیں۔ اور جو کوئی ایسا خیال کرتا ہے خود اس کی غلط فہمی ہے۔ اور جو شخص مجھے اب بھی کافر سمجھتا ہے اور تکفیر سے باز نہیں آتا۔ وہ یقیناً یاد رکھے کہ مرنے کے بعد اُس کو پوچھا جائے گا۔ میں اللہ جلشانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرا خدا اور رسول پر وہ یقین ہے کہ اگر اس زمانہ کے تمام ایمانوں کو ترازو کے ایک پلہ میں رکھا جائے اور میرا ایمان دوسرے پلہ میں تو بفضلہٖ تعالیٰ یہی پلہ بھاری رہے گا۔''

(کرامات الصادقین صفحہ ۲۵)

پھر واضح رہے کہ کوئی شخص جماعت احمدیہ میں اس وقت تک داخل نہیں ہوسکتا جب تک کہ بیعت کے وقت آنحضرت صلعم کے خاتم النبیین ہونے کا اقرار بصدقِ دل نہ کرے۔ بیعت کے وقت جماعت میں داخل ہونے والے ہر شخص سے اقرار لیا جاتا ہے کہ وہ حضرت رسول مقبول ﷺ کو خاتم النبیین یقین کرے گا چنانچہ گواہ نمبر ۲ پر جرح کے دوران میں بیعت فارم عدالت کو دیا گیا تھا جس میں صاف مذکور ہے کہ

''میں آج احمدی سلسلہ میں محمود کے ہاتھ پر تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہوں اور اقرار کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے آئندہ بھی گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتا رہوں گا دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا۔ شرک نہیں کروں گا۔ اسلام کے تمام احکام کو بجا لانے کی کوشش کرتا رہوں گا۔ آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین یقین کروں گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تمام دعاوی پر ایمان رکھوں گا''۔ الخ

پس ان شواہد کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ حضرت مرزا صاحب اور آپ کی جماعت آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین نہیں مانتی ایک سیاہ جھوٹ اور ناپاک بہتان ہے۔

(۲)

کیا خاتَم النبیین ہر قسم کی نبوت کو مانع ہے؟

مخالف گواہوں نے اپنے بیان میں مندرجہ ذیل امور بالتصریح ذکر کئے ہیں؛

(۱) خاتم النبیین کے صرف یہ معنے ہیں کہ آنحضرتؐ نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں آپ کے بعد کسی قسم کا نبی نہیں آ سکتا۔

(۲) جو اِن معنوں کے سوا خاتم النبیین کے کچھ اور معنے کرے وہ کافر ہے۔

(۳) آپ کے بعد جو مدعی نبوت ہو اُسے آنکھ بند کر کے کہہ دو کہ تو جھوٹا ہے۔ کذاب ہے۔ دجال ہے۔ اور جو شخص مدعی نبوت سے معجزہ طلب کرے وہ بھی کافر ہے۔

(۴) آنحضرت صلعم کے بعد کسی کو عہدہ نبوت نہ دیا جائے گا۔ اسپر صحابہؓ۔ تابعین۔ تبع تابعین اور تمام مفسرین کا اجماع ہے اور جو شخص اس میں کسی قسم کی تاویل یا تخصیص کرے۔ وہ ضروریاتِ کا منکر سمجھا جائے گا۔

لفظ خاتَم النّبیّن کی تفسیر

نمبر اول کے متعلق گواہوں سے دورانِ جرح میں ہم نے پوچھا تھا کہ اگر خاتَم النّبیّین کے یہی معنے ہیں جو تم نے بیان کئے ہیں کہ لفظ خاتم ہمیشہ عربی زبان میں صرف آخر کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ تو کلامِ عرب سے اِس کی دو تین مثالیں پیش کرو۔ لیکن کسی گواہ نے اس قسم کی ایک بھی مثال پیش نہیں کی۔ جس سے معلوم ہوا کہ اُن کے بیان کردہ معنی صحیح نہیں۔ اس لئے سب سے پہلے یہ امر قابلِ غور ہے کہ کیا واقعی خاتَم النّبیّین سے یہی مراد ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آ سکتا؟ اگر یہی مراد ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے متعلق ان علماء کا جو عقیدہ ہے وہ بھی یکسر باطل ہے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰؑ بھی نبی اور رسول ہیں۔ اور نبی اور رسول ہونے کی حالت میں ہی نزول فرمائیں گے۔

ملاحظہ ہو حجج الکرامہ صفحہ ۴۲۶

نمبر۱ ''وعیسیٰ نبی است پس دُور نیست کہ ز قرآن فہم کند مثل فہم آنحضرت ﷺ۔''

نمبر۲ ''وہمچنین افضیلت عیسیٰؑ بر خیر اصحاب بوجہ نبوت۔'' صفحہ ۴۲۷

نمبر۳ امام جلال الدین سیوطی کا قول ہے:- وَمَن قال بسلب نبوة کفر حقاً۔ (صفحہ ۴۳۱) کہ جس نے حضرت عیسیٰؑ کے متعلق یہ کہا کہ وہ آخر زمانہ میں نبوت سے معزول ہو کر آئیں گے وہ بلا ریب کافر ہے۔

نمبر۴ ’’فھو علیه السلام و ان کان خلیفة فی الامة المحمدیة نھو رسول و نبی کریم عَلیٰ حالِهٖ الخ (۴۲۶) کہ عیسیٰ علیہ السلام (وقت نزول) اگرچہ امّت محمدیہ میں بطور ایک خلیفہ کے ہوں گے مگر پھر بھی وہ اپنی پہلی حالت کے مطابق نبی اور رسول ہوں گے۔ بعض لوگوں کا جو یہ خیال ہے کہ وہ محض امتی ہو کر بغیر نبوت و رسالت کے آئیں گے صحیح نہیں کیونکہ نبوت اور رسالت ایسی نعمتیں ہیں جو موت کے بعد بھی زائل نہیں ہوتیں۔‘‘

پس اگر خاتَم النّبیّین میں لفظ ’’النّبیّین‘‘ سے مراد ہر قسم کے نبی کا آنا ممتنع ہے تو حضرت عیسیٰؑ بھی نہیں آسکتے۔ اگر کہو کہ نئے نبی کا آنا ممتنع پُرانے کا نہیں تو ہم بڑے ادب سے عرض کریں گے کہ جس طرح آپ نے ’’النّبیّین‘‘ سے ایک پُرانے نبی کو مستثنیٰ کرلیا ہے۔ اِسی طرح ایک اُمّتی غیر تشریعی نبی کا استثنا بھی ہوسکتا ہے۔

(۳)

آنحضرت ﷺ لفظ خاتَم سے کیا سمجھے؟

جب ہم احادیث پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ خود حضور سرورِ عالم ﷺ نے آیت خاتَم النَّبِیّین سے نبوت کو بکلّی مسدود نہیں سمجھا۔ کیونکہ آیت خاتم النّبیّین ۵ھ میں بعد نکاح حضرت زینبؓ نازل ہوئی۔ (روح المعانی و تاریخ الخمیس جلد ا صفحہ ۵۶۴) اور حضورؐ کے فرزند ارجمند ابراہیم ۸ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ۱۰/ربیع الاوّل ۱۰ھ بروز منگل فوت ہوئے۔ (تاریخ الخمیس جلد ۲ صفحہ ۱۶۲) اُن کی وفات پر حضورؐ نے فرمایا۔ لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِیْمُ لَکَانَ صِدِّیْقاً نَبِیًا (ابن ماجہ جلد اول صفحہ ۲۳۷ مصری) کہ اگر ابراہیم زندہ رہتا ہو تو ضرور صدیق نبی ہوتا پس آیت خاتم النبیین کے نزول کے پانچ سال بعد حضورؐ کا یہ فرمانا ثابت کرتا ہے کہ حضورؐ نے اس آیت سے نبوت کو بکلّی مسدود نہیں خیال فرمایا۔

ایک شبہ کا ازالہ

اگر کوئی کہے کہ وہ زندہ اس لئے نہیں رہے کہ نبوت ختم ہو چکی تھی تو اس کا جواب یہ ہے کہ پھر اس صورت میں ابراہیم کی کوئی فضیلت ثابت نہیں ہوتی اور حضور کا فرمانا ایک لغو

بات ہو جاتی ہے ۔نعوذ باللہ ۔لہذا اگر حضورؐ کے بعد فی الواقعہ کسی قسم کی نبوت کا حصول باقی نہیں تھا۔تو بتاؤ حضورؐ نے یہ کیوں فرمایا کہ اگر ابراہیم زندہ رہتا تو ضرور نبی ہوتا؟ کیا جھوٹی تعریف کی؟

ہاں البتہ اگر حضور ابراہیم کی زندگی میں یہ فرماتے کہ اگر یہ زندہ رہا تو نبی ہوگا۔تب تو یہ جواب کسی قدر صحیح ہوسکتا تھا۔مگر حضور تو ان کی وفات کے بعد فرماتے ہیں۔اب وفات کے بعد اگر اس قول سے یہ مقصود ہوتا کہ حضور کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آسکتا تو یہ کہنا زیادہ مناسب تھا کہ اگر ابراہیم زندہ بھی رہتا تو بھی وہ نبی نہ ہوتا۔مگر یہ نہیں فرمایا۔جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ کے بعد ایک قسم کی نبوت جاری ہے جسے ابراہیم بھی اگر زندہ رہتے تو حاصل کر سکتے تھے۔اس کی مثال ایسی ہے۔جیسے ایک ایف ۔اے پاس شدہ طالب علم کی وفات پر کہا جائے کہ اگر یہ زندہ رہتا تو ضرور بی۔اے پاس کر لیتا۔اس فقرہ سے ہر عاقل و فرزانہ یہی سمجھے گا کہ بی ۔اے کوئی درجہ ہے جسے وفات یافتہ طالب علم بوجہ موت حاصل نہیں کر سکا۔اب اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ بی۔اے کوئی درجہ نہیں یا اس کا حصول ناممکن ہے غلط ہے۔

پھر یہ کہاں لکھا ہے کہ نبی کی اولاد بھی ضرور نبی ہوتی ہے۔تا کہ ہم یہ تسلیم کریں کہ خدا تعالیٰ نے اِسی لئے حضرت ابراہیم کو وفات دے دی کہ کہیں وہ نبی نہ بن جائیں ۔اگر یہی وجہ وفات کی تھی تو اُن کو پہلے سے پیدا کرنے کی کیا ضرورت تھی جب کہ انہیں اس ڈر سے مارنا پڑا کہ کہیں نبی نہ ہو جائیں ۔

ایک اور شبہ کا جواب

بعض کہہ دیتے ہیں کہ یہ حدیث ہی صحیح نہیں ۔مگر ایسے لوگوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ جیسا کہ شہاب علی البیضاوی جلد ۷ صفحہ ۱۷۵ میں مذکور ہے ''**لو عاش ابراھیم لکان نبیاً. اقول اما صحة الحدیث فلا شبھة فیھا لانه رواہ ابن ماجةو غیرہ، کما ذکرہ ابن حجر.**'' کہ اس حدیث کی صحت میں کوئی شبہ نہیں جیسا کہ ابن حجر نے ذکر کیا ہے اور ابن ماجہ کے علاوہ اور محدثین نے بھی اسے روایت کیا ہے۔

اور مشہور امام ملّا قاری نے بھی اپنی کتاب موضوعات کبیر صفحہ ۶۹ میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور ان لوگوں کے شبہات کا جنہوں نے اس کی صحت میں توقف کیا ہے مدلّل طور پر تردید کی ہے اور کہا ہے کہ اگر ابراہیم زندہ رہتے اور نبی بن جاتے اور اسی طرح حضرت عمرؓ اگر نبی ہو جاتے تو وہ دونوں آنحضرت صلعم کے متبع ہوتے اور حضرت ابراہیم کا بشرط زندگی ایسی نبوت کا پانا کہ آنحضرت ﷺ کے تابع رہیں جائز الوقوع تھا۔

(۲) تفسیر صافی صفحہ ۱۱۱ میں زیرِ آیت خاتَم النّبیین ایک حدیث لکھی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ ''**انا خاتم الانبیاء و انت یا علی خاتم الاولیاء .**'' یعنی مَیں خاتم الانبیاء ہوں او راے علیؓ! تو خاتم الاولیاء ہے۔ اس روایت سے بھی ظاہر ہے۔ کہ حضرت رسولِ مقبول ﷺ نے بھی خاتم النّبیین کے لفظ سے نبوت بکلّی مسدود نہیں سمجھی اور حضرت علیؓ کو خاتم الاولیاء کہہ کر خاتم الانبیاء کے معنے کی وضاحت کر دی۔

(۴)

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم خاتم النبیین سے کیا سمجھے

آنحضرت ﷺ کے بعد اب ہم صحابہؓ کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ انہوں نے اس آیت سے کیا سمجھا۔ سو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مرتبہ اہل علم سے مخفی نہیں۔ آپ قرآن مجید اور احادیث کے سمجھنے میں یدِ طولیٰ رکھتی تھیں۔ آپ کا قول ہے؛

قولو ا خاتم النّبیّین و لا تقولوا لا نبی بعدہ رواہ ابن ابی شیبہ (در منثور جلد۵ صفحہ ۲۰۴) و (تکملہ مجمع البحار صفحہ ۸۵) کہ تم آنحضرت ﷺ کو خاتم النّبیین تو کہو۔ مگر یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قول سے ظاہر ہے کہ وہ لوگ جو الفاظ خاتم النّبیین اور لا نبی بعدی سے یہ سمجھتے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا غلطی پر ہیں۔

دوسری شہادت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہے؛

علامہ ابن الانباری نے مصاحف میں ابو عبدالرحمٰن بن سلمیٰؓ سے لکھا ہے

'' **کنتُ اقرئ الحسن و الحسن فمرّبی علی ابن ابی طالب و انا**

!اقرئهما و قال لی اقرأهما و خاتَم النّبیّن بفتح التاء ''

(در منثور زیر آیت خاتم النبیین)

کہ میں حسنؓ اور حسینؓ کو پڑھایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ حضرت علیؓ پڑھاتے
وقت میرے پاس سے گزرے اور فرمایا کہ ان دونوں کو لفظ خاتم النبیین
ت کی زبر سے پڑھاؤ۔

دوسری قرآت میں خاتم تؔ کی زیر سے بھی آیا ہے۔ پس اگر حضرت علیؓ کے نزدیک ت کی زبر سے خاتم کے معنے آخری نبی کے بنتے تھے تو آپ نے زیر پڑھانے سے کیوں منع فرمایا بلکہ زیر سے ختم کرنے کے معنے زیادہ واضح ہو جاتے تھے کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ دونوں میں آپ فرق سمجھتے تھے۔ اور زیر پڑھانے سے آپ کو اس بات کا خطرہ تھا کہ کہیں بچوں کے ذہن میں نبوت کے متعلق خلاف قرآن عقیدہ نہ بیٹھ جائے ورنہ اگر خاتَم اور خاتِم دونوں کے ایک معنے ہوتے جیسا کہ علماء دیوبند کہتے ہیں تو حضرت علیؓ کو تنبیہ کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ خاتِم اور خاتَم کی لغوی بحث آگے بیان ہو گی جس سے معلوم ہو جائے گا کہ حضرت علیؓ نے کیوں خاتَم کو زبر سے پڑھانے کی تاکید کی۔

(۵)
سَلف صَالحین خاتَم کے کیا معنے سمجھے؟

اب میں چند جیّد علماء اور ائمہ کے اقوال کا ذکر کرتا ہوں جن سے واضح ہو جائے گا کہ وہ خاتم النبیین سے کیا سمجھتے تھے۔

(ا) ملاّ علی قاری جو حنفی فرقہ کے ایک بہت بڑے امام مانے گئے ہیں وہ اپنی کتاب ''موضوعات کبیر'' صفحہ ٦٩ پر یہ لکھ کر کہ اگر ابراہیمؑ زندہ رہتے اور نبی ہو جاتے اور اسی طرح حضرت عمرؓ اگر نبی ہو جاتے تو پھر بھی وہ دونوں آپؐ کے تابعین میں سے ہوتے فرماتے ہیں؛

''فلایناقض قوله خاتم النبیین اذا لمعنیٰ انه لایاتی بعده نبی ینسخ ملّته ولم یکن من اُمته'' کہ ابراہیمؑ اور حضرت عمرؓ کا نبی ہو جانا اللہ تعالیٰ کے قول خاتم النبیین کے خلاف نہ ہوتا کیونکہ خاتم النبیین کے معنے یہ ہیں کہ آپ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آ

سکتا جو آپ کی امت سے نہ ہو اور آپ کی شریعت کو منسوخ کرے۔
اس سے ظاہر ہے کہ ایسا نبی جو آنخضرت صلعم کا متبع اور امتی ہو آپ کے بعد آ سکتا ہے اور اس کا آنا خاتم النبیین کے منافی اور مناقض نہیں ہے۔
(۲) شیخ الہند حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی جنہوں نے بارھویں صدی کے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا فرماتے ہیں؛

" ختم به النبيّيون اى لا يوجد من يامره الله سبحانه بالتشريع على الناس . " (تفہیمات الٰہیہ تفہیم نمبر ۵۳)

کہ آنخضرت ﷺ کے خاتم النبیین ہونے سے مراد یہ ہے کہ آپؐ کے بعد کوئی ایسا شخص نہ ہوگا جسے خدا تعالیٰ نئی شریعت دے کر لوگوں کی طرف معمور فرمائے۔

(۳) شیخ محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں؛

" و كان من جملة مافيهاتنزيل الشرائع فختم الله هٰذا التنزيل بشرع محمدصلى اللّٰه عليه وسلم فكان خا تم النبيين . " (فتوحات مکیہ جلد ۲ صفحہ ۵۶)

کہ آنخضرت ﷺ کی شریعت پر چونکہ تمام شرائع کا اختتام ہو گیا۔ اس وجہ سے آپ خاتم النبیین ٹھہرے۔

(۴) سید عبدالکریم جیلیؒ فرماتے ہیں:-

"وانقطع حكم نبوة التشريع بعده' و كان محمّد صلى الله عليه وسلم خاتم النّبيين لانه جاء بالكمال و لم يجيئ احد بذٰلک . " (الانسان الکامل جلد ا صفحہ ۹۸)

کہ تشریعی نبوت کا حکم آنخضرت ﷺ کے بعد منقطع ہو گیا۔ اور محمد ﷺ خاتم النّبیّن ٹھیرے کیونکہ آپ کامل شریعت لائے اور دوسرا کوئی ایسا کمال نہ لایا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ پر ہی **الیوم اکملت لکم دینکم** کی آیت اُتری اور کسی نبی پر نہ اُتری۔

(۵) حضرت امام ربّانی مجدّد الف ثانیؒ فرماتے ہیں:-

''پس حصول کمالاتِ نبوت مرتابعان را بطریق تبعیت د وراثت بعد از بعثت خاتم الرسل علیہ وعلی جمیع الانبیاء والرسل الصلوات والتحیات منافی خاتمیت اونیست۔ ولاتکن من الممترین۔''

(مکتوبات امام ربّانی مکتوب نمبر۳۰۱ جلداول صفحہ۴۳۲)

یعنی خاتم الرسل کی بعثت کے بعد کمالات نبوت کا حصول تابعین کے لئے بطریق وراثت آپؐ کے خاتم النبیّین کے منافی نہیں۔ لہذا تُو اے مخاطب شک کرنے والوں سے نہ بن۔

(۶) حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ فرماتے ہیں:-

''ہیچ کمال غیر از نبوت بالا صالت ختم نگر دیدہ ددرمبدء فیاض بخل و دریغ ممکن نیست۔''
(مقاماتِ مظہری صفحہ ۸۸)

کہ کوئی کمال بجز نبوت بالاصالت کے ختم نہیں ہوا۔ اور مبدء فیاض خدا سے بُخل ممکن نہیں۔

(۷) مولانا محمد قاسم صاحب بانئ مدرسہ دیو بند فرماتے ہیں:-

''اوّل معنی خاتم النبیّین کے معلوم کرنے چاہئیں تا کہ فہمِ جواب میں کچھ دِقّت نہ ہو۔ سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ ﷺ کا خاتم ہوتا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد ہے اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ مگر اہلِ فہم پر روشن ہو گا کہ تقدم و تاخّر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ پھر مقامِ مدح میں ولکن رسول اللہ فرمانا کیونکر صحیح ہوسکتا ہے۔''
(تحذیرالناس صفحہ ۱)

پھر صفحہ ۲۸ میں لکھتے ہیں:-

''بلکہ اگر بالفرض بعد زمانۂ نبویؐ بھی کوئی نبی پیدا ہوتو پھر بھی خاتمیت محمدیؐ میں کچھ فرق نہ آئے گا۔''

(۸) مولانا رومؒ اپنی مثنوی دفتر پنجم صفحہ ۴۲ میں فرماتے ہیں۔

مکر کن در راہِ نیکو خدمتے
نبوت یا بی اندر اُمّتے
کہ تُو راہِ نیک میں تدبیر کر
تا کہ تو نبوت حاصل کر سکے

پھر فرماتے ہیں:۔

پیشہ اش اندر ظہور و در کمون
اھد قومی اِنّھم لا یعلمون
بازگشتہ ازدم او ہردوباب
در دو عالم دعوتِ او مستجاب
بہر ایں خاتم شد است او کہ بجود
مثل او نے بود نے خواہند بود
چونکہ در صنعت بردار استاد دست
نے تو گوئی ختمِ صنعت بر تو است

(مثنوی مطبوعہ مجیدی پریس کانپور صفحہ۶ دفتر ششم)

''یعنی آنحضرت ﷺ کا پیشہ مبارک خلوت وجلوت میں یہی تھا کہ آپؐ خدا سے اپنی قوم کے لئے ہدایت طلب کرتے تھے آپ کی تشریف آوری سے دین و دنیا کے دونوں دروازے کھل گئے ۔ اور آپ کی دُعا دونوں جہان میں قبول ہوئی۔ یعنی اس عالم میں بھی لوگوں کے لئے شفیع ٹھیرے اور آخرت میں بھی۔ پس اس روحانی فیضان کی وجہ سے آپ خاتم ہوئے۔ نہ آپ کی مثل پہلے کوئی کامل انسان اور کامل سخی روحانیت کا فیضان پہنچانے میں ہوا اور نہ آئندہ ہوگا۔اور دوست جب کوئی شخص کسی صنعت میں دسترس حاصل کر کے کمال کے درجہ کو پہنچ جاتا ہے ۔تو کیا تو اس کے متعلق یہ نہیں کہتا کہ اِس پر کاریگری ختم ہے۔''

حضرت مرزا صاحب مسیح موعود علیہ السلام بھی یہی فرماتے ہیں کہ

''اللہ جلّ شانہٗ نے آنحضرت صلعم کو صاحبِ خاتم بنایا۔ یعنی آپ کو افاضہ کمال کے لئے مہر دی جو کسی اور نبی کو ہر گز نہیں دی گئی۔ اِسی وجہ سے آپؐ کا نام خاتم النبیّین ٹھہرا۔ یعنی آپ کی پیروی کمالاتِ نبوت بخشتی ہے اور آپؐ کی توجّہ رُوحانی نبی تراش ہے۔'' (حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۷)

سیاق وسباق کے لحاظ سے آیت کے معنی

یہ بات مسلّم ہے کہ قرآن مجید ایک منظّم کلام ہے بکھرے ہوئے موتیوں کی طرح نہیں ۔ اِس لئے ضروری ہے کہ ہم اِس آیت کے سیاق وسباق پرغور کریں ۔ اور بحکمِ ایزدی تدبّر کر کے معلوم کریں کہ آیت خاتم النبیّین سے کیا مراد ہے۔

جاننا چاہئے کہ اِس آیت سے قبل حضرت زینبؓ کے ساتھ نکاح کرنے کا ذکر ہے۔ جو زیدؓ کی مطلّقہ بیوی تھیں ۔ اور ابتداء میں آنحضرت ﷺ نے زیدؓ کو اپنا متبنّیٰ بنایا ہوا تھا اور عرب متبنّیٰ کو حقیقی بیٹے کی طرح سمجھتے تھے جس کی تردید اللہ تعالیٰ نے اِسی سورۃ کے شروع میں کر دی ہے کہ کسی کے کسی کو بیٹا کہہ دینے سے وہ اُس کا حقیقی بیٹا نہیں بن جاتا۔ لیکن جب آپؐ نے حضرت زینبؓ سے نکاح کیا۔ تو عرب کے لوگوں نے اعتراض کیا کہ محمد صلعم نے اپنی بہو سے شادی کر لی ۔ ملاحظہ ہو ترمذی کتاب التفسیر ۔ اِس اعتراض کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری اور فرمایا۔ وما کان محمّد ابا احد رجالکم الخ یعنی تمہارا اے مخالفو یہ اعتراض بالکل لغو ہے کیونکہ بیٹے کی بیوی سے شادی کرنے کا اعتراض اُس وقت صحیح ہوسکتا تھا جبکہ آپ کا وہ حقیقی بیٹا ہوتا۔ مگر آپ تو ظاہری طور پر تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ۔ اور ۵ھ میں آپ کا فی الواقعہ کوئی بیٹا موجود تھا۔

وَ لٰکِنۡ رَسُوۡلَ اللّٰہِ

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کافروں کا اعتراض یہ تھا کہ آپؐ نے بیٹے کی بیوی سے شادی کر لی ۔ جواب دیا گیا کہ آپؐ کا تو کوئی بیٹا ہی نہیں تو بیٹے کی بیوی کہاں سے آ گئی ۔ بس اتنا جواب کافی تھا۔ پھر وَلٰکِنۡ رَسُوۡلَ اللّٰہِ کا جملہ کیوں زائد کیا گیا؟ سو اِس کے متعلق یاد رکھنا چاہئے کہ حرف لکن زبان عرب میں استدراک کے لئے آتا ہے۔ یعنی پہلے کلام سے جو شبہ پیدا ہوتا ہے حرف لکن اس کا ازالہ کرتا ہے۔

پہلے اِسی سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی ازواجِ مطہرات کو مومنوں کی مائیں قرار دیا ہے اور اِس طرح آپ کو مومنوں کا باپ کہا ہے۔ جیسا کہ تفسیر ابن جریر جلد ۲۱ صفحہ ۷۷ اور درمنثور جلد ۵ صفحہ ۱۸۳ میں حسن ۔ عکرمہ ۔ مجاہد ۔ اور ابن عباسؓ سے روایت

ہے کہ انہوں نے آیت اولیٰ با لمؤمنین من انفسھم کے آخر میں و ھو اب لھم پڑھا۔یعنی آپ مومنوں کے باپ ہیں ۔گویا اس آیت میں آپ کا باپ ہونا بلحاظ نبی ہونے کے بیان کیا گیا تھا۔لیکن آگے چل کر آیت خاتم النّبیین میں ابوت سے بالکل انکار کر دیا گیا۔ چونکہ اِس طرح ابوتِ مطلقہ کی نفی سے ابوتِ روحانی وجسمانی دونوں کی نبی ہونے کا اندیشہ تھا اور شُبہہ پڑتا تھا کہ آپ اب نبی بھی نہیں سو اِس شبہہ کو دُور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ولکن رسول اللہ کہ آپ بلحاظ اللہ کے رسول ہونے کے بدستور مومنوں کے رُوحانی باپ ہیں۔ چنانچہ شہاب علی البیضاوی جلد ۱ صفحہ ۱۷۵ میں لکھا ہے:۔

''انه لما نفیت ابوته مع الاشتهار ان کل رسول ابٌ لاُمّته انما یوهم نفی الرسالة فاستدرک ذٰلک فعلم منه ان المنفی الابوة الحقیقیة''

کہ جب آپ کے باپ ہونے کی نفی کی گئی تو شبہ گذرتا تھا کہ آپؐ رسول بھی نہیں ۔ حالانکہ مشہور ہے کہ ہر ایک رسول اپنی امّت کا باپ ہوتا ہے۔اس لئے حرف لاکن کے ساتھ استدراک کیا گیا۔کہ یہاں صرف حقیقی باپ ہونے کی نفی کی گئی ہے ۔ روحانی باپ ہونے کی نہیں ۔اور فتح البیان میں اس آیت کے ماتحت لکھا ہے۔

''و حاصله ما کان محمّد . الی ۔رسول الله کی آنحضرتؐ حقیقۃً مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن بوجہ رسول اللہ ہونے کے واجب الاطاعت ہیں اور تمہارے باپ ہیں۔''

وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ

سوال:۔جب شبہ زائل ہو گیا تو رسول اللہ کے بعد خاتم النّبیین کہنے کی کیا ضرورت پیش آئی؟ جواب اس کا یہ ہے کہ تفسیر فتح البیان میں اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے امام نسفی کا ایک قول نقل کیا گیا ہے. ''کُلُّ رَسُوْلِ اَبُوْ اُمَّتِهٖ'' کہ ہر رسول اپنی امت کا روحانی باپ ہوتا ہے ۔اور آنحضرت صلعم بھی اپنی امت کے روحانی باپ ہیں تو آپ میں اور دوسرے رسولوں میں کیا فرق ہوا؟ لہذا اتنا کہہ دینے سے کہ بحثیت رسول آپ اپنی اُمت کے باپ

ہیں آپ کی دوسرے رسولوں پر کوئی فضیلت ظاہر نہیں ہوتی تھی اِس لئے اللہ تعالیٰ نے خاتم النّبیین فرما کر آپؐ کو دوسرے تمام رسولوں سے ممتاز کر دیا کہ اور نبی تو اپنی امت یعنی صرف مومنوں کے ہی باپ تھے۔ مگر آپ ایسے عظیم الشان اور جلیل القدر نبی ہیں کہ انبیاء کے بھی باپ ہیں۔ لہذا آپ ابوالمومنین ہی نہیں ہیں بلکہ ابوالنبیّین بھی ہیں۔ اور اگر خاتم النّبیّین کے یہ معنے کئے جائیں کہ آپ سب نبیوں کے آخر میں آئے ہیں تو اس میں آپ کی کوئی فضیلت نہیں ہے۔ جیسا کہ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی نے فرمایا کہ ''تقدّم یا تاخّر زمانی میں بالذات کوئی فضیلت نہیں'' (تحذیر الناس صفحہ ا)

(۷)

خَاتَمَ النَّبِیِّنَ کے صحیح معنی

واضح رہے کہ عربی زبان میں خَاتَم بفتح التاء کے معنی انگوٹھی کے ہیں جیسا کہ لغات کی کُتب میں لکھا ہے۔ اور خاتِم بکسر التاء بھی ان معنوں میں کبھی استعمال ہوتا ہے۔

عربی کی لغت منجد میں لکھا ہے؛

'' **الخاتم بفتح التاء و کسر ها حلی للا صبع یلبس او ما یختم به.** ''

اور خاتَم انگلی کا ایک زیور ہے جسے پہنا جاتا ہے یا ایک آلہ جس کے ساتھ مہر لگائی جاتی ہے۔ آیت میں خَاتَم ہے۔ لیکن دوسری قرآت خاتِم تاء کی زیر سے بھی مروی ہے۔ خاتِم بکسر التاء کے دو (۲) معنے ہو سکتے ہیں ایک ختم کرنے والا۔ دوسرے مہر لگانے والا یا صرف مہر۔ لیکن خاتَم بفتح التاء کے عربی زبان میں سوائے انگوٹھی یا مہر کے اور معنی نہیں آتے۔ اور احادیث میں خاتَم تاء کی زبر سے بکثرت انگوٹھی اور مُہر کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک صحابیؓ سے جو نکاح کے خواہشمند تھے لیکن مَہر کے لئے کچھ پاس نہ تھا۔ آپؐ نے فرمایا کے کچھ تلاش کر کے لاؤ **وَلَوْ خَاتَماً مِنْ حَدِیْدٍ** اگر چہ لوہے کی انگوٹھی ہی ہو۔

اب اس لحاظ سے خَاتَم النّبِیّن کے معنے ہوئے نبیوں کی مُہر یا انگوٹھی۔ لیکن آپ

انگوٹھی اور مُہر تو حقیقتاً نہیں۔ اس لئے ضروری ہوا کہ وجہ شبہ تلاش کی جائے۔ سو وجہ شِبہ مندرجہ ذیل ہوسکتی ہیں:۔

اوّل۔ یہ کہ انگوٹھی زینت کے لئے پہنی جاتی ہے۔ اِس لحاظ سے خَاتَمَ النَّبِیّین کے معنے ہوئے کہ آپ انبیاء علیہم السلام کے لئے بطور زینت کے ہیں۔ چنانچہ تفسیر فتح البیان جلد ۷ صفحہ ۲۸۶ میں لکھا ہے کہ خاتَم کے معنے ہیں وہ اُن کے آخر میں آیا اور **خاتَم بفتح التأ** کے معنے ہیں:۔

''**صار کا لخاتَم لهم الذی یختمون به ویتزینون بکونه منهم.**'' کہ آپ انبیاء کے لئے بمنزلہ خاتم کے ہیں۔ یعنی آپ کا نبی ہونا دوسرے انبیاء کے لئے باعثِ زینت ہے۔

مجمع البحرین میں لکھا ہے:۔

'' **خاتم بمعنی الزینة ماخوذ من الخاتم الذی هو زینة للابسه.**'' کہ خاتَم کے معنے زینت کے ہیں۔ جو خاتَم سے ماخوذ ہیں اور جو اپنے پہننے والے کے لئے زینت ہوتی ہے۔

پس اس وجہ شِبہ کے لحاظ سے آیت کے معنے ہوئے کہ آپ سب نبیوں کی زینت ہیں۔ یعنی انبیاء کا مقدس گروہ آپؐ کے وجود مسعود کو اپنے لئے باعثِ فخر اور باعثِ زینت سمجھتا ہے۔ **صلی الله علیه و علیٰ جمیع الانبیاء والمرسلین.**

دوسری وجہ شِبہ جو انگوٹھی میں اور آپؐ کے خاتَم النّبیّین ہونے میں ہوسکتی ہے وہ یہ ہے کہ جس طرح انگوٹھی تمام انگلی کو گھیرے ہوئے ہوتی ہے۔ اِسی طرح آپ تمام نبیوں پر محیط ہیں یعنی جس قدر خوبیاں اور کمالات دوسرے انبیاء میں فرداً فرداً پائے جاتے ہیں۔ وہ سب آپ کی ذاتِ والا صفات مین بدرجۂ اتم موجود ہیں۔ اور آپ جامع جمیع کمالاتِ انبیاء ہیں۔ اور علی الاطلاق سب انبیا سے افضل و برتر ہیں۔ اِن معنوں کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ خاتم کا لفظ کمال کے معنوں میں بکثرت استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے ؎

فجع القریض بخاتم الشعراء

و غدیر روضتها حبیب الطائی

(وفیات الاعیان لابن خلکان جلد ۱ صفحہ ۱۲۳)

اِس شعر میں حبیب طائی کو خاتم الشعراء قرار دیا گیا ہے۔ لیکن اس سے شاعر کا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ اب اس کے بعد کوئی شاعر پیدا نہیں ہوگا۔ بلکہ اس کا مقصد اس سے صرف یہی ہے کہ وہ ایک ایسا باکمال شاعر تھا جس میں تمام کمالات شعر پائے جاتے تھے۔ جو ایک شاعر میں ہونے چاہئیں۔

انہی معنوں میں حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانیؒ نے ختم کا لفظ استعمال کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:-

''وبک تختم الولایۃ.'' (فتوح الغیب مقالہ ۴)

کہ پھر تُو اے بھائی ایسے اعلیٰ مقام پر پہنچ جائے گا جہاں تجھ پر ولایت ختم ہو جائے گی۔ یعنی تُو خاتم الاولیاء ہو جائے گا۔

اور انہی معنوں میں شیخ محی الدین ابن عربی کو فتوحات مکیّہ کے ٹائیٹل پیج پر خاتم الاولیاء لکھا ہوا ہے۔ اور مولوی بدر عالم صاحب مدرس دیوبند نے اپنے رسالہ الجواب الفصیح صفحہ ۲ پر مولوی انور شاہ کو خاتم المحدثین اور مولوی شبیر احمد نے مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کو خاتم الاکابر لکھا ہے۔ (رسالہ القاسم جلد ۲ صفحہ ۵) اور مولوی محمود حسن صاحب نے اپنے مرثیہ کے ٹائٹل پیج پر اپنے استاد مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کا خاتم الاولیاء لکھا ہے۔ اسی طرح رسالہ ''عجالہ نافعہ'' کے ٹائٹل پیج پر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کو خاتم المحدثین لکھا ہے۔ اِسی طرح خاتم الفقہاء وغیرہ الفاظ بکثرت تحریر و تقریر میں استعمال کئے جاتے ہیں۔ مگر ان سے کبھی یہ مراد نہیں لی جاتی کہ وہ شخص اس گروہ کا آخری فرد ہے۔ اور اب اس کے بعد کوئی دوسرا محدث اور ولی نہیں ہوگا۔

عربی زبان کے علاوہ ختم کا لفظ اردو اور فارسی میں بھی کمال کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ اردو زبان کا مشہور شاعر حسرتؔ موہانی کہتا ہے۔

اس ناز پہ ختم ہیں سب شیوہ ہائے ناز
جس کو بنا کے خود بھی ہے نازاں خدائے ناز

پھر کہتا ہے

ختم تھا جس پر کبھی اندازِ حسنِ دلبری

آہ! اب لاؤں کہاں سے وہ نگاہِ التفات

اور فارسی زبان کا ایک مشہور اور بلند پایہ شاعر انوری غیاث الدین بادشاہ کی تعریف میں کہتا ہے ؎

مادرِ گیتی نہ زائد زیر چرخ چنبری

پادشاہے چوں غیاث الدیں گدا چوں انوری

برتو سلطانیست ختم و برمن مسکیں سُخن

چوں شجاعت بر علیؓ بر مصطفٰے پیغمبری

کہ جس طرح رسول مقبولؐ پر نبوت اور علیؓ پر شجاعت ختم ہے اسی طرح غیاث الدین پر بادشاہی اور مجھ پر شاعری ختم ہے

تیسری وجہ شبہ یہ ہے کہ مہر تصدیق کے لئے ہوتی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے عجم کے بادشاہوں کو دعوت اسلام کے خطوط لکھنے کا ارادہ فرمایا تو آپ سے عرض کیا گیا کہ شاہانِ عجم ایسے خط کو جس پر صاحب مکتوب کی مہر نہ ہو قبول نہیں کرتے ۔ راوی کہتا ہے ؛

''**فاتخذ خاتما من فضة و نقش فيه محمد رسول الله.**'' (نسائی)

کہ تب آپ نے چاندی کی ایک مہر بنوائی اور اُس میں ''محمد رسول اللہ'' کے الفاظ نقش کئے ۔

اس سے ظاہر ہے کہ مہر کی غرض محض تصدیق تھی کہ یہ خط واقعی آپ کا ہے ۔ پس خاتم النبیین کے معنے اس لحاظ سے یہ ہوئے کہ آپ سب نبیوں کے مصدق ہیں ۔ یعنی کسی نبی کی نبوت اُس وقت تک ثابت نہیں ہوسکتی جب تک کہ آپ کی اُس پر مہر تصدیق نہ ہو چنانچہ مولوی آل حسن صاحب اپنی کتاب استفسار میں فرماتے ہیں ؛

''ازانجملہ اگلے سب انبیاء بنی اسرائیل پر ایمان لانے کی بسبب فقدان اسناد اور ثبوت تحریف کے کوئی سبیل نہیں باقی رہی بجز تصدیق حضرت خاتم النبیین کے ۔'' (استفسار بر حاشیہ ازالہ اوہام صفحہ ۳۷۹)

جیسا کہ آپ سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئے۔ اگر آنحضرت ﷺ تشریف نہ لاتے اور قرآن میں حضرت عیسیٰؑ کو نبی نہ کہا گیا ہوتا تو آج کوئی بھی مسلمان عیسیٰ کو نبی نہیں مانتا۔ آپؐ کے کہنے سے مسلمانوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی مانا۔ ورنہ یہودی تو انہیں کافر وملحد اور جھوٹا کہتے تھے اور عیسائی انکو خدا بنا رہے تھے ایسی حالت میں آنحضرت ﷺ نے آکر اُن کی تصدیق کی اور فرمایا **ما المسیح ابن مریم الّا رسول** کہ مسیح ابن مریم صرف ایک رسول تھے۔ پس آپؐ کا مرتبہ اتنا عظیم الشان ہے کہ کسی نبی کی نبوت بدوں آپ کے ثابت نہیں ہوسکتی۔ پس آئندہ بھی اگر کوئی نبی آئے تو وہ آپ ہی کا متبع ہوگا اور آپ کی طرف سے مصدّق ہوگا۔

اگر کہا جائے کہ مُہر خط کے آخر میں لگائی جاتی ہے اس لئے **خاتم النبیّین** کے معنی آخر کے ہیں اور اس لئے آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا تو اس کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ بالا تمام بیان سے واضح ہے کہ خاتم کے معنے آخر کے نہیں ہیں۔ اور اگر آخر کے معنی بھی لئے جائیں تو وہ لازم معنے کہلائیں گے نہ اصل معنے۔ اور جب اصل معنے لئے جا سکتے ہیں تو پھر لازم معنے ہی کیوں لئے جائیں اور اگر ہم مہر کی اصل غرض جو تصدیق ہے اُسے لے کر آخر کے معنے لیں تو پھر خاتم النّبیّین کے معنے ہوں گے کہ آپ نبیوں کے لئے آخری مصدق ہیں کہ آپ کے ذریعہ تمام انبیاء کی تصدیق ہوگئی اور ظاہر ہے یہ معنے بھی ہماری تفسیر کے خلاف نہیں۔

مندرجہ بال تقریر سے واضح ہے کہ خاتَم کے اصل معنی آخر کے نہیں۔ بلکہ لازمی معنے ہیں اور اگر خاتَم کہیں آخر کے معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے تو لازم المعنیٰ لے کر کیا جاتا ہے اور جب کہ قرآن مجید کی آیت میں کوئی ایسا صریح قرینہ موجود نہیں ہے۔ جو لازم معنے لینے پر دلالت کرے تو اس کے باقی سب معنے چھوڑ کر صرف آخر کے ہی معنے لینا کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتا۔

(٨)

خاتم النّبیّین کے معنوں کا ضروریات دین سے ہونا

فریق مخالف نے اس بات پر زور دیا ہے کہ خاتم النبیین کے معنے آخری نبی کے ہیں۔ اور آنحضرت ﷺ کے بعد کسی قسم کا نبی نہیں آسکتا اور اس پر اجماع ہو چکا ہے اور جو بات ضروریاتِ دین سے متواتر ثابت ہو اس کی تاویل کرنا کفر وارتداد ہے۔

مَیں نے دوران جرح میں گواہ نمبر۳ سے دریافت کیا تھا کہ تم جو کہتے ہو کہ متواترات کی تاویل کرنا کفر ہے تو بتاؤ جملہ آیات قرآنیہ متواترات سے ہیں یا نہیں۔ اگر ہیں تو وہ تمام مفسرین جنہوں نے بعض آیات کی تاویل کی ہے کافر ہوئے؟ اس کے جواب میں کہا گیا تھا کہ تاویل اگر قواعد وقرائن کے لحاظ سے درست ہو تو مان لی جائے گی۔ اور اگر خلاف ہو تو تاویل کرنے والا مبتدع اور عاصی ہوگا۔

اگرچہ حدیث میں ہے **لکل اٰیة ظهر و بطن** (مشکوۃ صفحہ۲۴) کہ ہر آیت کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن اور بطن کے معنے حاشیہ پر تاویل لکھے ہیں۔ لیکن باوجود اس کے میں کہتا ہوں کہ خاتم النّبیّین کے جو معنے ہم نے کئے ہیں وہ لُغت عرب کی رُو سے تاویلی نہیں بلکہ اصلی ہیں۔ اور آخر کے معنے لینا تاویلی اور لازمی معنی ہیں۔ چنانچہ مفسرین بھی اس کو مانتے ہیں۔ جیسا کہ فتح البیان جلد ۷ صفحہ ۲۸۶ میں ہے۔ کہ جمہور نے خاتِم زیر کیساتھ پڑھا ہے اور تاء کی زبر سے بھی پڑھا گیا ہے۔ پہلے کے معنے ہیں کہ وہ اُن کے آخر میں آئے اور دوسرے کے معنے ہیں کہ وہ اُن کے لئے بمنزلہ انگشتری کے ہیں اور اُنکی زینت کا باعث ہیں۔ ابوعبیدہ نے کہا یہاں اصل وجہ زیر ہے **لان التاویل انه ختمهم فهو خاتمهم** کیونکہ تاویل یہ ہے کہ اس نے اُن کو ختم کیا پس وہ اُن کا خاتم ہے۔ اب ظاہر ہے کہ آیت کے معنے ختم کے سوا بھی ہو سکتے تھے۔ لیکن تاویل اس لئے کی گئی کہ آپ انبیاء سابقین کے آخر میں تھے۔ اس لئے یہاں آخر کے معنے لئے گئے۔ ورنہ صاف ظاہر ہے کہ آیت میں آخر کے معنے لینے کے لئے کوئی وجہ موجود نہیں۔

اِسی طرح شہاب علی البیضاوی جلد ۷ صفحہ ۱۷۵ خاتم کو ایک آلہ قرار دے کر جس کے ساتھ مہر لگائی جاتی ہے لکھا ہے **وان کان مآل معناه الآخر** ایضاً کہ اگرچہ نتیجتاً اس کے معنے بھی آخر کے ہیں۔ اور رُوح المعانی جلد ۷ صفحہ ۵۹ میں بھی یہی لکھا ہے **و ماٰ له اٰخر النّبیّین.** اس سے ظاہر ہے کہ خاتَم بفتح التاء کے معنے حقیقی طور پر آخر کے نہیں۔ بلکہ نتیجتاً یہ

معنے نکلتے ہیں۔اور یہ لازم معنے ہیں۔پس تاویل کرنے والے ہم نہیں بلکہ علماء دیوبند ہیں۔

خاتِم بکسر التاء کے معنے میں بیان کر چکا ہوں ۔ ایک ختم کرنے والا ۔دوسرے مُہر یامُہر لگانے وال۔جیسا کہ علاّمہ زمخشری نے لکھا ہے۔

”و خاتم بالفتح بمعنی الطابع و بکسر ها بمعنی الطابع.“

(کشاف جلد۲صفحہ۲۱۵)

پس خاتَم لفظ خاتِم کے معنوں میں حقیقی طور پر استعمال نہیں ہوتا۔لیکن خاتِم کا لفظ خاتَم کے معنوں میں استعمال ہو جاتا ہے۔لہذا تاویل ہماری طرف سے نہ ہوئی بلکہ حضرات علماء کی طرف سے ہوئی۔

گواہ نمبر۴ نے تریاق القلوب سے ایک حوالہ پیش کیا ہے جس میں حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے آپ کو خاتم الاولاد قرار دے کر آخری نبی کے معنے لئے ہیں کہ مَیں اپنے والدین کے لئے خاتم الاولاد تھا۔

مگر یہ حوالہ فریق ثانی کو مفید نہیں۔کیونکہ اسکے معنی یہ نہیں کہ آپ کے آباؤاجداد کی اولاد کا سِلسلہ آپ پر ختم ہوگیا۔اوراب اُن کی نسل کا آئندہ خاتمہ ہے۔بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کے آباؤاجداد کی نسل دوسری شاخ سے منقطع ہو جائے گی ۔اورآئندہ اولاد کا سِلسلہ آپ کے وجود سے جاری ہوگا۔جیسا کہ آپ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا تھا **ینقطع اٰباؤک ویبدء منک** کہ تیرے آباؤاجداد کی نسل کا سلسلہ اب تجھ سے شروع ہوگا۔چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا۔

پھر یہ بھی واضح رہے کہ قرآن مجید میں خَاتَمَ النَّبِیّین ہے۔آخِر النبیّین نہیں۔جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آئندہ کسی کا آنحضرت ﷺ کی اتباع میں وصفِ نبوت سے متصف ہونا ممتنع نہیں۔ورنہ خدا تعالیٰ بجائے خاتَم النّبیین کے آپ کو آخِرِ النّبیّین کہہ دیتا۔آخر کچھ تو بھید ہے جو آخِرِ النّبیین نہیں کہا۔اورجس حدیث میں آخر الانبیاء آیا ہے تو وہ خبر واحد ہے جوظن کا مرتبہ رکھتی ہےاورعقائد میں ظنیات کام نہیں دیتے جیسا کہ شرح فقہ اکبر صفحہ۹۱ میں لکھا ہے؛

”ان المعتقد فی العقائد هو الادلةالیقینیة و احادیث الا حاد لو ثبتت انما تکون ظنّیة۔“

کہ عقائد میں ادلّیۂ یقینیہ کا ہونا ضروری ہے اور احادیثیں اگر صحیح بھی ہوں تب بھی وہ ظنّی ہوتی ہیں۔

(۹)
کیا تاویل کرنے کی وجہ سے کوئی کافر ہوسکتا ہے؟

اس بات میں علماء کے درمیان خود اختلاف ہوا ہے کہ تاویل کرنے والے کو کافر کہا جائے یا نہیں۔

جو علماء تاویل کرنے والے کو کافر نہیں کہتے۔ اُن کی دلیل یہ ہے کہ تاویل کرنے والوں کے خون اور اموال کی حفاظت **لا اله الّا اللّٰه محمد رسول اللّٰه** کہنے کی وجہ سے ایک ثابت شدہ امر ہے **ولم یثبت لنا ان الخطاء فی التاویل کفر** اور یہ بات کہ تاویل میں خطا کرنا کفر ہے ہمارے نزدیک ثابت نہیں ہوئی۔ دیکھو **الیواقیت والجواہر** جلدا صفحہ۱۴۰۔ اور صفحہ۱۴۲ میں لکھا ہے **وقد نص الامام الشافعی علی عدم التکفیر اهل الاهواء** کہ امام شافعی نے اپنے رسالہ میں تشریح کی ہے کہ اہل اہواء کافر نہیں۔ اور مخزومی نے کہا ہے کہ امام شافعی نے اہل اہواء سے وہ لوگ مراد لئے ہیں جو محتمل تاویل کرتے ہیں جیسے معتزلہ اور مرجیہ وغیرہ۔

اور شرح فقہ اکبر مطبوعہ حیدر آباد صفحہ۹ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی یہ کہے مجھے معلوم نہیں کہ خدا نے مجھ پر نماز روزہ اور زکٰوۃ فرض کی ہے تو کافر ہوگا۔ لیکن اگر یہ کہے میں آیت **اقیموا الصلٰوۃ و اٰتو الزکٰوۃ** پر ایمان لاتا ہوں مگر اس کی تاویل اور تفسیر نہیں جانتا تو کافر نہیں ہوگا **لانه مصدق التنزیل و ان کان مخطاء فی التاویل** کیونکہ وہ قرآن مجید کا مصدق ہے اگرچہ تاویل میں مخطی ہے۔

گواہ نمبر۳ نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ خوارج سے جب بعض ضروریاتِ دین کا انکار کرنا ثابت ہوا تو نماز روزہ اُن کو کفر سے نہ بچا سکے۔

اِس کا جواب یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے باوجود اُن کی بغاوت کے اُن کو کافر نہیں کہا۔ چنانچہ امام ابن قیم نے لکھا ہے کہ خوارج نے حضرت علیؓ کے ساتھیوں کو قتل کیا اور اُن سے لڑے۔ اور حضرت علیؓ کے ساتھیوں کا قتل وہ جائز سمجھتے تھے۔ لیکن چونکہ وہ تاویل کرکے اُسی

کوحق خیال کرتے تھے اِس لئے باوجود ان تمام باتوں کے حضرت علیؓ نے فرمایا۔
''**بانهم مومنون ليسوا كفاراً.**'' کہ وہ کافرنہیں ہیں مومن ہیں۔
(منہاج السنۃ جلد۳ صفحہ ۶۱-۶۲)
اور پھر لکھا ہے کہ صحابہؓ اور تابعین نے نہ اُن کی تکفیر کی اور نہ اُن کو مرتد قرار دیا۔
اور البحر الرائق جلد ۵ صفحہ ۱۵۱ میں لکھا ہے:-
''**و انمالا نكفر الخوارج باستحلال الدماء والاموال لتاء ويلهم و ان كان باطلابخلاف المستحل بلاتأويل .**
کہ ہم خوارج کی باوجود یکہ انہوں نے مسلمانوں کے خون کرنا اور اموال لوٹنا جائز سمجھا لیکن اُن کے تاویل کرنے کی وجہ سے تکفیر نہیں کرتے۔''
اور فتح القدیر میں ہے کہ مجتہدین سے خوارج کے بارے میں یہی امر ثابت ہے کہ وہ کافر نہیں ہیں۔ (صفحہ ۱۲۹)
گواہ نمبر ۳ کے بیان کے مطابق خوارج نے ضروریاتِ دین کا اِنکار کیا تھا اِس لئے وہ کافر ہوئے۔ لیکن مَیں نے حضرت علیؓ اور دوسرے صحابہؓ اور تابعین اور مجتہدینِ امت کے اقوال سے ثابت کر دیا ہے کہ چونکہ تاویل کرتے تھے اور اُسے صحیح سمجھتے تھے اس لئے وہ کافر نہیں تھے۔ اور **يمرقون من الدين** الخ جو خوارج کے حق میں وارد ہوا ہے۔ اُس کے معنے علّامہ خطابی نے الطاعۃ کئے ہیں۔ (فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۴۵۵) کہ وہ امام اور خلیفہ کی اطاعت سے نکل جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ وہ یکدم حضرت علیؓ سے علیٰحدہ ہو گئے اور ان کے مخالف بن گئے۔
پس ان حوالہ جات سے صاف ظاہر ہے کہ اگر کوئی ضروریاتِ دین میں تاویل کرے اور قرآن اور حدیث سے استنباط کر کے اسے صحیح خیال کرے اگرچہ دوسرے کے نزدیک وہ تاویل غلط ہو تو اُس پر کفر کا حکم لگانا کسی طرح جائز نہیں۔
لیکن میں پہلے ثابت کر چکا ہوں کہ احمدی جماعت خاتَم النّبیّین کے معنے میں تاویل نہیں کرتی بلکہ اس کے صحیح معنے کرتی ہے جو عربی زبان و محاورات کی رُو سے بالکل درست ہیں۔ لیکن ہمارے مخالف علماء اس کے تاویلی معنے کرتے ہیں۔ کیونکہ زبانِ عرب اور

محاورات عرب کے لحاظ سے خاتَم کے معنے آخر کے حقیقی معنے نہیں بلکہ لازم معنے ہیں۔

(۱۰)

اِنقطاعِ نبوت پر دوسری پیش کردہ آیات کا صحیح مطلب

دوسری آیات جو انقطاعِ نبوت پر مخالف گواہوں نے پیش کی ہیں اُن میں سے ایک آیت **الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی** ہے۔ گواہ کہتے ہیں کہ جب دین کامل ہو چکا۔ اور نعمت بھی کامل ہو چکی۔ تو اب کوئی جدید نبی نہیں آ سکتا۔ کیونکہ کمال کے بعد اس کے اندر کوئی چیز داخل نہیں ہو سکتی۔

جواب پہلا اس کا یہ ہے کے گواہان خود حضرت عیسیٰؑ کے نزول کے قائل ہیں۔ کیا دین میں کوئی نقص ہے جس کی اصلاح کے لئے وہ آئیں گے؟ اگر نہیں تو جس غرض کے لئے وہ حضرت عیسیٰؑ کا انتظار کر رہے ہیں۔ وہی غرض ہماری ہے اور ہم حضرت مرزا صاحب کو وہی موعود مسیح مانتے ہیں۔

دوسرے ہم کب کہتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب ایسے نبی ہیں جو نیا دین لائے ہیں۔ آپ تو کامل مذہب اسلام ہی کے پیرو ہیں اور ہمارا مذہب یہ ہے کہ ہر نبی کے لئے نئی شریعت کا لانا ضروری نہیں بلکہ وہ محض پہلے دین کی اشاعت اور ترویج کے لئے بھی آ سکتا ہے اِس کا ثبوت یہ ہے کہ قرآن مجید میں تورات کو **تمامًا علی الذی احسن و تفصیلًا لکل شیء** (انعام ع ۱۹) کہا گیا ہے۔ یعنی تورات ایک کامل شریعت تھی۔ تو جب اس کی ترویج کے لئے حضرت موسیٰؑ کے بعد متواتر کے بعد کئی نبی آئے جو تورات پر عمل کرتے اور اُسی کے مطابق فیصلے کرتے تھے ملاحظہ ہو آیت **انا انذلنا التورٰۃ فیھا ھدی و نوریحکم بھا النبیون الخ** (مائدہ ع ۷) تو اب آنحضرت صلعم کی اتباع میں کیوں ایسا نبی نہیں آ سکتا

تیسرے اتمام نعمت سے مراد نبوت ہے جیسا کہ آیت **ویتم نعمتہ علیک و علیٰ اٰل یعقوب کما اتمھا علیٰ ابویک من قبل ابراھیم و اسحاق** (یوسف رکوع ۱) سے ظاہر ہے۔ پس امّت محمدیہ پر اتمامِ نعمت کے معنی یہ ہوئے کہ اسلام سے باہر اور

آنحضرت صلعم کی اتباع کے بغیر کسی کو کوئی انعام نہیں مل سکتا یعنی اس امت مرحومہ سے باہر کوئی صالح۔شہید۔صدیق اور نبی نہیں ہوسکتا۔اور اگر پہلے انبیاء کی معیت اور اتباع سے صدیقیت اور شہادت کا مرتبہ مل سکتا تھا تو اب حضرت رسول مقبول صلعم کی اتباع سے نبوۃ کا مرتبہ بھی مل سکتا ہے۔جیسا کہ آیت **ومن یطع اللّٰہ و الرسول فاو لٓئک مع الذین انعم اللّٰہ علیھم من النّبیّٖن و الصدیقین و الشھدآء و الصالحین** (نساء رکوع ۹) سے ظاہر ہے

اب اگر اتمامِ نعمت کے یہ معنے کئے جائیں کہ امتِ محمدیہ پر وحی و نبوت کا دروازہ بند ہے اور کوئی شخص اب اس انعام کو حاصل نہیں کرسکتا تو پھر امت محمدیہ کسی طرح خیرالامم نہیں ہوسکتی کیونکہ قوم بنی اسرائیل کے صدہا مَردوں کے علاوہ اُن کی عورتوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے مکالمہ۔مخاطبہ اور اپنی وحی سے مشرف فرمایا۔لہٰذا رُوحانیت کے مراتب عالیہ سے یکسر محرومی کا نام اتمامِ نعمت نہیں ہوسکتا۔پس یہ آیت کریمہ وحی و نبوت کے بقاء پر دلالت کرتی ہے کہ دین اسلام کامل و اکمل مذہب ہے۔اس کے ہوتے کسی ایسے نبی کی ضرورت نہیں جو نیا دین لے کر آئے۔یعنی اسلام ہی وہ مکمل مذہب ہے کہ ایک انسان اُس کا پیرو ہوکر روحانیت کے اعلیٰ سے اعلیٰ مدارج حاصل کرسکتا ہے۔

دوسری آیت انقطاعِ نبوت پر **وما ارسلنٰک الّا کآفۃللناس** الخ اور تیسری آیت **قل یا ایھاالناس انّی رسول اللّٰہ الیکم جمیعاً** پیش کی ہے۔سو ان دونوں آیتوں میں آنحضرت صلعم کی بعثت اور دعوت کی عمومیّت کا ذکر ہے۔ان سے ہرگز نہیں نکلتا کہ آپ کے بعد ایسا کوئی نبی جو آپ کی شریعت کی اشاعت کرنے والا ہو نہیں سکتا۔کیونکہ حضرت عیسیٰؑ کا آنا گواہان خود تسلیم کرتے ہیں۔اور حضرت عیسیٰؑ کی آمد کا عقیدہ بتا رہا ہے کہ ان آیات سے یہ استدلال کہ اب کسی نبی کی ضرورت نہیں ایک امر باطل ہے۔

(۱۱)

پیش کردہ احادیث کا صحیح مطلب

گواہان نے انقطاعِ نبوت پر جو احادیث پیش کی ہیں اُن میں سے ایک یہ ہے:-

قال رسول الله صلعم لِعَلِیٍّ انت منّی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی.

اس کا جواب یہ ہے کہ اِس میں صرف حضرت علیؓ کو خطاب ہے کہ تو میرے بعد نبی نہیں۔تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جب رسول مقبول ﷺ جنگ تبوک میں تشریف لے جانے لگے تو حضرت علیؓ کو مدینہ میں پیچھے نگرانی کے لئے اپنا خلیفہ مقرر کیا اِس پر حضرت علیؓ نے عرض کی ۔حضور مجھے بھی ساتھ لے چلیں ۔تو حضور نے فرمایا۔اے علیؓ ! کیا تمہیں پسند نہیں کہ تُم میرے خلیفہ بنو جیسے ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کے خلیفہ اُن کے طُور جانے کے بعد بنے تھے۔مگر ہاں اتنی بات ہے کہ تم میرے بعد ہارونؑ کی طرح نبی نہیں ہو گے صرف خلیفہ ہی رہو گے۔

پس ظاہر ہے کہ یہاں **بعدی** سے مراد محض یہی ہے کہ میرے پیچھے جنگِ تبوک کے عرصہ میں کوئی نبی نہ ہوگا۔صرف خلیفہ ہوگا اور اگر **بعدی** کے معنے موت کے بعد کئے جائیں تو دونوں جملوں میں کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا۔اور نہ ہی تشبیہ درست ہوسکتی ہے کیونکہ وجہ شِبہ اِن دونوں مشبہ اور مشبہ بہ یعنی حضرت علیؓ اور حضرت ہارونؑ کے مابین خلافت ہے۔اور حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کی وفات کے بعد اُن کے خلیفہ ہی نہیں ہوئے کیونکہ آپ حضرت موسیٰؑ سے پہلے وفات پا گئے تھے۔ (ملاحظہ ہو طبری فتح الباری۔عینی جلد ۷ صفحہ ۶۳۴)

لہذا یہ نہیں ہوسکتا کہ آپ اثباتِ خلافت تو زندگی کی حالت کا کریں ۔اور نبوت کا استثناء اپنی موت کے بعد کا۔شیعہ صاحبان نے اسی معنوی غلطی کی وجہ سے حضرت علیؓ کی خلافت پر استدلال کیا ہے۔کہ اس حدیث کے مطابق حقِ خلافت حضرت علیؓ کا تھا۔مگر شارحین حدیث نے یہی جواب دیا ہے کہ وفات کے بعد معاً یہاں خلافت کا ذکر نہیں ۔کیونکہ حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰؑ سے پہلے فوت ہو چکے تھے ۔ (دیکھو عینی جلد ۷ صفحہ ۶۳۴ مصری)

علاّمہ سندھی نے بھی یہی لکھا ہے۔کہ حضرت ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ اُن کے فوت ہونے کے بعد نہیں ہوئے۔ (ابن ماجہ جلد ۱ صفحہ ۲۸ مصری)

چنانچہ اس کا ایک بڑا ثبوت یہ ہے کہ ایک حدیث میں صراحت کے ساتھ حضرت علیؓ کو خطاب ہے۔ملاحظہ ہو۔

قال علیہ السلام یا علی اما ترضیٰ ان تکون کھارون من موسیٰ غیر انک لست نبیاً. قال بلیٰ یا رسول اللہ (طبقاتِ کبیر لابن سعد الجزء الثالث صفحہ ۱۵)

کہ اے علی! کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ میرے خلیفہ بنو۔ جیسے ہارونؑ موسیٰؑ کے خلیفہ بنے تھے مگر ہاں تم نبی نہیں ہو گے۔ اس جملہ کے فرمانے کی ضرورت یہ ہوئی کہ شبہ پڑتا تھا کہ حضرت ہارونؑ کی طرح شاید حضرت علیؓ بھی خلیفہ ہونے کی صورت میں نبی ہوں گے کیونکہ آپ کو حضرت ہارونؑ سے مشابہت دی گئی تھی۔ اِس لئے حضور علیہ السلام نے وضاحت فرمادی کہ تم میرے بعد صرف خلیفہ ہی ہو گے نبی نہیں ہو گے۔

(۱۲)

علماء نے ''لا نبی بعدی'' کے کیا معنے کئے؟

۱۔ حضرت امام محمدؒ طاہر نے تکملہ مجمع البحار صفحہ ۸۵ میں لا نبی بعدی کے معنے کئے ہیں۔ ''اراد لا نبی ینسخ شرعه'' کہ اس سے مراد ایسا نبی ہے جو حضور علیہ السلام کی شریعت کا ناسخ ہو۔ بالفاظ دیگر حضور علیہ السلام کے بعد ایسے نبی کا آنا ممتنع نہیں جو حضورؐ کا متبع ہو۔

۲۔ شیخ محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں:۔

''انما ارتفعت النبوّة التشريع فهذا لا نبی بعدهٗ الخ کہ صرف شریعت والی نبوت مرتفع ہوگئی ہے پس یہی معنے لا نبی بعدی کے ہیں۔ اور ہم نے اچھی طرح معلوم کرلیا ہے کہ لا نبی بعدی سے یہ مراد ہے کہ خاص شریعت والا کوئی نبی نہ ہوگا۔ یہ نہیں کہ آپ کے بعد مطلق کوئی نبی نہ ہوگا۔ (فتوحات مکیّہ جلد۲ باب ۷۳)

پھر فتوحات مکیہ جلد۲ صفحہ ۳ میں لکھتے ہیں:۔

''وہ نبوت جو آنحضرت صلعم کے وجود سے منقطع ہوگئی وہ تشریعی نبوت ہے نہ کہ مقام نبوت۔ پس کوئی ایسی شریعت نہیں ہوگی جو شریعت محمدیہؐ کی ناسخ ہو۔ اور نہ اَب آپ کی شریعت میں کوئی حکم زائد ہوگا۔ اور یہی معنی حضور علیہ السلام کے قول ''ان الرسالة والنبوة قد انقطعت الخ'' کے ہیں۔ کہ میرے بعد کوئی نبی ایسا نہ ہوگا جو میری شریعت کے مخالف

ہو''بل اذا کان یکون تحت حکم شریعتی'' بلکہ جب بھی ہو گا میری شریعت کے ماتحت ہو گا۔''

پھر بھی واضح رہے کہ لا نبی بعدی میں لانفی جنس کا نہیں ۔ بلکہ کمال کا ہے۔ احادیث میں اس قسم کی بہت سی مثالیں پائی جاتی ہیں ۔مثلاً ایک حدیث میں ہے:-

''اذا ھلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہٗ و اذا ھلک قیصر فلا قیصر بعدہٗ.'' (بخاری جلد۲ کتاب الخمیس مطبوعہ مصر صفحہ۱۲۹)

''کہ جب کسریٰ ہلاک ہو جائے گا تو اس کے بعد کسریٰ نہیں ہو گا۔اور جب قیصر ہلاک ہو جائے گا تو اس کے بعد قیصر نہیں ہو گا۔''

علّامہ خطابی نے اس کے معنے کئے ہیں ۔''معناہ فلا کسریٰ بعدہٗ یملک مثل ما یملک ھو.'' (فتح الباری جلد ۶) یعنی اس کے معنے یہ ہیں کہ پہلے جیسی وسیع سلطنت کا مالک کوئی قیصر نہیں ہو گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ قیصر کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا قیصر ہوا۔مگر باپ کی طرح صاحب شکوہ نہیں تھا۔

اِسی طرح ایک مشہور قول ہے۔''لا فتٰی لاعلی لا سیف الاذولفقار'' یہاں بھی وہی لا ہے جو لا نبی بعدی میں ہے اُس کا بھی یہی مطلب ہے کہ حضرت علیؓ جیسا شجاع جوان کوئی نہیں ہو گا۔ اور نہ ذوالفقار جیسی آئندہ کوئی تلوار ہو گی ۔ یوں تو جوان بھی ہوں گے اور تلواریں بھی ہوں گی مگر جو خوبی اور کمال حضرت علیؓ میں ہے وہ کسی جوان میں نہیں ہو گا۔ پس لا نبی بعدی کا بھی یہی مطلب ہے کہ محمد مصطفیٰ ﷺ جیسا عظیم المرتبت اور جامع جمیع کمالات نبی کوئی نہ ہو گا۔

دوسری حدیث

مخالف گواہان نے انقطاع نبوت پر دوسری حدیث یہ پیش کی کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کی سیاست نبی کرتے تھے۔ جب ایک نبی فوت ہوتا تو دوسرا فوراً اس کا خلیفہ ہوتا۔اور جان لو کہ میرے بعد نبی نہیں ۔عنقریب خلفاء ہوں گے۔اور بہت ہوں گے۔

اِس کا جواب یہ ہے کہ یہاں بعد سے مراد بعدیت متصلہ ہے جیسا کہ الفاظ حدیث

سے ظاہر ہے کہ جب کوئی نبی فوت ہوتا تو معاً اس کا قائم مقام ایک دوسرا نبی ہوتا۔لیکن آپؐ کے بعد ایسا نہیں ہوگا کیونکہ آپ کی قوّتِ قدسیہ اور رُوحانی تربیت انبیاءِ بنی اسرائیل سے کہیں بڑھ کر ہے۔اس لئے امّت محمدیہّ میں فوراً نبی کی ضرورت نہیں ہوگی ۔ ہاں ایک لمبے عرصہ کے بعد ضرورت ہوگی ۔ چنانچہ حضورؐ نے فرمایا۔کہ سب سے بہتر اس صدی کے لوگ ہیں جس میں مَیں ہوں ۔ پھر وہ جو اُن سے ملیں گے ۔ یعنی تابعین ۔ پھر تبع تابعین ثم یفشو الکذب کہ پھر جھوٹ اور گمراہی پھیل جائے گی ۔تین صدی کے بعد کے زمانہ کا نام حضور نے فیج اعوج رکھا ہے۔ چنانچہ آپ کے بعد ایک لمبا زمانہ گذرنے پر جب ضلالت و گمراہی انتہاء کو پہنچ گئی ۔تو ان کی اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو مبعوث کیا۔

تیسری حدیث

قال علیه السلام ختم بی النّبیّون الخ اس کا جواب یہ ہے جیسا کہ مَیں پہلے ذکر کر چکا ہوں کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے اِس کی تفسیر میں فرمایا ہے ای لا یوجد من یأمره الله سبحانهٗ بالتشریع علی الناس (تفہیمات الٰہیّہ) کہ آنحضرتؐ کے بعد ایسا کوئی نبی نہ ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے شارع بنائے ۔

چوتھی حدیث

اناالعاقب الذی لیس بعدهٗ نبی کہ مَیں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہوتا ہے کہ جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو ۔

اِس کے جواب میں واضح رہے کہ عاقب کی یہ تفسیر حضور علیہ السلام نے نہیں کی کہ عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو بلکہ یہ تفسیر کسی صحابی یا تابعی نے کی ہے۔ جیسا کہ حضرت ملاّ علی قاریؒ نے لکھا ہے:-

’’الظاهر ان هٰذا التفسیر للصحابی او من بعدهٖ و فی شرح مسلم قال ابن الاعرابی العاقب الذی یخلف فی الخیر من کان قبله.‘‘ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد۵ صفحہ۳۷۶)

کہ یہ ظاہر بات ہے کہ یہ تفسیر کسی صحابی یا تابعی نے کی ہے اور شرح مسلم میں ابن الاعرابی نے کہا ہے کہ عاقب اُسے کہتے ہیں جو نیکی میں اپنے سے پہلے کا قائم مقام ہوا اور شرح صحیح مسلم سے ثابت ہوتا ہے کہ عاقب کی یہ تفسیر زہریؒ نے کی ہے۔ جو صحابی نہیں ہے۔

دوسرے اس کا مطلب صاف یہ ہے کہ حضورؐ کا دورِ نبوت قیامت تک ممتد ہے۔ آپ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آ سکتا جو آپ کے مبارک دَور کو ختم کر دینے والا ہو۔ اور یہی ہمارا مذہب ہے کہ آپ کی شریعت مطہرہ قیامت تک کیلئے ہے۔

غرضیکہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے بعد صاحب شریعت نبی نہیں آئے گا۔ چنانچہ اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میرے اور عیسیٰ کے درمیان کوئی نبی نہیں ہوا۔ علامہ عینی شارح بخاری نے اس کے متعلق لکھا ہے کہ

''ایک قوم نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ کے بعد سوائے حضرت نبی ﷺ کے اور کوئی نبی نہیں آیا۔ لیکن ان کا یہ استدلال قوی نہیں۔ کیونکہ حضرت عیسیٰؑ کے بعد جرجیسؑ اور خالدؑ ابن سنان دو نبی پیدا ہوئے پس حدیث کے یہ معنے ہوئے ''لیس بینی و بینہ نبی بشریعۃ مستقلۃ'' کہ میرے اور عیسیٰؑ کے درمیان کوئی صاحبِ شریعت مستقلہ نبی نہیں آیا۔''

پس اسی طرح لیس بعدہ نبی کے معنے ہوئے کہ آپ کے بعد مستقل شریعت والا کوئی نبی نہ ہوگا

پانچویں حدیث

لم یبق من النبوۃ الا المبشرات کہ نبوت ختم ہو گئی صرف مبشرات یعنی رؤیائے صالحہ باقی ہیں۔

اس کے جواب میں یہ گذارش ہے کہ یہ فرمانا باعتبار عام مسلمانوں کے ہے ورنہ خواص کو اس سے بڑھ کر انعام مل سکتے ہیں۔ اور ملے ہیں۔ جیسا کہ محدثین نے خود مانا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ ابن ماجہ جلد۲ صفحہ ۲۳۲ حاشیہ سندی؛

" المراد انها لم يبق على العموم والافالالهام و الكشف للا ولياء موجود."

کہ اس سے مراد یہ ہے کہ عوام کے لئے نبوت سے صرف اچھے خواب باقی رہ گئے ہیں۔اور اولیاء کے لئے الہام اور کشف کا دروازہ بھی کھلا ہے۔

دوسرے ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت عمرؓ کی زبان پر فرشتے کلام کرتے تھے۔اور امام ربانی مجدد الف ثانیؒ اور شیخ محی الدین ابن عربی وغیرہ آئمہ کے اقوال سے ثابت کیا جا چکا ہے کہ امت کے خواص اور کامل افراد کو وحی بھی ہوتی ہے اسی طرح امام عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں کہ وحی مبشرات نیند اور غیر نیند دونوں میں ہوتی ہے وقد یکون وحی البشائر ایضاً بواسطۃملک (الیواقیت والجواہر جلد۲ صفحہ ۹۶) اور کبھی وحی البشائر بواسطہ فرشتہ بھی ہوتی ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ مبشرات بھی ایک قسم کی نبوت ہے بلکہ غیر تشریعی نبوت کا ہی دوسرا نام مبشرات ہے۔جیسا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔وما نرسل المرسلین الا مبشرین و منذرین (انعام ع ۵) دوسری جگہ فرمایا نبعث الله النّبیّین مبشرین و منذرین (البقرۃ ع ۲۶) کہ نبی اور رسول مبشر اور منذر ہو کر آتے ہیں۔پس مبشرات ایک قسم کی نبوت ہی ہے۔اس لئے حضورؐ نے فرمایا کہ نبوت کی اقسام میں سے ایک قسم مبشرات باقی ہے۔یعنی غیر تشریعی نبوت جاری ہے۔

چھٹی حدیث

انی اٰخر الانبیاء و انتم اٰخر الامم اور دوسری حدیث انی اٰخر الانبیاء وان مسجدی اٰخر المساجد (مسلم) کہ مَیں آخری نبی ہوں۔اور تم آخری امت ہو اور میری مسجد آخری مسجد ہے۔

اِس حدیث کے متعلق یہ گذارش ہے کہ اس کا بھی وہی مطلب ہے جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔یعنی صاحب شریعت نبی۔چنانچہ حضورؐ نے اٰخر الامم فرما کر بتا دیا کہ اس سے وہ نبی مراد ہیں جو اپنی مستقل اُمّت بنایا کرتے ہیں۔یعنی آپ آخری شارع نبی

ہیں۔لہٰذا آپ کی اتباع اور فیضِ روحانی سے کسی اُمّتی کا نبی ہونا آپ کے آخری نبی ہونے کے منافی نہیں۔ کیونکہ وہ کوئی نئی اُمّت نہیں بنائے گا بلکہ خود اُمّتی ہوگا جیسا کہ حضرت مرزا صاحب ہیں۔لہذا یہ حدیث ہمارے خلاف نہیں۔ کیونکہ حضور کا یہ فرمانا کہ تم آخری امت ہو صاف دلالت کرتا ہے کہ آپ اُن انبیاء کے آخری فرد ہیں جو نئی امت بنایا کرتے ہیں۔ اور پہلے نبی کی شریعت کو منسوخ کر کے اپنی شریعت قائم کرتے ہیں۔

اور دوسری حدیث **مسجدی اٰخر المساجد** سے صاف ظاہر ہے کہ جس طرح مسجد نبویؐ کا تمام مساجد کے آخر ہونا یہ معنے رکھتا ہے کہ آئندہ کوئی مسجد اُس وقت تک مسجد نہیں کہلا سکتی جب تک وہ مسجد نبویؐ کے ماتحت نہ ہو۔ یعنی اگر اس کا بھی وہی قبلہ ہو جو مسجد نبویؐ کا ہے تو مسجد ہے ورنہ نہیں۔ اسی طرح **اٰخر الانبیاء** کے یہ معنے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی ماتحتی میں تو نبی آسکتا ہے لیکن حضور سے الگ ہو کر جو نیا قبلہ بنائے۔ نیا کلمہ لائے۔ اور نئی شریعت چلائے ایسا قیامت تک کوئی نبی نہ ہوگا۔ پس جس طرح مسجد نبویؐ کے ماتحت مسلمانوں کی مسجدیں بنتی ہیں اور اُن سے حدیث **اٰخر المساجد** کا مضمون قائم رہتا ہے اِسی طرح آنحضرت ﷺ کی ماتحتی میں کسی نبی کے ہو جانے سے حضورؐ کے **اٰخر الانبیاء** ہونے میں کوئی فرق نہیں آسکتا۔ چنانچہ ملّا علی قاری نے لکھا ہے کہ آپ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آئے گا جو آپؐ کی مِلّت کو منسوخ کرے اور آپؐ کی اُمّت سے نہ ہو۔

اٰخر کے معنیٰ

یہ بھی یاد رہے کہ اٰخر کا لفظ عربی زبان میں اس شخص پر بھی بولا جاتا ہے جو اپنے فن میں منتہی ہو۔ اور کمال رکھتا ہو۔ چنانچہ امام جلال الدین سیوطیؒ نے امام ابن تیمیہؒ کو اُن کے تبحرِ علمی کی وجہ سے **آخر المجتہدین** لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو:۔

> ”**سیدنا الاما م . العالم العلامة . امام الائمة. قدوة الامة علامة العلماء وارث الانبیاء اٰخر المجتهدین اوحد علماء الدّین .**“ (الاشباہ والنظائر جلد۳ صفحہ ۳۱۰ مطبوعہ حیدرآباد)

اِسی طرح ایک حماسی شاعر کہتا ہے ؎

شریٰ و ڈی و شکر ی من بعید
لِاٰخِرٍ غالب اَبَدًا ربیعٌ

مولوی ذوالفقار علی صاحب دیوبندی نے اس کا ترجمہ کیا ہے؛
''ربیع ابن زیاد نے میری دوستی اور شکر دور بیٹھے ایسے شخص کے لئے جو بنی غالب میں آخری یعنی ہمیشہ کے لئے عدیم المثل ہے خرید لیا ہے۔''

(حماسہ باب الادب)

پس حضور سید عالم ﷺ کے آخر الانبیاء ہونے کے یہ معنی ہیں کہ حضور علیہ السلام انبیاء کے پاک گروہ میں سب سے برتر اور عدیم المثال ہیں اور کامل اور اکمل فرد ہیں ﷺ چنانچہ مولانا رومؒ فرماتے ہیں؛

بہر ایں خاتم شد است او کہ بجود
مثلِ او ۔ نے بود نے خواہند بود

ساتویں حدیث

مثلی و مثل الانبیاء من قبلی الخ کہ میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایک مکان کی ہے جو کسی شخص نے بنایا۔ اور اُس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی رہ گئی پس وہ آخری اینٹ میں ہوں۔

جواب اس کا یہ ہے کہ اس حدیث میں خود من قبلی کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ یہ مثال اُن انبیاء کی نسبت سے ہے جو حضورؐ سے پہلے ہو گذرے ہیں۔ آئندہ کسی نبی کے آنے یا نہ آنے کا اس میں کوئی ذکر نہیں ۔ دوسرے اگر آئندہ نبی آنے کی نفی نکل سکتی ہے تو صرف ایسے نبی کی جو آنحضرت صلعم سے پہلے انبیاء کی طرح مستقل اور بلا واسطہ ہو جیسا کہ من قبلی سے ظاہر ہے۔ تیسرے گزشتہ انبیاء اور اُن کے صحائف کو دیکھنے سے واضح ہوتا ہے کہ انکی شرائع بلحاظ دنیا کی اقوام کے ناقص اور غیر مکمل تھیں۔ اس لئے ایک کامل شریعت کی ضرورت تھی جو آنحضرت ﷺ کے وجود باوجود سے پوری ہو گئی۔ کیونکہ حضورؐ قرآن مجید جیسی مکمل کتاب لائے۔ لہٰذا مکان میں جو نقص تھا وہ آپؐ کی وجہ سے پورا ہو گیا اور مکان مکمل ہو گیا

پس آپؐ کے بعد آئندہ کوئی ایسا نبی نہیں آ سکتا جو نئی شریعت لائے۔ اور قرآن مجید کو ناقص ٹھہرائے کیونکہ شریعت اب کامل ہو چکی ہے۔ لیکن ہاں جو قرآن کی شریعت کی اشاعت اور ترویج کے لئے اور اُس پر عامل ہو کر نبی ہو اُسے یہ مکان مانع نہیں۔ اس لئے کہ وہ اُسی آخری اینٹ میں داخل ہے۔ اُس سے باہر نہیں۔ جیسا کہ قرآن میں ہے کہ اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرنے سے چار قسم کے لوگ اُمت میں پیدا ہوں گے یعنی نبی۔ صدیق۔ شہید۔ اور صالح۔ پس مندرجہ بالا حدیث میں جن انبیاء کا ذکر ہے وہ مستقل اور بالا صالت نبی ہیں جن کا آنا آنحضرت ﷺ کے بعد منقطع ہے اُمتی نبی کا آنا منع نہیں۔

چوتھے اس حدیث سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اب ہرگز نہیں آ سکتے۔ کیونکہ وہ اس مکان کی اینٹوں میں سے ایک اینٹ ہیں جو اپنی جگہ پر لگ چکے ہیں۔ اگر انہیں دوبارہ لایا جائے تو مکان میں ایک اینٹ کی جگہ پھر خالی ہو جائے گی۔ اور مکان بدستور سابق عیب دار ہو جائے گا۔ تو وہ کمال جو آنحضرت ﷺ کی وجہ سے مکان میں پیدا ہوا تھا زائل ہو جائے گا اور ختم نبوت ٹوٹ جائے گی کیونکہ اُن کی نبوت مستقل اور بالا صالت ہے۔ آنحضرت صلعم کی اتباع کا نتیجہ نہیں۔ لہذا حضرت مسیحؑ ناصری کا دوبارہ آنا ختم نبوت کے منافی ہے لیکن حضور علیہ السلام کی اتباع میں **فنا فی الرسول** ہو کر نبی بننے والا ختمِ نبوت کا توڑنے والا نہیں۔

آٹھویں حدیث

لو کان بعدی نبی لکان عمر الخ کہ اگر میرے بعد نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتے۔

جواب یہ کہ اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور اسے غریب کہا ہے دوسرے ملا علی قاریؒ نے اس کے متعلق لکھا ہے کہ

> ''اگر حضرت عمر نبی ہو جاتے تو باوجود نبی ہونے کے وہ آپ کے تابعین میں سے ہوتے اور خاتم النبیین سے مراد یہ ہے کہ آپؐ کے بعد ایسا نبی نہیں آ سکتا جو آپؐ کی مِلّت کو منسوخ کرے اور آپ کی امت میں سے نہ ہو۔'' (موضوعات کبیر صفحہ ۹۶)

تیسرے بعد کے معنے عربی زبان میں معیت کے بھی ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اقرب الموارد میں لکھا ہے۔ (**بعد نقیض قبل و قدیرد بمعنی مع کقوله**) ؎

فقلت لها فیئ الیک فاننی

حرام دانی بعد ذالک لبیب

اس لحاظ سے حدیث کے معنے یہ ہوئے کہ اگر میرے ساتھ کوئی دوسرا نبی ہونا ہوتا تو حضرت عمرؓ ہوتے۔

چوتھے لفظ بعد بمعنی درجہ اور مرتبہ بھی آتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے:

"**قال ثم انا اجود بنی اٰدم و اجود هم من بعدی رجل علم علما فنشره۔**" (مشکوٰۃ مطبوعہ دہلی صفحہ ۲۹)

کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے بعد بنی آدم میں سب سے زیادہ میں سخی ہوں اور میرے بعد یعنی میرے درجہ پر سخاوت کے مرتبہ میں وہ آدمی ہے جس نے علم سیکھا اور اس کو لوگوں میں پھیلایا۔

اس کے علاوہ بعد کا لفظ غیر اور سوا کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔

وما یمسک فلا مرسل له من بعده (فاطر رکوع ۱) کہ جس خیر کو اللہ تعالیٰ روک لے تو اُسے اس کے سوائے کوئی نہیں کھول سکتا۔ دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے **فبایّ حدیث بعد الله و اٰیتهٖ یؤمنون** (جاثیہ رکوع ۱) کہ اللہ اور اُس کی آیات کے سوا اور کس چیز پر ایمان لاؤ گے۔

اور تفسیر جلالین جلد ۲ صفحہ ۲۹ میں آیت **لا ینبغی لا حد من بعدی** میں بعدی کے معنے سوائی (میرے سوا) کئے ہیں۔ اور آیت **فمن یهدیه من بعد الله** کے معنے "اللہ کے سوا" کئے ہیں۔

پس ان دونوں معنوں کے لحاظ سے حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر میرے سوا کسی اور کو نبی بنایا جاتا تو حضرت عمرؓ میں اتنی قابلیت تھی کہ وہ نبی ہوتے۔ اور اس سے آنحضرت صلعم کا مقصد صرف حضرت عمرؓ کی تعریف اور اُن کی فضیلت کا اظہار ہے کہ وہ بہت صائب

الرائے اور عالی دماغ ہیں ۔ اِس میں ختمِ نبوت کا اظہار مقصود نہیں ۔ چنانچہ ان معنوں کی تائید ایک دوسری حدیث سے ہوتی ہے حضورؐ نے فرمایا۔ لَوْ لَمْ اُبعثتَ یا عمر (مرقاۃ شرح مشکٰوۃ جلد ۵ صفحہ ۵۳۹) کہ اے عمر! اگر مَیں مبعوث نہ کیا جاتا تو تُو مبعوث کیا جاتا۔ دوسری روایت میں ہے لو لم ابعث فیکم لبعث عمر فیکم (کنوز الحقائق صفحہ ۱۰۳) اور تاریخ الخلفاء میں امام سیوطی نے اسی حدیث کو حضرت ابوبکرؓ سے روایت کیا ہے اور یہی حدیث اِس طرح بھی مروی ہے۔ لولم ابعث لبعث بعدی عمر (کنوز الحقائق صفحہ ۱۰۳) کہ اگر مَیں نہ بھیجا جاتا تو عمر نبی بنا کر مبعوث کیا جاتا۔ اس روایت نے بعدی کے معنے بھی حل کر دیئے کہ بعد سے مراد آپ کی وفات کے بعد نہیں بلکہ اِس کے معنے ہیں آپ کے مبعوث نہ ہونے کی صورت میں حضرت عمرؓ مبعوث ہوتے۔

نویں حدیث

سیکون فی امتی ثلثون کذابون الخ کہ میری اُمت میں تیس کذاب ہوں گے۔ اُن میں سے ہر ایک اپنے آپ کو نبی خیال کرے گا۔ حالانکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

جواب اوّل۔ اِس حدیث سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ جو بھی اب آپ کے بعد قیامت تک نبوۃ کا دعویٰ کرے وہ ضرور جھوٹا ہے۔ کیونکہ آخر زمانہ میں آنے والے مسیح موعود کو خود حضورؐ نے نبی اللہ کے معزز ترین لقب سے ملقّب فرمایا ہے ملاحظہ ہو صحیح مسلم اور تیس کی تعیین بھی بتا رہی ہے کہ کوئی سچّا بھی آ سکتا ہے۔

دوسرے واضح رہے کہ اس حدیث کا مضمون آج سے قریباً پانچ سو سال پہلے پورا ہو چکا ہے۔ اور مذکورہ ۳۰ دجال و کذّاب گذر چکے ہیں۔ جیسا کہ شرح مسلم میں لکھا ہے:۔

"فانه لَوعدَّمن تَنبّأمن زمنه صلی الله علیه وسلم لبلغ ھٰذاالعدد کہ اگر جھوٹی نبوت کے دعویداروں کا شمار کیا جائے تو یہ تعداد ۳۰ کی پوری ہو چکی ہے۔ اور تاریخ اسلام سے واقفیت رکھنے والا ہر شخص اسے جانتا ہے۔ اگر شرح کے لمبا ہو جانے کا خوف نہ ہوتا تو ہم اُن کے نام بھی لکھ دیتے۔" (شرح مسلم لابی مالکی وسنوسی جلد ۷ صفحہ ۲۵۸ مصری)

اور نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں:۔

''در حدیث ابن عمر است سی کذّ اب........ و در روایتے از عبداللہ ابن عمر نزد طبرانی است ۔ بر پا نمی شود ساعت تا آنکہ بیرون آید ہفتاد کذّ اب و نحوہ عند ابی یعلی من حدیث اَنس حافظ ابن حجر گفتہ سند ایں ہر دو حدیث ضعیف است ۔ اگر ثابت شود محمول باشد بر مبالغہ نہ بر تحدید و اما تحدید پس اخراج کرد احمد از حزیفہ بسند جید کہ باشد در امتِ من کذابان و دجالان بست وہفت نفر از آنہا چار زن باشند۔ ومن خاتم النّبییّن ام ۔ نیست نبی بعد از من ۔ گفت دایں دلالت دارو برآں کہ روایت ثلاثین بجزم بر طریق جبر کسر است ۔ ومؤید اوست روایت بخاری کہ عنقریب گذشتہ بلفظ قریب بثلاثین ۔'' حجج الکرامہ صفحہ ۲۳۳

اِس حوالہ سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے : ۔

۱۔ حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ وہ حدیثیں جن میں ۳۰ یا ۷۰ دجّالوں کی خبر آئی ہے کہ وہ نبوت کا دعوٰی کریں گے ضعیف ہیں۔

۲۔ اگر صحیح بھی ہوں تو یہ اصل تعداد نہیں سمجھی جائے گی ۔ بلکہ اُسے مبالغہ پر محمول کیا جائے گا (اور نیز اس میں نبوت کے دعوٰی کی شرط نہیں ہے۔)

۳۔ اصل تعداد کذابوں کی ۲۷ ہے جو مسند امام احمد میں عمدہ سند سے بیان ہوئی ہے۔

۴۔ بخاری کی حدیث کے الفاظ کہ ۳۰ کے قریب دجّال ہوں گے اس کے مؤید ہیں کہ اصل تعداد کذابوں کی ۲۷ ہے۔

اور ہم پہلے ثابت کر آئے ہیں کہ یہ ۳۰ کذابوں کی پیشگوئی پوری ہو چکی ہے اور اب سچے نبی کی آمد کا وقت ہے کیونکہ صبح کاذب کے بعد ہمیشہ صادق کا طلوع ہوتا ہے ۔ بقول استاد ذوقؔ ؎

مقدم صدق پہ کذب ہے گر چہ صدق فائق ہے
کہ پہلے صبحِ کاذب اور پیچھے صبح صادق ہے

اجماع کی بحث

مخالف گواہان نے بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا۔ اور جو حضورؐ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے وہ مرتد اور واجب القتل ہے۔ اور اس پر صحابہؓ۔ تابعین اور تمام امت کا اجماع ہے۔ اور یہ بھی بیان کیا ہے کہ صرف صحابہؓ کے اجماع کا منکر کافر ہے۔ دوسرے کا نہیں۔

دیو بندی علماء کے اس لایعنی دعوے کا بطلان گذشتہ اوراق میں کافی ہو چکا ہے اور مَیں خاتم النّبیّین کی تفسیر میں صحابہ کرام اور ائمہ کبار کے اقوال پیش کر چکا ہوں جن میں بصراحت ذکر ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد امّتی نبی کا آنا ممتنع نہیں۔ ہاں صاحب شریعت جدیدہ نبی کا آنا منع ہے اور قرآن مجید میں خَاتَمَ النّبیّین ہے آخر النّبیّین نہیں۔ اور جس حدیث میں اٰخر الانبیاء آیا ہے وہ روایت احاد میں سے ہونے کی وجہ سے ظنّ کا مرتبہ رکھتی ہے۔ اور اعتقاد کی بنا ظنّ پر نہیں رکھی جا سکتی۔ اس لئے نصّ قطعی کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ شرح فقہِ اکبر میں لکھا ہے کہ اعتقادات میں دلائلِ یقینیہ کی ضرورت ہے۔ چنانچہ لکھّا ہے:-

> ''ان المعتقد فی العقائد هو الا دلة الیقینیة و احادیث الاحاد لو ثبت انما تکون ظنّیة۔ (شرح فقہ اکبر لملّا علی قاری صفحہ ۹۱) کہ عقائد میں ادّلہ یقینیہ کا ہونا ضروری ہے اور احاد حدیث اگر صحیح بھی ثابت ہو جائیں تو بھی ظنّی ہیں۔''

دیو بندی علماء نے اپنی تائید میں کوئی ایسی روایت پیش نہیں کی جس میں لکھا ہو کہ اُن کے بیان کردہ معنوں پر تمام صحابہؓ اور تابعین نے اجماع کیا ہے۔ انہوں نے یہ بیان کرنے میں بھی مغالطہ کھایا ہے کہ مطلق اجماع صحابہؓ کا منکر کافر ہوگا۔ حالانکہ اجماعِ صحابہ کی صرف ایک قسم ایسی ہے کہ اُس کا منکر علماء کے نزدیک کافر ہے۔ دوسرے اجماع کا نہیں۔ جیسا کہ نور الانوار شرح المنار صفحہ ۱۸۹ میں ہے:-

> ''اجماع الصحابة نَصّاً مثل ان یقولوا اجمیعا اجمعنا علیٰ کذا فانه مثل الاٰیة و الخبر المتواتر حتّٰی یکفر جاحده و منه

الاجماع علی خلافة ابی بکر الصدیق رضی الله عنه ثم الذی نص البعض وسکت الباقون من الصحابة و هو المسمیٰ الاجماع السکوتی ولا یکفر جاحده. کہ سب سے زیادہ قوی اجماع صحابہؓ کا ہے۔ کہ وہ سب متفق ہو کر کہیں کہ ہم نے اس بات پر اتفاق کیا تو وہ آیت اور خبر متواتر کی طرح یقینی ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اسی قسم کا اجماع ہوا۔ اور دوسری قسم اجماع کی یہ ہے کہ بعض صحابہؓ نے اتفاق کیا اور دوسرے خاموش رہے۔ تو اُس کا نام اجماع سکوتی ہے اور اس کا منکر کافر نہیں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کے اجماع کی اِس تعریف کے مطابق علماء دیو بند اپنے مزعومہ دعویٰ کے اثبات میں قطعاً ناکام رہے ہیں۔ اور گواہانِ دیو بند کا یہ کہنا کہ فلاں عالم نے لکھا ہے کہ اِس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے سب متفق ہیں کہ اب نبی نہیں آسکتا ہر گز حجّت نہیں۔ جیسا کہ ارشاد الفحول صفحہ ۸۶ میں ہے:-

''**وزعم قوم ان العالم اذا قال لا اعلم خلافا فهو اجماع وهو قول فاسد.**'' کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اگر عالم یہ کہہ دے کہ اس مسئلہ میں سب متفق ہیں کوئی خلاف نہیں تو وہ اجماع ہو گا یہ صحیح نہیں بلکہ ایک باطل قول ہے۔

مصنف ارشاد الفحول نے اپنے اس دعویٰ کی تائید میں چند مثالیں دی ہیں۔ چنانچہ لکھتا ہے کہ جس طرح امام شافعی نے گائے کی زکوٰۃ میں یہ حکم لگاتے ہوئے کہ ۳۰ سے کم میں تبیع (ایک برس کا بچھڑا) نہیں ہے کہا ہے کہ اِس میں کسی قسم کا اختلاف نہیں۔ حالانکہ اِس میں اختلاف مشہور ہے۔ اور اسی طرح امام مالک نے ردّ قسم کے ساتھ فیصلہ کرنے کے متعلق لکھا ہے: -

''**وهٰذا مما لا خلاف فيه بين احد من الناس و لا بلد من البلدان و الخلاف فيه شهير.**'' کہ مسئلہ ایسا ہے جس میں کسی کو اختلاف نہیں حالانکہ اس میں جو اختلاف ہے وہ بہت مشہور ہے۔''

''اور حضرت عثمانؓ ردِّ یمین کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ اور انکار پر فیصلہ کر دیتے تھے۔ اسی طرح حضرت ابن عباسؓ اور حکم تابعی وغیرہ اور ابن ابی لیلیٰ اور حضرت امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب جو اپنے وقت کے قاضی تھے۔ اس سے ظاہر ہے کہ جب بڑے بڑے مقتدر علماء اور اکابر ائمہ پر لوگوں کا اختلاف مخفی رہ سکتا ہے تو دوسروں سے جو اُن کے مرتبہ کے نہیں کیوں کوئی اختلاف مخفی نہیں رہ سکتا۔

پس کسی کا یہ دعویٰ کر دینا کہ ہمارے اس پیش کردہ مسئلہ میں کسی کو اختلاف نہیں سب متفق ہیں ایک دعویٰ بلا دلیل ہے۔

اور تواتر معنوی کے متعلق مسلم الثبوت صفحہ ۱۷۰ میں لکھا ہے

''واستبعد امام الرازی التواتر المعنوی سیما علی حجیته (صفحہ ۱۷۱) کہ امام رازی نے تواتر معنوی کو مستعبد سمجھا ہے خصوصاً اس کے حجت ہونے کو۔''

یعنی جب اخبار احاد سب کی سب ظنی ہیں تو مجموعہ ظن کا بھی ظن ہونا چاہئے۔ اس لئے تواتر معنوی حجت قوی نہیں ہوسکتا۔ چہ جائیکہ اس کے منکر کو خارج از اسلام اور مرتد قرار دیا جائے۔

لہذا جب احادیث سے صحابہ کرام کا اجماع ان معنوں پر جو علماءِ دیو بند نے خاتم النبیین کے کئے ہیں ثابت نہیں تو محض علماء کے قول کی بنا پر اجماع کا دعویٰ کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ یہود نامسعود نے اس بات پر اجماع کیا کہ حضرت موسیٰؑ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ ملاحظہ ہو مسلم الثبوت صفحہ ۱۷۰ میں لکھا ہے؛

''اجماع الیھود علیٰ ان لا نبی بعد موسیٰ.''

پس اگر ان علمائے دیو بند وغیرہ کا اجماع بھی اس قسم کا ہے تو ہم مانتے ہیں کہ ایسا ہونا ضروری تھا۔ کیونکہ سید ولد آدم سرور انبیاء ﷺ نے پیشگوئی فرمائی تھی کہ میری اُمت بھی یہود کے قدم بہ قدم چلے گی۔ اور یہود سے پہلے بھی اسی قسم کے علماء نے حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات پر اسی طرح کا اجماع کر لیا تھا کہ یوسف علیہ السلام کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا۔ اس واقعہ کو حکایۃً قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

سورۃ مومن رکوع ۴۔

''حتّٰی اذا هلک قلتم لن یبعث الله من بعده رسولا.''

پس جس طرح پہلے بعض بدقسمت لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا دروازہ بند کرنا چاہا اور وہ ناکام و نامراد رہے کیونکہ وہ حق پر نہ تھے۔ اسی طرح آجکل کے علماء جو کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اللہ نے روحانی نعمتوں کا دروازہ بند کر دیا ہے حق پر نہیں ہیں

(۱۴)

مسیلمہ کذاب وغیرہ سے قِتال کی وجہ

علماء دیو بند نے ایک دعویٰ یہ کیا ہے کہ مسیلمہ کذاب اور طلیحہ وغیرہ سے قتال اس لئے کیا گیا کہ صحابہؓ نے اس بات پر اجماع کیا تھا کہ جو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے اُسے قتل کر دیا جائے۔ اس دعویٰ کی انہوں نے کوئی دلیل نہیں دی۔ اور ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں کہ صحابہ کرام کا اس بارے میں کوئی اجماع نہیں ہوا۔ البتہ مسیلمہ کذاب سے صحابہؓ کا جنگ کرنا ثابت ہے۔ اور اس کی وجہ محض اس کی بغاوت اور اسلامی حکومت کا مقابلہ اور خود بادشاہ بننا تھا۔ اور اصل غرض اُس کی یہی تھی کہ خود بادشاہ بن جائے۔ نبوت کا دعویٰ تو اس کے حصول کے لئے صرف ایک ذریعہ بنایا تھا۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب وہ مدینہ آیا تو اُس نے حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مسلمان ہونے اور حضورؐ کی اتباع کرنے کے لئے یہ شرط پیش کی کہ آپ اپنے بعد مجھے اپنا خلیفہ مقرر کریں تو میں آپ کی اتباع کروں گا۔ حضورؐ نے اس منظور نہ کیا۔ اور جلال آفریں لہجہ میں فرمایا کہ اگر تو یہ کھجور کی لکڑی بھی جو اس وقت میرے ہاتھ میں ہے طلب کرے تو نہیں دی جائے گی۔ اور حضورؐ اسے چھوڑ کر تشریف لے گئے۔ (بخاری) اس کے بعد اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خط لکھا۔ کہ

''من مسیلمة رسول الله الیٰ محمد رسول الله. سلام علیک فانی قد اشرکت فی الامر معک وان لنا نصف الارض ولقریش نصف الارض ولکن قریشا قوم یعتدون.''

(تاریخ تبری جلد۴ صفحہ ۱۸۴۹ و حجج الکرامہ صفحہ ۲۳۵)

کہ میں امر میں آپ کے ساتھ شریک ہو گیا ہوں۔ پس آدھا ملک ہمارا اور آدھا آپ کی قوم قریش کا ہوگا۔ حضورؐ نے جواب دیا۔ **ان الارض لله یورثها من یشاء من عباده و العاقبة للمتقین۔** (تاریخ الخمیس جلد۲ صفحہ ۱۷۷) کہ ملک سارا اللہ کا ہے۔ جسے چاہے دے اور انجام متقیوں کا اچھا ہے۔

حضورؐ کے اس جواب کے بعد مسیلمہ نے ایک باغیہ عورت سجاح نامی سے دوستی پیدا کر لی جو پہلے سے ہی مسلمانوں کے ساتھ قتال کرنے کا ارادہ رکھتی تھی اور اسے کہا **اکل قومی و قومک العرب** (طبری جلد۴ صفحہ ۱۹۱۸) کہ میں اپنی اور تیری قوم کی مدد سے سارے عرب کو فتح کر لوں گا۔ اس کے بعد اُس نے مسلمانوں سے آویزش شروع کر دی۔ چنانچہ حضورؐ کے دو مدنی صحابیوں کو جو اتفاقاً اُسے راستے میں مل گئے تھے اپنی نبوت کے ماننے پر مجبور کیا۔ ایک تو مرتد ہو گیا۔ لیکن دوسرے صحابی حبیب ابن زید نے اُسے نہ مانا اس پر اُس مردود نے اُس کے تمام اعضاء کاٹ کر آگ میں جلا دیا۔ (تاریخ الخمیس جلد۲ صفحہ ۱۴۱) اور جب مسلمانوں سے اُس کی لڑائی ہوئی تو چالیس ہزار سپاہی اُس کے لشکر میں موجود تھے جنہوں نے نہایت سختی سے صحابہؓ کا مقابلہ کیا۔

مندرجہ بالا تواریخی واقعات سے ظاہر ہے کہ مسیلمہ کذاب پر لشکر کشی محض اس کے دعویٰ نبوت کی وجہ سے نہیں کی گئی۔ بلکہ اُس سے قتال کی اصل وجہ یہ تھی کہ وہ اپنی بادشاہت قائم کرنا چاہتا تھا۔ لہٰذا اس قتال سے یہ نتیجہ نکالنا کہ صحابہؓ کا اس بات پر اجماع ہوا تھا کہ آپ کے بعد ہر مدعی نبوت کو قتل کر دیا جائے ہرگز صحیح نہیں۔

اسی طرح طلیحہ کے ساتھ ہوا۔ اُس نے آنحضرت صلعم کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ لیکن اپنی غرض پوری ہوتے نہ دیکھ کر حضورؐ کی زندگی میں ہی مرتد ہو گیا۔ اور سمیرا مقام کو اپنی قیام گاہ بنایا۔ اور اس جگہ اُس نے ایک کافی لشکر اپنے گرد جمع کر لیا۔ حتیٰ کہ حضورؐ کی وفات کے بعد تین قبیلے غطفان۔ ہوازن اور طے اُس کے ساتھ مل گئے اور جب شہر مدینہ پر چھاپا مارا گیا۔ تو چھاپا مارنے والوں کے دو حصے تھے۔ ایک ابرق میں مقیم تھا۔ اور دوسرا ذی القصہ میں۔ اس دوسرے حصہ پر طلیحہ نے اپنے بھائی کو سالار لشکر بنا کر بھیجا تھا۔ اور عبس اور ذبیان کو جب ابوبکرؓ نے مدینہ کے پاس شکست دی تو یہ بھی اس کے ساتھ مل گئے

اور پھران تمام قبائل نے مسلمانوں کوسخت تکلیفیں دیں۔بعض کوزندہ جلا دیا اور بعض کے کان ناک اور ہاتھ کاٹ دیئے۔ چنانچہ طبری جلد۴ صفحہ ۱۹۰۰ میں لکھا ہے۔'' ولم یقبل (خالد بعد هزیمتهم) من احد من اسد و غطفان ولا هوازن ولا سلیم ولا طئیی الا ان یأ توه بالذین حرقوا و مثّلوا و عدو ا علیٰ اهل الا سلام فی حال رِدّتهم.''

پس طلیحہ بن خویلد الاسدی سے جنگ کی وجہ اُس کی سرکشی اور بغاوت تھی۔

اسی طرح اسود عنسی مدعیٔ نبوۃ کاذبہ سے جو جنگ کی گئی اُس کی وجہ یہ تھی کہ اُس نے مرتد ہوتے ہی علمِ بغاوت بلند کر دیا اور آنحضرت ﷺ کی طرف سے عاملینِ صدقات مقرر تھے انہیں تنگ کیا گیا اور اُن سے صدقات کا جو وہ وصول کر چکے تھے واپسی کا مطالبہ کیا۔عمّال ابھی تردد میں تھے کہ اُس نے قبائل مذحج و نجران کو ساتھ لے کر مسلمانوں کے حاکم والیٔ یمن شہر بن باذان پر حملہ کر کے اُسے قتل کر دیا۔اور اُس کی بیوی کو جبراً اپنے عقد میں لے کر ملک یمن کا حاکم بن بیٹھا۔آنحضرت ﷺ نے اِس بغاوت اور کشت وخون کی خبر سن کر حضرت معاذ بن جبل کو خط لکھا کہ اسود عنسی کا مقابلہ کرو۔ چنانچہ شہر بن باذان کی بیوی کی مدد سے مسلمانوں نے اُسے قتل کر دیا۔

پس اِن مدعیانِ نبوت سے صحابہؓ کا مقابلہ کرنا بغاوت کی بنا پر تھا۔ نہ یہ کہ انہوں نے اجماع کیا تھا کہ جو بھی مدعیٔ نبوت ہو اُسے قتل کر دیا جائے۔خواہ وہ سچّا مسلمان۔متقی۔ دیندار۔اسلام کی اشاعت کرنے والا اور آنحضرت صلعم کا فدائی ہو۔

اِس بات کا ایک مزید ثبوت یہ بھی ہے کہ آنحضرت صلعم نے ابن صیاد کو جو نبوت کا مدعی تھا قتل نہیں کیا۔ حالانکہ اُس نے حضورؐ کی رسالت کی عمومیت سے انکار کرتے ہوئے آپ پر اپنی نبوت پیش کی اور کہا اتشهد انی رسول الله۔اِس پر حضورؐ نے فرمایا۔کہ میں تو خدا اور اُس کے تمام رسولوں پر ایمان لایا۔پھر اُس کے دعویٰ کے متعلق بہت سی باتیں کیں جن سے اس کا کاذب ہونا ظاہر ہوگیا۔پس اگر مدعیٔ نبوت کو قتل کر دینے کا حکم اسلام میں ہوتا تو آنحضرت صلعم ضرور ابن صیاد کو قتل کرا دیتے مگر حضورؐ نے باوجود حضرت عمرؓ کے اجازت مانگنے کے کہ اُسے قتل کر دیا جائے۔فرمایا۔اِسے چھوڑ دو۔گواہ نمبر۳ کا یہ کہنا کہ وہ اس وقت نا

بالغ اور غیر مکلّف تھا صحیح نہیں۔ کیونکہ اگر وہ غیر مکلّف تھا تو حضورؐ نے اپنی رسالت اس پر کیوں پیش کی؟

(۱۵)

اِسلامی بادشاہوں کے فیصلے

دیو بندی علماء نے کتاب المساوی والمحاسن للبیہقی سے دو جھوٹے مدعیانِ نبوت کے واقعہ کو پڑھ کر یہ نتیجہ نکالا ہے کہ گویا ہر مدعیٔ نبوت کی سزا قتل ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ اور اِن دو مدعیانِ نبوت کا اصل واقعہ جو کتاب میں درج ہے یہ ہے کہ ایک شخص نے مامون بادشاہ کے وقت میں دعویٰ نبوت کیا اور جب ایک دن وہ مامون سے ملنے کے لئے آیا۔ تو دربان سے کہا۔ امیر المومنین کو میری طرف سے کہہ دو کہ تیرے دروازہ پر خدا کا نبی کھڑا ہے۔ جب وہ اندر آیا تو ایک شخص ثمامہ نے اُس سے پوچھا **مادلیل نبوتک** کہ تیرے نبی ہونے کا کیا ثبوت ہے؟ اُس نے جواب میں کہا۔ تم اپنی ماں کو حاضر کرو۔ ''**فأُواقعها فتحمل فی ساعتها وتأتی بغلام مثلک** '' پھر مَیں اس سے جماع کروں گا تو اُسی وقت وہ حاملہ ہو جائیگی۔ اور تیرے جیسا ایک لڑکا دے گی۔ اِس پر ثمامہ نے جواب دیا. **صلی الله علیک ایها النبی و رحمة الله و برکاتهٗ اَهْوَن علّی من احضارک امّی و مواقعتها۔** ''(المحاسن والمساوی جلد ا صفحہ ۲۴) کہ مجھ پر یہ کہہ دینا زیادہ آسان ہے کہ اے نبی تجھ پر اللہ درود اور اس کی رحمت ہو بہ نسبت اِس کے کہ مَیں اپنی ماں تیرے پاس جماع کے لئے لاؤں۔''

دوسرا واقعہ جو اسی صفحہ پر درج ہے یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے متعلق خیال کیا کہ وہ نوحؑ ہے۔ اُس سے پوچھا گیا کہ تُو وہی پہلا نوح ہے یا دوسرا۔ تو اُس نے کہا کہ مَیں وہی پہلا نُوح ہوں جو اپنی قوم میں ۹۵۰ سال رہا۔ اور اب مَیں تمہاری طرف اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ پچاس سال پورے کروں تا کہ پورا ہزار سال ہو جائے۔

مفتی دیو بند گواہ نمبرا نے اِس میں اپنی طرف سے یہ زائد کر کے اپنے اتقاء کا ثبوت

دیا ہے کہ پھر علماء کے متفقہ فیصلہ کے ماتحت ہارون رشید نے اُسے قتل کرا دیا۔ حالانکہ علماء کا کتاب میں اس موقعہ پر کوئی ذکر نہیں۔

لہذا ایسے تمام مدعیانِ نبوت کے متعلق جو فیصلے مسلمان بادشاہوں نے کئے اُن کے ذمہ وار وہ خود تھے۔ اسلام میں ایسے لوگوں کے متعلق قتل کر دینے کا کوئی حکم نہیں۔ جب تک وہ بغاوت اور سرکشی نہ کریں۔ لیکن گواہانِ دیو بند نے ایسے واقعات اپنے دعویٰ کی تائید میں پیش کئے ہیں اور نتیجہ نکالا ہے کہ ہر مدعیٔ نبوت کو قتل کر دینا واجب ہے اور شریعت کا حکم ہے۔ اِن کے فتویٰ کی رو سے تو ثمامہ اور وہ سب لوگ جو اس وقت موجود تھے کافر ہو گئے۔ کیونکہ ثمامہ نے ایک جھوٹے مدعیٔ نبوت سے اُس کی نبوت کی دلیل طلب کی تھی۔ اور ان علماء دیو بند کے قول کے مطابق تو خود آقائے نامدار احمد مختار ﷺ پر بھی الزام آتا ہے کہ حضورؐ نے ابن صیاد مدعیٔ نبوت کو اُس کا دعویٰ سُنتے ہی قتل نہیں کیا بلکہ حضورؐ اس سے نبوت کے متعلق دیر تک باتیں کرتے رہے اور اُسے کچھ نہیں کہا۔

اور واضح رہے کہ گواہوں نے اپنے اس دعویٰ کی تائید میں قرآن مجید کی کوئی آیت پیش نہیں کی۔ دورانِ جرح میں جب گواہ نمبر۴ سے پوچھا گیا کہ کیا قرآن مجید میں ایسے مدعی کی سزا قتل رکھی گئی ہے۔ جواب میں اُس نے آیت خاتم النّبیّین پیش کی۔ جب اُس سے کہا گیا کہ اس آیت میں تو کہیں قتل کا ذکر نہیں تو نادم ہو کر کہا کہ جو دعویٰ نبوت کرے۔ وہ اس آیت کا منکر ہے اور جو آیت کا منکر ہو اس کا قتل واجب ہے۔

گواہ کے اس جواب سے معلوم ہوا کہ جب ایک آیت کے منکر کی سزا قتل ہے تو جو سارے قرآن کا منکر جیسے انگریز اور ہندو وغیرہ اُن کی سزا تو بدرجۂ اولیٰ قتل ہوگی۔ پس علماء کو چاہئے کہ ان لوگوں کو قتل کرنا شروع کر دیں ورنہ قرآن مجید کی نافرمانی ہوگی۔

(۱۶)

مسیلمہ کذّاب نے کِس قسم کی نبوت کا دعویٰ کیا؟

اب مَیں یہ بتاتا ہوں کہ مسیلمہ کذّاب کس قسم کا مدعیٔ نبوت تھا۔ حجج الکرامہ صفحہ ۲۳۴ میں لکھا ہے۔ کہ ’’اُس نے آنحضرت صلعم کے بالمقابل تشریعی نبوت کا دعویٰ کیا۔ اور شراب

اور زنا کو حلال قرار دیا۔ اور فریضۂ نماز کو ساقط کر دیا۔ قرآن مجید کے مقابلہ میں سورتیں لکھیں۔ پس شریر اور مفسد لوگوں کا ایک گروہ اُس کا تابع ہو گیا۔''

اِسی طرح جب خالدؓ بن ولید طلیحہ کی طرف لشکر لے کر گئے تو انہوں نے اُس سے کہا ہمارے خلیفہ کی ہمیں یہ وصیت ہے کہ تمہیں کلمۂ شہادت کی طرف بلائیں۔ تو اُس نے جواب میں کہا اے خالد!''اشھد ان لا الہ و انی رسول اللہ۔'' کہ ''میں خدا کا رسول ہوں۔'' گویا اُس نے اپنا نیا کلمہ جاری کیا تھا۔ (دیکھو المساوی والمحاسن جلد ا صفحہ ۲۳)

مذکورہ بالا حوالہ سے ظاہر ہے کہ مسیلمہ کذاب آنحضرت صلعم کو نہیں مانتا تھا۔ اُس نے شریعتِ اسلام کو منسوخ قرار دے کر تمام بُری باتوں کو جائز کر دیا۔ پس ایسا مدعی بے شک آنحضرت صلعم کے بعد نہیں آ سکتا۔ اور نہ سچّا ہو سکتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ حضرت مرزا صاحب ایسی نبوت کے مدعی نہیں بلکہ آپ تو ایسے مدعیوں پر لعنت بھیجتے ہیں جو آنحضرت صلعم کی غلامی اور اطاعت سے باہر ہوں۔ آپ تو حضرت رسول مقبول ﷺ کے ایسے عاشق زار اور فدائی ہیں کہ فرماتے ہیں ؎

بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم
گر کُفر ایں بود بخدا سخت کافرم

(۱۷)

علماء نے کس قسم کی نبوت کو بند سمجھا ہے؟

اب جبکہ مسیلمہ کذّاب وغیرہ کے ادّعائے نبوت کی حقیقت معلوم ہوگئی تو ہمیں اُن علماء کے متعلق سمجھ لینا چاہئیے جنہوں نے آنحضرت ﷺ کے بعد کسی نبی کے آنے کا انکار کیا ہے کہ اُن کی مُراد اِسی قسم کا نبی ہے جو ناسخ شریعت محمدؐیہ اور مستقل ہو۔ چنانچہ علمائے دیوبند نے جو اقوال اپنی تائید میں پیش کئے ہیں اُن سے بھی یہی واضح ہوتا ہے۔ مثلاً

ا۔ ابن القاسم کا قول ہے کہ علاّمہ خفاجی نے شفاء قاضی عیاض کی شرح میں لکھا ہے کہ جو آنحضرت صلعم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے اور لوگوں کو اپنی نبوت کی طرف دعوت دے یا نہ دے وغیرہ جیسے مسیلمہ تو وہ مرتد کے حکم میں ہے۔

۲۔اور اسی کتاب کے دوسرے حوالہ میں بھی مسیلمہ کذّاب اور اسود عنسی کی مثال دی ہے۔جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسیلمہ کی طرح جو مدعیٔ نبوت ہو وہ مرتد ہے اور جو ایسا نہیں وہ مرتد نہیں۔

۳۔ پھر گواہوں نے بحر الرائق کا حوالہ دیا ہے کہ جو اپنے آپ کو رسول کہے وہ کافر ہے۔

۴۔کتاب الفصل میں ہے کہ جو حضرت عیسیٰؑ کے سوا زمین پر کوئی اور رسول ثابت کرے وہ کافر ہے۔

۵۔شرح فقہ اکبر سے ملّا علی قاری کا ایک قول پیش کیا ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کرنے والا بالا جماع کافر ہے۔

۶۔تفسیر ابن کثیر کا حوالہ چاروں گواہوں نے پیش کیا ہے۔کہ خدا نے آنحضرت صلعم کو ختمِ نبوت و رسالت کے شرف سے مشرف کیا اور خبر دی اپنی کتاب میں اور رسول نے اپنی سنت متواتر میں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں۔اور جو اس کا دعویٰ حضورؐ کے بعد کرے وہ جھوٹا اور دجّال ہے۔

۷۔مفسر ابن کثیر نے یہ لکھ کر آگے مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کی مثال دی ہے اور پھر لکھا ہے کہ

> ''اسی طرح جھوٹے مدعی قیامت تک ہوتے رہیں گے یہاں تک کہ مسیح دجال پر ختم ہو جائیں گے۔اور یہ سب جھوٹے ہوں گے۔کیونکہ یہ فی الواقع نیکی کا حکم نہیں کرتے اور نہ بُرائی سے روکتے ہیں۔مگر اتفاقی طور پر یا جس میں کوئی ذاتی غرض ہو۔اور ایسے مدعی اپنے اقوال و افعال میں اوّل درجے کے جھوٹے اور فاجر ہوتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔
>
> **هل انبئكم علىٰ من تنزل الشيٰطين .تنزل علىٰ كل افّاك اثيم.''**

حافظ ابن کثیر نے جو آیت مدعیانِ نبوت کے کاذب ہونے پر بطور دلیل پیش کی ہے۔یہی آیت امام المکفرین مولوی محمد حسین بٹالوی نے حضرت مرزا صاحب کے الہامات

کے صادق اور منجانب اللہ ہونے پر پیش کی ہے۔ چنانچہ اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ جلد ۷ نمبر ۹ صفحہ ۲۸۴ پر لکھتے ہیں:-

''کہ شیاطین اپنے ان دوستوں کے پاس آتے ہیں جو شیطان کی مثل فاسق و بدکار اور جھوٹے دوکاندار ہوتے ہیں۔ اور مؤلف براہین احمدیہ مخالف و موافق کے تجربے اور مشاہدے کی رُو سے (واللہ حسیبہ) شریعتِ محمدؐیہ پر قائم و پرہیزگار اور صداقت شعار ہیں۔''

گواہ نمبر ا نے غنیۃ الطالبین کا ایک حوالہ پیش کیا ہے جس کا ترجمہ یہ لکھوایا ہے کہ

۸۔ ''کہ روافض نے یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ حضرت علیؓ نبی ہیں۔ لعنت کرے اللہ اور اُس کے فرشتے اور تمام مخلوق اُن پر قیامت تک۔ اور برباد کرے اُن کے کھیتوں کو اور نہ چھوڑے ان میں سے کسی کو گھر میں بسنے والا۔''

لیکن یہ حوالہ دیتے وقت گواہ نے وہ عبارت چھوڑ دی ہے جس کی بنا پر انہوں نے لعنت کی ہے جو یہ ہے:-

''وادعت ایضاً ان علیاًرضی الله عنه نبی وان جبریل علیه السلام غلط فی نزول الوحی علیه وادعت ایضاان علیا کان الٰها علیهم لعنته الله الخ''

کہ روافض نے حضرت علیؓ کے نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور کہا ہے کہ حضرت جبریلؑ نے نزولِ وحی میں غلطی کی کہ بجائے حضرت علی کے آنحضرت پر لایا۔ اور اِس کے علاوہ انہوں نے حضرت علی کے معبود ہونے کا بھی دعویٰ کیا ہے۔ لعنت کرے اللہ اور اُس کے فرشتے اُن پر۔ الخ

مندرجہ بالا تمام حوالہ جات اس بات پر شاہد ہیں کہ جس نبوۃ کا علماء نے بند ہو جانا بیان کیا ہے وہ ایسی نبوت ہے جو آنخضرت صلعم کے مقابلہ میں ہو اور آپ کی شریعتِ مطہرہ جو منسوخ کرنے والی ہو۔ جیسے کہ مسیلمہ کذاب وغیرہ کی تھی اور یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن کثیر وغیرہ نے بار بار مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کی مثال دی ہے جنہیں اسلام سے سخت عناد تھا۔

اور ملّا علی قاری نے اگر آنحضرت صلعم کے بعد نبی آنے کا انکار کیا ہے تو دوسری جگہ اپنی کتاب موضوعات کبیر میں اس کی تشریح کر دی ہے کہ اُن کی مراد اس سے وہ نبی ہے جو آنحضرتؐ کی ملت کو منسوخ کرے۔ اور آپ کی امت میں سے نہ ہو۔ پس یہ واضح دلیل ہے اس بات کی کہ جہاں انہوں نے انکار کیا ہے وہاں ایسا نبی مراد لیا ہے جو مسیلمہ کی طرح باغی۔ سرکش۔ فاجر دشمن اسلام اور اسلامی شریعت کو منسوخ کرنے والا ہو۔ اور ایسی نبوت کو ہم بھی آنحضرت صلعم کے بعد منقطع اور بند سمجھتے ہیں۔

جیسا کہ ہمارے امام و پیشوا حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:-

''غرض ہمارا مذہب یہی ہے کہ جو شخص حقیقی طور پر نبوت کا دعویٰ کرے اور آنحضرت ﷺ کے دامنِ فیوض سے اپنے تئیں الگ کر کے اور اس پاک سرچشمہ سے جدا ہو کر آپ ہی براہ راست نبی اللہ بننا چاہتا ہے تو وہ ملحد بے دین ہے۔ اور غالبًا ایسا شخص اپنا کوئی نیا کلمہ بنائے گا اور عبادات میں کوئی نئی طرز پیدا کرے گا اور احکام میں تغیّر و تبدل کرے گا۔ پس بلا شبہ وہ مسیلمہ کذاب کا بھائی ہے اور اس کے کافر ہونے میں کچھ شک نہیں ایسے خبیث کی نسبت کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ وہ قرآن شریف کو مانتا ہے۔''

(انجام آتھم حاشیہ صفحہ ۲۷-۲۸)

(۱۸)

علماء کے نزدیک رسول اور نبی کی تعریف

آنحضرت ﷺ سے قبل جو انبیاء آئے اُن کے متعلق امام عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں:-

''وہ فرشتہ کے سامنے شاگرد کی مانند ہوتے تھے اور رُوح الامین اُن کے پاس شریعت لاتا تھا جس کے مطابق وہ عبادت وغیرہ کرتے تھے **فیحل لهم ما شاء و یحرم علیهم ما شاء ولا یلزمهم اتباع الرسل۔**''

(الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۲۸)

کہ وہ فرشتہ اُن کے لئے جو چاہتا حلال کرتا اور جو چاہتا حرام کرتا اور اُن پر دوسرے رسولوں کی اتباع لازم نہیں تھی۔
اورنبراس صفحہ ۸۹ میں رسول کی یہ تعریف کی گئی ہے:۔
''والرسول انسان بعثه الله تعالیٰ الی الخلق لتبلیغ لاحکام الشریعة وقد یشترط فیه الکتاب بخلاف نبی فانه اعم۔کہ رسول ایک انسان ہے جسے اللہ تعالیٰ احکامِ شرعیہ کی تبلیغ کے لئے بھیجتا ہے اور کبھی اس کے لئے کتاب کا لانا بھی شرط ہوتا ہے بخلاف نبی کے کہ وہ عام ہے کتاب لائے یا نہ لائے۔''
مولانا اسمٰعیل شہید دہلوی منصب امامت کے صفحہ ۸ پر لکھتے ہیں:۔
''باید دانست کہ انبیاء علیہم السلام مامور میشوند بہ تبلیغ احکام بسوئے خواص و عام....... کہ از جانب حق جل و علا بطریق وحی یا الہام امر تبلیغ احکام بایشاں برسد۔''
اسی طرح رسول کی ایک تعریف یہ بھی کی گئی ہے:۔
''هو من له کتاب او نسخ لبعض احکام الشریعة السابقة.''
(شرح مقاصد جلد ۱ صفحہ ۱۲۸)
''کہ رسول وہ ہوتا ہے جو صاحب کتاب ہو یا شریعت سابقہ کے بعض احکام کو منسوخ کرے۔''
چنانچہ اس تعریف کے ماتحت حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے نبی ہونے سے بکرّات و مرّات انکار کیا ہے۔فرماتے ہیں:۔
''مگر چونکہ اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں۔ یا بعض احکام شریعتِ سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں۔یا نبی سابق کی اُمت نہیں کہلاتے۔اور براہ راست بغیر استفاضہ کسی نبی کے خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔اس لئے ہشیار رہنا چاہئے کہ اس جگہ بھی یہی معنے نہ سمجھ لیں۔ کیونکہ ہماری کتاب بجز قرآن کریم کے نہیں ہے۔

اور ہمارا کوئی رسول بجز محمد رسول ﷺ کے نہیں ہے۔ اور ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ ہمارے نبی ﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔ اور قرآن شریف خاتم الکتب ہے۔'' (حقیقتہ النبوۃ صفحہ ۱۲۵ بحوالہ الحکم جلد ۳ نمبر ۲۹ ۱۸۹۹ء)

پس جن علماء سابق نے آنحضرت صلعم کے بعد نبی کے آنے کا انکار کیا ہے وہ صرف انہی معنوں سے کیا ہے۔ اور گواہوں نے اپنی تائید میں جو حوالے حمامتہ البشریٰ اور ازالہ اوہام سے پیش کئے ہیں جن میں حضرت صاحب نے لکھا ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد وحی رسالت بند ہے اور خاتم النبیین کے بعد رسول نہیں آ سکتا۔ سو اس قسم کے تمام حوالوں کا وہی مطلب ہے جو ابھی حضرت مسیح موعودؑ کے قول مندرجہ حقیقتہ النبوۃ صفحہ ۲۵ بحوالہ الحکم بیان ہوا۔ دگر ہیچ۔ یعنی مذکورہ بالا اصطلاح اور تعریف کے رُو سے وہی نبی ہوسکتا ہے جس میں ان تین باتوں میں سے کوئی بات پائی جائے یا (۱) وہ جدید شریعت لائے (۲) یا بعض احکام شریعت سابقہ کے منسوخ کرے (۳) یا بلا واسطہ نبوۃ پائے۔

چونکہ حضرت مسیح موعود میں یہ تینوں باتیں نہیں پائی جاتیں۔ اس لئے آپ نے حمامتہ البشریٰ اور ازالہ اوہام میں اپنے نبی ہونے کا انکار کیا اور فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں ہوگا۔ اور حمامتہ البشریٰ صفحہ ۲۰ سے جو عبارت پیش کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلعم کا نام آپ نے خاتم الانبیاء بغیر استثناء رکھا ہے۔ سو اس کا یہی مطلب ہے کہ اس سے مراد ایسا نبی ہے جس کی یہ تعریف کی گئی ہے۔ اور آپ نے یہاں رد کیا ہے اُن لوگوں کا جو مسیحؑ ناصری کی آمد کے قائل ہیں۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے کسی کا استثناء نہیں کیا تو آنحضرت صلعم کے بعد حضرت عیسیٰؑ کسی طرح آ سکتے ہیں؟ جن کی نبوت و رسالت آنحضرتؐ کی اتباع کا نتیجہ نہیں چنانچہ بتصریح فرماتے ہیں:

''کہ کیا ہم اعتقاد رکھیں کہ عیسیٰ علیہ السلام جن پر انجیل اُتری وہ خاتم الانبیاء ہیں نہ کہ رسول اللہ صلعم۔ کیا ہم اعتقاد رکھیں کہ ابن مریم آئیں گے۔ اور قرآن مجید کے بعض احکام منسوخ اور بعض زائد کریں گے۔ اور جزیہ قبول نہیں کریں گے۔ اور لڑائی نہ چھوڑیں گے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے جزیہ لینے کا حکم اور جزیہ لے کر لڑائی چھوڑ دینے کا حکم آیت **حتّٰی یعطوا الجزیۃ عن ید و ھم صاغرون** میں دیا ہے...... مجھے تعجب آتا ہے کہ کیسے یہ مسیحؑ کو بعض

احکام کا ناسخ مانتے ہیں اور آیت الیوم اکملت لکم دینکم میں غور نہیں کرتے ...... اس سے تو ماننا پڑے گا کہ قرآن مجید ابھی کامل نہیں ہوا بلکہ مسیح علیہ السلام کے زمانہ میں کامل ہوگا۔''

اور پھر اسی صفحہ کے حاشیہ میں فرماتے ہیں؛

''اور رسول ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ کیونکہ آپ خاتم النبیین ہیں اور کوئی قرآن مجید کی تکمیل کے بعد اس کا منسوخ کرنے والا نہیں ہوسکتا۔''

اور ازالہ اوہام صفحہ ۲۴۲ میں فرماتے ہیں؛

''کہ اگر واقعی اور حقیقی طور پر مسیح ابن مریم کا نازل ہونا خیال کیا جائے تو اس قدر خرابیاں پیش آتی ہیں جن کا شمار نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ ان خرابیوں کا ذکر میں وحی کی بحث میں کر چکا ہوں کہ اُن پر نئی کتاب کا نزول ماننا پڑے گا۔ کیونکہ یہ تو ممکن نہیں کہ وہ معمر ہونے کی حالت میں ایک عمر خرچ کر کے دوسروں کی شاگردی کریں (لہذا ماننا پڑے گا کہ) تمام اجزائے شریعت اور جزیہ وغیرہ کی منسوخی کا حکم بوجہ اس کے کہ وہ مستقل رسول تھے ان پر بذریعہ جبریل نازل ہوں گے تو ظاہر طور پر اس نئی کتاب کے اُترنے سے قرآن شریف توریت وانجیل کی طرح منسوخ ہوجائے گا۔''

اس سے ظاہر ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے جہاں یہ لکھا ہے کہ اب کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اور وحی رسالت بند ہے اور آنحضرت صلعم خاتم النبیین ہیں تو اسی مذکورہ بالا اصطلاح اور تعریف کے ماتحت لکھا ہے۔ چنانچہ حضور نے ایک جگہ بالکل صراحت کر دی ہے جس کو ایک ادنیٰ عقل کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے۔ فرماتے ہیں؛

''جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں ۔ مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول ومقتداء سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اس کا نام پا کر اُس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے رسول اور نبی ہوں

مگر بغیر کسی جدید شریعت کے ۔ اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا ۔ بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کر کے پکارا ہے ۔‘‘ (حقیقہ النبوۃ صفحہ ۲۶۴ بحوالہ ایک غلطی کا ازالہ)

اور گذشتہ علماء کے اقوال پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کبھی ایسی نبوت کے امتناع اور انقطاع کو تسلیم نہیں کیا جو آنحضرت صلعم کے اتباع میں ہو ۔ انہوں نے صرف اس نبوت کا انقطاع مانا ہے جو مسیلمہ کذاب کی مانند ہو اور جس سے قرآن شریف کا منسوخ ہونا لازم آئے ۔ پس علمائے دیوبند کا یہ کہنا کہ مرزا صاحب بھی پہلے عام مسلمانوں کی طرح خاتم النبیین کے معنے کرتے تھے اور بعد میں دوسرے کرنے لگے ہرگز صحیح نہیں ۔ کیونکہ آپ نے خاتم النبیین کے معنے جہاں آخر النبیین عام مسلمانوں کے عقیدہ کے مطابق کئے تو وہاں اسی عام اصطلاح کے ماتحت کئے ہیں ۔ اور اس معروف اصطلاح کے ماتحت ہم بھی آنحضرت صلعم کو آخری نبی اور قرآن کو آخری کتاب مانتے ہیں ۔ یعنی آپ کے بعد کوئی صاحب شریعت جدیدہ نبی نہیں آئے گا ۔ اور جہاں حضرت صاحب نے خاتم النبیین کے دوسرے معنے کئے ہیں تو وہ دوسری قسم کی نبوت کے لحاظ سے ہیں جس کا ذکر ہو چکا ہے ۔ اور الہامات میں شروع سے ہی آپ کو رسول اور نبی کر کے پکارا گیا ۔ مگر چونکہ عام اصطلاح کے مطابق کہ نبی وہ ہوتا ہے جو شریعت لائے ۔ آپ نے خاتم النبیین کے وہی معنے کئے اور اپنے آپ کو رسول اور نبی کہنے سے انکار کیا ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خدا کے فرستادے انکشافِ تام تک اپنی قوم کے عام عقیدہ پر قائم رہتے ہیں آپ بھی اسی پر کاربند رہے ۔ لیکن جب متواتر اس قسم کے الہام ہوئے تو انہوں نے آپ کی توجہ کو نبی کے حقیقی مفہوم کی طرف پھیرا ۔ اور آپ پر پورے طور پر اس حقیقت کا انکشاف ہوا ۔ کہ نبی کے لئے شریعت کا لانا ضروری نہیں اور نہ یہ ضروری ہے کہ وہ پہلے نبی کا متبع ہو ۔

لہذا جب آپ پر قرآن کریم سے واضح ہو گیا کہ جو امتی ہو کر مکالمات و مخاطباتِ الٰہیہ سے بکثرت حصہ پائے اور اُس کو غیب کی خبروں پر اطلاع دی جائے تو اس پر بھی نبی اور رسول کا لفظ اطلاق پائے گا ۔ ان معنوں کے لحاظ سے آپ نے اپنے آپ کو نبی اور رسول کہا اور بکرات و مرات کہا ۔ لہذا پہلے اور دوسرے معنوں میں کوئی تضاد نہیں ۔ اور نہ اس بات کا

الزام عاید ہوتا ہے کہ آپ پہلے خاتم النبیین کے معنے عام مسلمانوں کے مطابق کرتے تھے بعد میں دوسرے کئے جیسا کہ علماء دیوبند نے آپ پر الزام لگایا ہے۔

(۱۹)

ظِلّی - بروزی

حضرت صاحب نے یہ سمجھانے کے لئے کہ آپ جس نبوت کے مدعی ہیں وہ شریعت والی نہیں اور نہ اُس سے قرآن مجید کا منسوخ ہونا لازم آتا ہے ظِلی ۔ بروزی کی اصطلاحیں مقرر کیں۔ آپ کا مطلب اس سے صرف یہی تھا کہ مجھ کو بلا واسطہ نبوت نہیں ملی بلکہ آنخضرت صلعم کی اتباع اور آپ میں فنا ہوکر اور آپ کی غلامی میں یہ مرتبہ نبوت کا ملا ہے۔ اس لئے آپ نے اپنے آپ کو ظِلی نبی لکھا تا کہ آئندہ لوگ نبی کا لفظ سن کر چونک نہ پڑیں اور اس ظِلی ۔ بروزی کا لفظ سے سمجھ لیں کہ آپ ویسے نبی نہیں جو معروف اصطلاح میں مراد لئے جاتے ہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں؛

''ظِلی نبوت جس کے معنے ہیں کہ محض فیضِ محمدیؐ سے وحی پانا وہ قیامت تک باقی ہے۔'' (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۸)

''میری نبوت آنخضرت صلعم کی ظِل ہے نہ کہ اصلی نبوت اس وجہ سے حدیث اور میرے الہام میں جیسا کہ میرا نام نبی رکھا گیا ہے۔ ویسا ہی میرا نام امتی رکھا گیا ہے تا معلوم ہو کہ ہر ایک کمال مجھ کو آنخضرت ﷺ کی اتباع اور آپ کے ذریعہ سے مِلا ہے۔'' (حاشیہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۰)

اُمّتی نبی

''جب تک اُس کو اُمتی بھی نہ کہا جائے جس کے یہ معنے ہیں کہ ہر ایک انعام اُس نے آنخضرت ﷺ کی پیروی سے پایا ہے نہ براہِ راست۔'' (تجلّیات الٰہیہ حاشیہ صفحہ ۹)

''میری مراد نبوت سے یہ نہیں کہ مَیں نعوذ باللہ آنخضرت ﷺ کے مقابل پر کھڑا

ہو کر نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں ۔ یا کوئی نئی شریعت لایا ہوں۔ صرف میری مراد نبوت سے کثرتِ مکالمت ومخاطبتِ الٰہیہ ہے جو آنحضرت ﷺ کی اتباع سے حاصل ہے سو مکالمہ و مخاطبہ کے آپ لوگ بھی قائل ہیں ۔ پس یہ صرف لفظی نزاع ہوئی۔ یعنی آپ لوگ جس امر کا نام مکالمہ ومخاطبہ رکھتے ہیں۔ مَیں اس کی کثرت کا نام بموجب حکم الٰہی نبوت رکھتا ہوں۔ **ولکل ان یصطلاح۔''** (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۸)

اِن حوالہ جات سے ثابت ہے کہ آپ نے اپنی نبوت کی حقیقت سمجھانے کے لئے ظلّی ۔ بروزی اور اُمتی نبی کی اصطلاحیں مقرر کیں۔ تا کہ لوگ نبی کے لفظ سے دھوکہ نہ کھائیں۔ اور اصطلاحوں کا قائم کرنا ہر ایک کے لئے جائز ہے ۔ اِس پر اعتراض کرنا نادانی ہے چنانچہ پہلے علماء اور محدثین نے احادیث کے لئے اصطلاحیں مقرر کیں۔ اور غریب۔ مشہور۔ متواتر وغیرہ احادیث کے نام رکھے تا کہ ایک لمبی عبارت کا مفہوم ایک چھوٹے لفظ سے ادا ہو جائے ۔ لہذا اگر مرزا صاحب کے سوا کسی اور نے اِن لفظوں کو استعمال نہیں کیا تو اعتراض کی بات نہیں۔ لیکن معترضین کا منہ بند کرنے کے لئے ہم بتاتے ہیں کہ صوفیاء نے بھی بروز وغیرہ کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ چنانچہ اقتباس الانوار صفحہ ۵۲ میں لکھا ہے:۔

''روحانیت کملّ گاہے براد بابِ ریاضت چناں تصرف میفر ماید کہ فاعل افعال شان میگردو۔ دایں مرتبہٗ را صوفیاء بروز میگویند۔ وبعض برآنند کہ رُوح عیسیٰ در مہدی بروز کند۔ ونزول عبارت ازیں بروز است مطابق ایں حدیث **لا مھدی الا عیسی ابن مریم۔''**

اور خزائن الاسرار الکلم مقدمہ فی شرح فصوص الحکم مطبوعہ کانپور صفحہ ۷۴ میں لکھا ہے:

''اٹھارہواں مراقبہ مسئلہ بروز اور تمثل کے بیان میں ۔ بعض نا یافتگی سے اس کو بھی تناسخ کہتے ہیں۔ واضح ہو کہ بروز عبارت ہے تعلق اور تمثل روحی سے بجائے دیگر باوجود قیام اور ثبوت تعلّق اپنے کے ساتھ جائے اوّل کے بغیر کسی تغیّر اور نقصان کے حالت اصل میں ....اور ایسا ہی ہے حکم بروز ادریس علیہ السلام بنام بروز الیاس علیہ السلام کے۔ اور نزول عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے........ اور یہ کبھی بہ سبب غلبہ ایک صفت

کے ہوتا ہے اور کبھی بغلبۂ جمیع صفاتِ کمالیہ کے۔ اس صورت میں اتحاد مظہر کا بارز کے ساتھ ہوگا۔ اور یہ قسم اعلیٰ مرتبہ بروز کا ہے۔''

اور ریاست بہاولپور کے ایک مشہور بزرگ حضرت خواجہ غلام فرید صاحب نے بھی بروز پر بحث کی ہے۔ ملاحظہ ہو''اشاراتِ فریدی'' حصّہ دوم صفحہ ۱۱۰ تا صفحہ ۱۱۲۔

(۲۰)

کیا حضرت مسیح موعودؑ تناسخ کے قائل تھے؟

گواہ نمبر ۳ نے تریاق القلوب صفحہ ۱۵۵ سے حاشیہ کی ایک عبارت پیش کی ہے کہ

''غرض جیسا کہ صوفیوں کے نزدیک مانا گیا ہے کہ مراتبِ وجود دوریہ ہیں۔ اسی طرح ابراہیم علیہ السلام نے اپنی خُو بُو اور طبیعت دلی مشابہت کے لحاظ سے قریباً اڑھائی ہزار برس اپنی وفات کے بعد پھر عبداللہ پسر عبدالمطلب کے گھر میں جنم لیا اور محمدؐ کے نام سے پکارا گیا۔ **صلی اللہ علیہ وسلم**''

اِس پر اعتراض کیا ہے کہ ''جنم'' کا لفظ ہندوؤں کا ہے اِس کا استعمال ہمارے نزدیک کفر ہے۔

اِس کا جواب یہ ہے کہ اگر گواہان ہندوؤں کے الفاظ سے اِتنے ہی متنفّر اور خائف ہیں تو اردو میں سنسکرت کے بہت سے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں اُن سب پر کُفر کا فتویٰ لگائیں کہ اُن کا بولنا اور استعمال کرنا کُفر ہے اور بولنے والا کافر ہے۔ مثلاً آج کل عام طور پر ''سوراج''۔ ''اور ستیہ گرہ'' (بھوک ہڑتال) کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں جو خالص ہندی الفاظ ہیں اور عوام مسلمان نہیں بلکہ اکثر علماء جیسے مولوی حسین احمد مدنی موجودہ پرنسپل مدرسہ دیو بند اور مولوی کفایت اللہ صدر جمیعۃ العلماء ہند وغیرہ بھی استعمال کرتے ہیں اور صرف ہندی لفظ ہی استعمال نہیں کرتے بلکہ گاندھی ٹوپی بھی پہنتے ہیں تو بقول گواہ نمبر ۳ یہ سب کافر ہیں۔ اور جب ہندوؤں کے مذہبی الفاظ استعمال کرنے کُفر ہوئے تو انگریزوں کے بھی ہوں گے لہذا جو انگریزی کے الفاظ استعمال کرے وہ بھی کافر ہے اور چونکہ گواہ نمبر ۳ نے خود

بار بار لٹریچر کا لفظ اپنے بیان میں استعمال کیا ہے اس لئے کفر کا فتویٰ خود اس پر بھی عائد ہوتا ہے۔ اگر کہا جائے کہ ہماری مراد اس لفظ سے یہ ہے کہ اس سے ہندوؤں کا عقیدہ تناسخ ثابت ہوتا ہے۔ تو یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ اسی عبارت میں آپ نے جنم لینے سے مراد ''خُو۔ طبیعت اور دلی مشابہت'' لی ہے اور یہ مطلب نہیں کہ آنحضرت صلعم کی پیدائش حضرت ابراہیمؑ ہی کی پیدائش تھی۔ چنانچہ آپ نے جس بات پر یہ حاشیہ لکھا ہے وہاں مراتبِ وجود دوریہ کی تفسیر یہ کی ہے:-

''یعنی بنی نوع انسان میں سے بعض بعض کی خُو اور طبیعت پر آتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ پہلی کتابوں سے ثابت ہے کہ ایلیا۔ یحییٰ نبی کی خُو اور طبیعت پر آ گیا اور جیسا کہ ہمارے نبی علیہ السلام حضرت ابراہیمؑ کی خُو اور طبیعت پر آئے اِسی سّر کے لحاظ سے یہ ملّت محمدی ابراہیمی ملّت کہلائی۔'' (تریاق القلوب صفحہ ۱۵۵ طبع باراوّل)

اِس کے ثبوت میں قرآن مجید کی یہ آیت ملاحظہ ہو۔ **واتبع ملة ابراهيم** الخ کہ اے نبی! تو ملّتِ ابراہیمؑ کی پیروی کر۔ اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے: -

''ان لکل نبی ولا ة من النّبيّين و ان لی ولی ابی و خليل ربی ثم قرأ ان اولی الناس بابراهيم'' (مشکوۃ صفحہ ۴۳۸)

کہ ہر نبی کے لئے نبیوں میں سے ایک ولی ہوتا ہے۔ اور میرا ولی میرے رب کا خلیل اور میرا باپ ابراھیم ہے۔ پھر آپ نے قرآن کی آیت **ان اولی الناس بابراهيم** پڑھی۔

اِسی طرح فرمایا:-

''الا ان الله اتخذنی خيلا كما اتخذ ابراهيم خليلا۔'' (کلمات طیبٰت صفحہ ۱۴) کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اسی طرح اپنا خلیل بنایا ہے جیسا کہ ابراھیم علیہ السلام کو۔''

گواہ نمبر ۳ کا حضرت مسیح موعودؑ پر تناسخ کے قائل ہونے کا الزام لگانا بہت بڑا ظلم ہے۔ کیونکہ آپ نے اس طاغوتی مسئلہ کا ردّ اپنی کتاب ''سرمۂ چشم آریہ''۔ ''چشمۂ معرفت'' اور ''آریہ دھرم'' میں زبردست دلائل سے کیا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:-

''حیوانات کی طاقتوں اور قوّتوں کی تفاوت کا سبب تناسخ اور آواگون کو قرار دینا خدائے حکیم کے علم اور ستِ وِدّیا کو ضائع کرنا ہے۔ اور اس کی وحدتِ نظامی کو درہم برہم کرنا ہے۔'' (چشمہ معرفت صفحہ ۱۹)

''تناسخ کا عقیدہ ماننا بہت سے عقائد فاسدہ کو مستلزم ہے۔''

(چشمۂ معرفت صفحہ ۱۱۵)

بروزی نبوت پر ایک شبہ کا ازالہ

گواہ نمبر ۴ نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے تریاق القلوب میں لکھا ہے کہ:-

''مہدی معہود بروزات کے لحاظ سے پھر دنیا میں نہیں آئے گا کیونکہ وہ خاتم الاولاد ہے۔''

گواہ نمبر ۴ کہتا ہے۔ اِس سے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب کا ظِلّی بروزی نبی ہونے کا دعویٰ غلط ہے۔ جواب اِس کا یہ ہے کہ اگر شاہد اس کے آگے عبارت پر غور کرتا تو اس پر خاتم الاولاد ہونے کا مطلب ظاہر ہو جاتا۔ چنانچہ اس کے آگے آپ فرماتے ہیں:-

''اس کے خاتمہ کے بعد نسل انسان کوئی کامل فرزند پیدا نہیں کرے گی باستثناء ان فرزندوں کے جو اُس کی حیات میں ہوں۔''

پھر حضور اہل کشف کی یہ عبارت لکھ کر آگے لکھتے ہیں:-

''مسیح موعود کا زمانہ اسی حد تک ہے جس حد تک اس کے دیکھنے والے یا دیکھنے والوں کے دیکھنے والے اور یا پھر دیکھنے والوں کے دیکھنے والے دنیا میں پائے جائیں۔ اور اس کی تعلیم پر قائم ہوں گے۔ غرض قرونِ ثلاثہ کا ہونا برعایت منہاج نبوت ضروری ہے۔''

اور خطبہ الہامیہ میں آپ نے خاتم الاولیاء کے یہ معنے کئے ہیں کہ میرے بعد کوئی ولی نہ ہوگا مگر وہی جو مجھ سے اور میرے طریقہ پر ہوگا۔ پس تریاق القلوب کی عبارت کا بھی یہی مطلب ہے کہ آپ کے زمانہ میں جو تین صدیوں تک ممتد ہے کوئی کامل فرزند آپ کی

جماعت اور سلسلہ سے باہر نہ ہوگا۔ جس طرح کہ کوئی نبی بعد خاتم النّبیّین امتِ محمدیہ سے باہر اور آنحضرتؐ کی اتباع کے بغیر نہ ہوگا۔

(۲۱)

کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صاحب شریعت ہونے کا دعویٰ کیا؟

دیو بندی گواہوں نے حضرت مسیح موعودؑ پر ایک بہتان یہ بھی لگایا ہے کہ آپ نے معاذ اللہ صاحب شریعتِ جدیدہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ گواہوں نے اپنے دعوے کو حضور کی بعض عبارات سے غلط مفہوم لے کر ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ انہوں نے پہلا حوالہ ''دافع البلاء'' کا پیش کیا ہے جس میں حضور نے اپنے لئے رسول کا لفظ لکھا ہے گواہوں نے اس سے صاحب شریعت ہونے کا آپ پر الزام لگایا ہے۔ لیکن انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ رسول کے ساتھ آپ نے یہاں کسی جگہ شریعت کا لفظ استعمال نہیں کیا بلکہ براہین احمدیہ سے اپنی وحی کے الفاظ نقل کر کے لکھا ہے کہ'' تمام بھلائی قرآن میں ہے۔ پاک دل لوگ اس کی حقیقت سمجھتے ہیں۔ پس ہم قرآن کو چھوڑ کر اور کس کتاب کو تلاش کریں۔ اور کیونکر اس کو نامکمل سمجھیں ......آج آسمان کے نیچے بجز فرقان حمید کے اور کوئی کتاب نہیں۔'' (دافع البلاء صفحہ ۲۰)

دوسرا حوالہ

انہوں نے ''ایک غلطی کا ازالہ'' سے پیش کیا ہے۔ اُس میں بھی آپ نے بصراحت فرمایا ہے کہ:۔

''نبوت سے میری مراد یہ نہیں کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا یا مستقل نبی ہوں۔ بلکہ ان معنوں سے نبی ہوں کہ میں نے اپنے رسول۔ ومقتداء سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اس کا نام پا کر اس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے رسول اور نبی ہوں مگر بغیر

کسی جدید شریعت کے۔‘‘

اس کے ساتھ ہی گواہوں نے ایک دوسرا حوالہ یہ بھی پیش کیا ہے کہ

’’صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔‘‘ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۰)

مگر گواہوں نے اس سے آگے کے الفاظ جو اُن کے الزامِ ناروا کی صاف تردید کر رہے ہیں چھوڑ دیئے ہیں کہ نبی کا خطاب مجھے دیا گیا

’’مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی۔‘‘

پھر اس کے متعلق حاشیہ میں فرماتے ہیں؛

’’یاد رہے کہ بہت سے لوگ میرے دعوے میں نبی کا نام سن کر دھوکہ کھاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ گویا میں نے اس نبوت کا دعویٰ کیا ہے جو پہلے زمانہ میں براہ راست نبیوں کو ملی۔ لیکن وہ اس خیال میں غلطی پر ہیں۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی مصلحت اور حکمت نے آنحضرت ﷺ کے افاضہ روحانیہ کا کمال ثابت کرنے کے لئے یہ مرتبہ بخشا ہے۔‘‘ (صفحہ ۱۵۱ حاشیہ)

تیسرا حوالہ

دیوبندی علماء نے ایک استدلال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مدعی شریعت ثابت کرنے کے لئے یہ کیا ہے کہ آپ نے اپنی وحی پر ایمان لانے کا اظہار اسی طرح کیا جس طرح قرآن اور دوسری وحیوں پر ایمان لانے کا۔ چنانچہ فرماتے ہیں؛

’’اور میں جیسا کہ قرآن شریف کی آیات پر ایمان رکھتا ہوں ایسا ہی بغیر فرق ایک ذرہ کے خدا کی اُس کھلی کھلی وحی پر ایمان لاتا ہوں جس کی سچائی اس کے متواتر نشانوں سے مجھ پر کھل گئی ہے۔‘‘ (ایک غلطی کا ازالہ)

’’اور میں بیت اللہ میں کھڑے ہو کر قسم کھا سکتا ہوں۔ کہ وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے وہ اُسی خدا کا کلام ہے جس نے حضرت موسیٰ ؑ اور حضرت عیسیٰ ؑ اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اپنا کلام نازل کیا تھا۔‘‘

اس کے جواب میں یہی عرض ہے کہ ان عبارتوں سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ

حضرت مرزا صاحب نے صاحبِ شریعت ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ بلکہ صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ آپ اپنی وحی کے منجانب اللہ اور اُس کے دخلِ شیطانی اور خطا سے پاک ومنزہ ہونے پر یقین کامل کا اظہار کر رہے ہیں۔ اور یہ اس بات کومستلزم نہیں کہ آپ صاحب شریعت ہونے کے مدعی ہیں۔مولانا رومؒ فرماتے ہیں؛

وحی دلگیرش کہ منظر گاہ اوست
چوں خطا باشد کہ دل آگاہ اوست

کہ وہ وحی جسے اولیاء وحی قلب کہتے ہیں اُس میں بھی جس طرح کہ انبیاء علیہم السلام کی وحی میں خطا متصور نہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی کہے کہ جس طرح مجھے یہ یقین ہے کہ قرآن مجید خدا کا نازل کردہ کلام ہے اسی طرح یہ بھی یقین ہے کہ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی ایک بہت بڑے فاضل اور عالم باعمل اور باخدا انسان تھے۔اب اس سے ہرگز یہ لازم نہیں آتا کہ شاہ ولی اللہ صاحب قرآن مجید کی طرح بے مثل اور اس کے برابر ہو گئے۔ بلکہ اس سے قائل کا منشاء اور مراد یہی ہے کہ اُن کی بزرگی یقینی اور ثابت شدہ امر ہے۔جس کا انکار نہیں ہوسکتا۔

گواہوں نے کہا ہے کہ مرزا صاحب اپنی وحی کو قرآن مجید کے مقابلہ میں پیش کرتے ہیں اور اس کی مثل قرار دیتے ہیں۔اس لئے آپ صاحب شریعت ہونے کے مدعی ہیں۔لیکن گواہان کا ایسا کہنا سراسر غلط ہے۔ کیونکہ آپ نے یہ کہیں نہیں لکھا کہ میری وحی شرعی اور قرآن کی مثل ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں؛

''خدا کی لعنت اُن پر جو یہ دعویٰ کریں کہ وہ قرآن کی مثل لا سکتے۔قرآن کریم سراپا معجزہ ہے جس کی مثل کوئی انس وجن نہیں لاسکتا۔اوراس میں وہ وہ معارف اور خوبیاں جمع ہیں جنہیں انسانی علم ہرگز جمع نہیں کرسکتا۔ بلکہ وہ ایسی پاک وحی ہے کہ اس کی مثل اور کوئی وحی نہیں ہوسکتی اگرچہ رحمان کی طرف سے اس کے بعد اور بھی کوئی وحی ہو......اور خدا تعالیٰ کی تجلی جیسی کہ خاتم الانبیاء پر ہوئی ایسی کسی پر نہ پہلے ہوئی اور نہ کبھی آئندہ ہو گی۔اور جو شان قرآن مجید کی وحی کی ہے وہ اولیاء کی وحی کی شان نہیں۔

اگرچہ قرآن کی مانند کوئی کلمہ انہیں وحی کیا جائے۔اس لئے کہ قرآن مجید کے معارف وحقائق کا دائرہ سب دائروں سے بڑا ہے۔''(الہدیٰ صفحہ ۳۲)

چوتھا حوالہ

گواہوں نے کہا ہے کہ چونکہ حضرت مرزا صاحب نے اربعین نمبر ۴ صفحہ ۶ کے حاشیہ میں اپنی وحی۔تعلیم اور بیعت کو مدار نجات ٹھہرایا ہے اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے شریعت محمدیہ کومنسوخ کردیا۔

اس کے جواب میں گذارش ہے کہ جو شخص حضرت اقدس کی اس عبارت پر غور کرے گا اُس پر صاف ظاہر ہو جائے گا کہ آپ کی جو وحی اور تعلیم ہے وہ وہی تعلیم ہے جو عین قرآن مجید اور اسلام کی ہے۔لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ اب قرآن مجید کی اس تعلیم پر کاربند ہو کر وہی نجات پا سکتا ہے جو آپ کے حلقہ بیعت میں داخل ہو دوسرا نہیں اس کی مثال ایسی ہے۔جیسے موجودہ وائسرائے لارڈ ولنگڈن دعویٰ کریں کہ اگر تم حکومت برطانیہ کے وفادار ہو تو میرا حکم مانو۔کیونکہ اس وقت میں حکومت کی طرف سے تم پر معمور کیا گیا ہوں۔اگر تم میرا حکم نہیں مانو گے اور سول نافرمانی کرو گے تو جیل خانہ بھیج دیئے جاؤ گے۔اور سزا سے تم ہرگز نجات نہیں پا سکو گے۔اور یہی بات حضرت صاحب نے اس حاشیہ میں لکھی ہے۔چنانچہ فرماتے ہیں؛

''میری تعلیم میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور شریعت کے ضروری احکام کی تجدید ہے۔اس لئے خدا تعالیٰ نے میری تعلیم کو اور وحی کو جو میرے پر ہوتی ہے فُلک یعنی کشتی کے نام سے موسوم کیا ہے۔''

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ میری وحی میں کوئی نئی شریعت ہے یا میری وحی ناسخ شریعت محمدیہ ہے بلکہ فرمایا ہے کہ شریعت محمدیہ کے ہی بعض ضروری احکام کی تجدید ہے۔چنانچہ آپ نے اس کی جو مثال دی ہے۔وہ دیوبندی مولویوں کی سراسر تغلیط اور تردید کرتی ہے۔چنانچہ جس عبارت پر یہ حاشیہ لکھا گیا ہے اُس میں جس حکم کا

ذکر کیا گیا ہے وہ یہ ہے؛

''قل للمومنین یغضوا من ابصارھم و یحفظوا فروجھم ذالک ازکیٰ لھم.'' (نورع۴)

یعنی تو اپنی جماعت کے مومنین سے کہہ دے کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ قرآن مجید کی ایک مشہور آیت ہے۔ جو آپ پر وحی ہوئی ہے۔ اب اِس میں کوئی نئی تعلیم اور نیا حکم نہیں ہے۔ بلکہ وہی قرآن مجید کی تعلیم ہے۔ لیکن چونکہ آپ اس زمانہ کے امام اور مامور من اللہ ہیں اِس لئے تجدید کے طور پر خدا نے آپ کو یہ الہام کیا۔ لہذا اس سے جدید شریعت کا ادّعا لازم نہیں آتا۔ قرآن مجید کی بیسیوں آیتیں دوبارہ اُمت محمدیہ کے اولیاء اللہ پر نازل ہوئی ہیں۔ اِسی طرح حضرت مرزا صاحب پر قرآن مجید کے بہت سے اوامر ونواہی نازل ہوئے اور انہی کے متعلق حضرت صاحب نے لکھا ہے کہ میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی۔''

اور ظاہر ہے کہ جب آپ کی تعلیم اور وحی قرآن مجید کی تعلیم پر مشتمل ہے اور ایک ذرّہ بھی باہر نہیں تو پھر آپ کی وحی پر ایمان لانا قرآن مجید اور آنحضرت ﷺ کی تصدیق ہوئی اور آپ کا یہ فرمانا بالکل درست ٹھہرا کہ لوگوں کے لئے آپ کی تعلیم اور بیعت مدارِ نجات ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ

گواہوں نے الیواقت جلد۲ صفحہ ۴۳ سے ایک حوالہ فتوحاتِ مکیّہ کا پیش کیا ہے۔ کہ اگر کوئی اوامر ونواہی کے نزول کا دعویٰ کرے۔ چاہے وہ ہماری شریعت کے موافق ہوں یا مخالف اگر وہ مکلّف ہوگا تو ہم اُس کی گردن اُڑا دیں گے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ الیواقت میں جو دوسری عبارات فتوحات مکیہ کی درج ہیں اُن سے صاف ظاہر ہے کہ شریعت جدیدہ کا آنا منقطع ہے وبس۔ اسی کتاب کے صفحہ ۱۰۰ پر لکھا ہوا ہے۔ کہ ''اگر کسی صاحب کشف نے یہ کہا کہ وہ ایک امر سے مامور ہے جو شرع محمدی کے مخالف ہے تو اس پر امر ملتبس ہوگیا۔'' دیکھیئے یہاں اس کی سزا باوجود شریعت کے مخالف

ہونے کے قتل نہیں بیان کی۔ اور الیواقیت جلد۲ صفحہ۱۰۰ میں صاف لکھا ہے کہ مسیح علیہ السلام جب آئیں گے تو ''یُلْهَمُ بِشَرْعِ مُحَمّدٍ'' کہ انہیں شریعت محمدیہ بذریعہ الہام سکھائی جائے گی۔ اِسی طرح مہدی کے متعلق شیخ محی الدین ابن عربی کا یہ قول لکھا ہے:-

''انه يحكم بما القیٰ اليه ملك الالهام من الشريعة و ذٰلك انه يلهمه الشرع المحمدی فيحكم به كما أشار اليه حديث المهدی انه يقفو أثری لا يخطئ فعرّفنا صلی الله عليه وسلم انه متبع لا مبتدع.'' کہ مہدی شریعت کے ساتھ حکم کرے گا جو اُس کی طرف وحی کرنے والا فرشتہ شرع محمدی کا الہام کرے گا۔ جس کے ساتھ مہدی فیصلہ کرے گا۔ جیسا کہ آنحضرتؐ نے مہدی کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ میرے قدم بقدم چلے گا۔ اور خطا نہیں کرے گا۔

اِس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بتا دیا کہ وہ آپ کا متبع ہوگا۔ نیا دین نہیں چلائے گا۔ پس اگر بالفرض گواہوں کے پیش کردہ حوالہ کا وہی مطلب لیا جائے جو انہوں نے لیا ہے تو پھر ہمارا جواب یہ ہے کہ فتوحات مکیہ کے مصنف شیخ محی الدین ابن عربی کا بعد کی تصنیف فصوص الحکم میں اِس سے رجوع ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:-

''وفينا من يأخذه عن الله فيكون خليفة عن الله بعين ذٰلك الحكم فتكون المادة من حيث كانت المادة لرسوله صلى الله عليه وسلم فهو فی الظاهر متبع لعدم مخالفته فی الحكم۔'' (فصوص الحکم صفحہ۱۹۳)

کہ ہم اہل کشف میں بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو براہِ راست اللہ تعالیٰ سے وہی احکام حاصل کرتے ہیں جو شریعتِ محمدیہ میں پہلے سے موجود ہیں اور وہ ان احکام میں اللہ تعالیٰ کے نائب ہوتے ہیں۔ اور بوجہ اس کے کہ اُن پر نازل شدہ احکام شریعت محمدیہ کے مخالف نہیں ہوتے وہ آنحضرت ﷺ کے متبع ہوتے ہیں۔''

اور حضرت مجدّد الفِ ثانیؒ فرماتے ہیں کہ:-

''ہمچنانکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام آں علوم را از وحی حاصل می کرد۔ ایں بزرگواران بطریق الہام آں علوم را از اصل اخذ میکنند۔ علماء ایں علوم را از شرائع اخذ کردہ بطریق اجمال آوردہ اند۔ ہماں علوم چنانکہ انبیاء را علیہم الصلوٰۃ والسلام حاصل بود تفصیلاً وکشفاً ایشانرا نیز بہماں نہج حاصل میشود اصالت وتبعیت درمیان است بایں قسم کمال از اولیاء کمّل بعضی ایشانرا بعد از قرون متطاولہ واز منہ متباعدہ انتخاب میفر مایند۔''

(مکتوبات جلد ا صفحہ ۴۰)

کہ جس طرح علوم شریعت آنحضرت صلعم وحی الٰہی سے حاصل کرتے تھے اِسی طرح اولیاء اللہ ان علوم کو الہام الٰہی یعنی اصل سرچشمہ سے اخذ کرتے ہیں۔ اور یہ علماء تو کتاب و سنت سے ان علوم کو بطریق اجمال لاتے ہیں۔ اور جس طرح یہ علوم انبیاء علیہم السلام کو تفصیلاً وکشفاً حاصل تھے اِسی طریق پر اولیاء اللہ کو حاصل ہوتے ہیں۔ فرق صرف اصالت اور اتباع و وراثت کا ہے۔''

امرتسر کے غزنوی خاندان کے مورثِ اعلیٰ مولوی عبداللہ صاحب غزنوی مرحوم ایک صاحب کشف بزرگ تھے جن پر قرآن مجید کی آیات الہاماً نازل ہوتی تھیں۔ اُن کی مخالفت میں مولوی غلام علی قصوری نے ایک رسالہ لکھا جس میں مولوی عبداللہ صاحب غزنوی مرحوم پر اسی قسم کے اعتراج کئے جیسے کہ گواہوں نے مسیح موعود پر کئے ہیں۔ اس کے جواب میں امام غزنویاں مولوی عبدالجبار غزنوی نے ایک رسالہ ''اثبات الالہام والبیعتہ'' مولوی عبداللہ غزنوی مرحوم کی حمایت میں لکھا۔ اُس کے صفحہ ۱۴۰ پر معترض کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''آیتیں بے شک پہلے ہی نازل ہو چکی ہیں اور اُن کے الفاظ اور مورد بھی عام ہیں مگر جب صاحبِ الہام پردۂ غیب سے سنتے ہیں یا خود بخود اُن کی زبان پر آیات جاری کی جاتی ہیں تو وہ اپنے حال سے مطابق کرتے ہیں اور بہ سبب فہم خدا داد کے حظ وافر اٹھاتے ہیں۔ مثلاً اگر کسی کام کے نیک و بد ہونے میں متردّد ہوتے ہیں تو مثلاً آیت **والرجز فاهجر** سُن کر

اس کے ترک کا عزم کرتے ہیں۔اور جب دینی معاملات کے سبب مصیبتوں میں مبتلا کئے جاتے ہیں تو قومو اللہ قانتین ۔اور۔ان اللہ معنا سُن کراُن کے دل مطمئن ہوتے ہیں۔''

اورمولوی غلام علی قصوری کے اعتراضات کومولوی نذیر حسین صاحب محدث دہلوی اورمولانا عبدالحی صاحب محدث لکھنوی وغیرہ نے بھی غلط قرار دیا اورمعترض کو جاہل کا لقب دیا۔

اِسی طرح مشہور صوفی حضرت خواجہ میر درد صاحب مرحوم دہلوی کو قرآن مجید کی بہت سی آیات جو اوامر ونواہی پر مشتمل ہیں الہاماً نازل ہوئیں ۔ جوعلم الکتاب مطبوعہ دہلی کے صفحہ ۶۱ ـ۶۴ ـ۶۵ میں درج ہیں۔ اور جو ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔ ان میں خواجہ صاحب مرحوم کے مخالفین کو فاسق مجرم مفسد مستحق عذاب اور بے ایمان قرار دیا گیا ہے۔

پس کیا یہ مقتدر بزرگ جن کی بزرگی کے تمام مسلمان قائل و معتقد ہیں کافر و مرتد ہیں؟ (نعوذ باللہ) اور پھر کیا اس وجہ سے کہ اُن کے الہامات میں اوامر ونواہی پائے جاتے تھے وہ صاحبِ شریعت ہو گئے؟ نہیں ہرگز نہیں ۔ پس اِسی طرح حضرت مسیح موعود بھی باوجود اِس کے کہ آپ کے الہامات میں بعض اوامر ونواہی پائے جاتے ہیں صاحب شریعت نہیں ہیں۔

پانچواں حوالہ

گواہوں نے ایک حوالہ یہ بھی پیش کیا ہے۔کہ مرزا صاحب فرماتے ہیں:-

''اوراگر کہو کہ صاحب الشریعت افتراء کر کے ہلاک ہوتا ہے نہ ہر ایک مفتری ۔ تو اول تو یہ دعویٰ بے دلیل ہے۔ خدا نے افتراء کے ساتھ شریعت کی کوئی قید نہیں لگائی ۔ ماسوااس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر اور نہی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحبِ شریعت ہو گیا۔ پس اس تعریف کی رُو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں ۔ کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی ۔مثلاً یہ الہام قل للمومنین یغضوا من ابصارھم و یحفظوا فروجھم ذالک ازکیٰ لھم''(اربعین نمبر۴ صفحہ ۶)

گواہوں نے اسے پیش کر کے کہا ہے کہ دیکھو مرزا صاحب نے یہاں صاحب شریعت نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔سو اس کا جواب یہ ہے کہ اولیاء اُمت نے اس امر کو تسلیم کیا ہے کہ شریعتِ محمدی کے اوامر و نواہی کا بطور تجدید کسی بزرگ پر نازل ہونا جائز ہے۔اگر اترنا ممنوع ہے تو صرف ایسے اوامر و نواہی کا جو شریعت محمدیہ کے مخالف ہوں اور آنحضرت صلعم کی پیروی کا نتیجہ نہ ہوں۔

اور پھر آپ نے اس جگہ صاحب شریعت کا لفظ صرف مخالفین کے مقابل پر بطور الزام استعمال کیا ہے جیسا کہ یہ فقرہ دلالت کرتا ہے۔

''پس اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں۔''

اربعین میں جہاں آپ نے یہ لکھا ہے وہاں قرآن مجید کی آیت **لو تقول علینا بعض الاقویل** الخ اپنی صداقت پر بطور دلیل پیش کی ہے کہ اس آیت سے ثابت ہے جو نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرے وہ ہلاک کیا جاتا ہے اور مفتری خائب و خاسر رہتا ہے کبھی کامیاب نہیں ہوتا چونکہ میں خدا کے فضل سے ہلاک نہیں ہوا اور ۲۳ سالہ مدت جو آنحضرت ﷺ کی نبوت کی تھی وہ بھی گذر چکی ہے۔اس لئے ثابت ہوا میں صادق ہوں۔اس پر آپ زور دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بعض مخالفوں نے اس دلیل پر یہ اعتراض کیا ہے کہ ہر جھوٹا نبی ہلاک نہیں ہوتا بلکہ جو صاحب شریعت ہونے کا جھوٹا دعویٰ کرے وہ ہلاک ہوتا ہے۔اور چونکہ آپ (یعنی حضرت مرزا صاحب) صاحب شریعت ہونے کے مدعی نہیں اس لئے یہ دلیل آپ پر چسپاں نہیں ہوتی۔اس پر آپ فرماتے ہیں کہ یہ ایک دعویٰ بلا دلیل ہے کیونکہ قرآن مجید میں یہ شرط نہیں۔پھر آپ فرضی طور پر معترضین کو ملزم کرنے کے لئے فرماتے ہیں کہ یہ عذر بھی مخالفین کا باطل ہے کیونکہ شریعت اوامر و نواہی کا نام ہے اور میرے الہامات میں امر اور نہی دونوں موجود ہیں اس کے بعد آپ نے قرآن مجید کی ایک آیت جو آپ پر نازل ہوئی ہے اور جس میں امر ہے درج کی ہے اور مخالفین کے اس نامعقول عذر کا جواب دیا ہے۔

پس اس جگہ صاحب شریعت کے الفاظ استعمال کرنے کی یہ اصل وجہ ہے۔اس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ آپ کا ہرگز وہ مطلب نہیں جو دیو بندی گواہوں نے لیا ہے۔چنانچہ آپ اُسی صفحہ میں فرماتے ہیں۔

''ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور قرآن ربانی کتابوں کا خاتم ہے۔ تاہم خدا تعالیٰ نے اپنے نفس پر یہ حرام نہیں کیا کہ تجدید کے طور پر کسی اور مامور کے ذریعہ سے یہ احکام صادر کرے۔ کہ جھوٹ نہ بولو۔ جھوٹی گواہی نہ دو۔ زنا نہ کرو۔ خون نہ کرو۔ اور ظاہر ہے کہ ایسا بیان شریعت ہے جو مسیح موعود کا بھی کام ہے۔ پھر وہ دلیل تمہاری کیسی گاؤ خورد ہو گئی کہ اگر کوئی شریعت لاوے اور مفتری ہو تو تیئس ۲۳ برس تک زندہ نہیں رہ سکتا ہے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ تمام باتیں بیہودہ اور قابل شرم ہیں۔'' (اربعین نمبر۴ صفحہ ۶ ۔ ۷)

اور سید عبدالوہاب صاحب شعرانی فرماتے ہیں؛

''اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کو غیب کی خبریں دینا اس امت میں جاری ہے لیکن ان خبروں میں تحلیل اور تحریم نہیں ہوتی بلکہ کتاب اور سنت کے معانی بتائے جاتے ہیں۔ یا ایسے حکم مشروع کا جو ثابت ہے خدا کی طرف سے ہونا بتایا جاتا ہے۔ یا کسی حکم کا جو نقل سے ثابت ہو اُس کے درست نہ ہونے کا علم دیا جاتا ہے وغیرہ۔ لیکن اس صاحبِ مقام کو یہ حق حاصل نہیں **ان یکون علیٰ شرع یخصہ یخالف شرع رسولہ الذی ارسل الیہ الخ** کہ اپنے رسول کی شرع کو چھوڑ کر اپنی ذات خاص کے لئے کوئی اور شریعت اختیار کرے۔'' (الیواقیت جلد۲ صفحہ ۳۸)

اس سے ظاہر ہے کہ ایسے احکام کا جو شریعت کے مخالف نہیں کسی ولی پر اترنا جائز ہے۔ پھر ایک جواب اس کا یہ بھی ہے کہ اگر اس سے آپ کا منشاء صاحب شریعت ہونے کا ہوتا تو اس کے بعد کی تصنیفات میں اس سے انکار نہ کرتے۔ اربعین آپ نے ۱۹۰۰ء میں لکھی اور ''ایک غلطی کا ازالہ'' ۱۹۰۱ء میں تصنیف فرمایا۔ جس میں بصراحت اپنے صاحب شریعت ہونے سے انکار کیا ہے۔ اور رسالہ ''ریویو بر مباحثہ چکڑالوی'' صفحہ ۶ پر جو ۱۹۰۲ء میں شائع ہوا لکھا ہے:-

''ہمارا ایمان ہے کہ آخری کتاب اور آخری شریعت قرآن ہے۔ اور بعد اس کے قیامت تک ان معنوں سے کوئی نبی نہیں جو صاحب شریت ہو۔''

اور ’’چشمہ معرفت‘‘ جو ۱۹۰۸ء میں شائع ہوئی اس کے ضمیمہ صفحہ ۹ پر فرماتے ہیں؛

’’آپ ان معنوں سے خاتم الانبیاء ہیں کہ ایک تو تمام کمالات نبوۃ آپ پر ختم ہیں اور دوسرے یہ کہ آپ کے بعد کوئی نئی شریعت لانے والا رسول نہیں اور نہ کوئی ایسا نبی ہے جو آپ کی اُمت سے باہر ہو۔‘‘

پھر فرماتے ہیں؛

’’پس ہم نبی ہیں۔ ہاں یہ نبوت تشریعی نہیں۔ جو کتاب اللہ کو منسوخ کرے اور نئی کتاب لائے۔ ایسے دعوے کو تو ہم کفر سمجھتے ہیں۔‘‘

(حقیقت النبوت صفحہ ۲۷۲ بحوالہ ۱۹۰۸ء اخبار بدر جلد ۷ نمبر ۹)

اب میں حضور کے فوت ہونے سے تین دن پہلے کا ایک خط پیش کرتا ہوں جو حضور نے ایڈیٹر اخبار عام لاہور کے نام لکھا اور جو ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کے پرچہ میں شائع ہوا۔

’’میں ان معنوں سے نبی نہیں ہوں کہ گویا میں اسلام سے اپنے تئیں الگ کرتا ہوں۔ یا اسلام کا کوئی حکم منسوخ کرتا ہوں۔ میری گردن اسی جوئے کے نیچے ہے جو قرآن شریف نے پیش کیا۔ اور کسی کو مجال نہیں کہ ایک نقطہ یا ایک شعشہ قرآن شریف کا منسوخ کر سکے سو میں صرف اس وجہ سے نبی کہلاتا ہوں کہ عربی اور عبرانی زبان میں نبی کے یہ معنے ہیں کہ خدا سے الہام پا کر بکثرت پیشگوئی کرنے والا۔ اور بغیر کثرت کے یہ معنے تحقیق نہیں ہو سکتے۔ جیسا کہ ایک پیسہ سے کوئی مالدار نہیں ہو سکتا۔‘‘

(حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۲۷۱)

پس اربعین کے ماقبل اور مابعد کی بیسیوں تحریریں حضور کی ایسی ہیں جو ان کے اس الزام ناروا کی کھلی کھلی تردید کر رہی ہیں۔ لہذا ان کے مقابلہ میں اربعین کے ایک حوالہ کی ایسی تشریح کرنا اور لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنا ہرگز دیانتداری نہیں ہے۔ اور تفسیر **القول بما لا یرضیٰ قائله** کے ماتحت ایک ظلم صریح ہے۔

چھٹا حوالہ

گواہوں نے اپنا دعویٰ ثابت کرنے کے لئے ایک حوالہ تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰ کا پیش کیا ہے کہ :-

''اپنے دعوے کا انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف اُن نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔''

اس سے گواہوں نے یہ استدلال کیا ہے کہ چونکہ مرزا صاحب نے حقیقۃ الوحی میں اپنے مکذبین و منکرین کو کافر لکھا ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ تریاق القلوب کے بعد آپ نے صاحب شریعت ہونے کا دعویٰ کیا۔

جواب:- یہ استدلال اِس لئے غلط ہے کہ تریاق القلوب میں آپ نے اس جگہ صاحبِ شریعت نبی اور محدث وملہم کے انکار کا حکم بیان کیا ہے۔ اور دوسرے انبیاء جو شریعت یا احکامِ جدیدہ نہیں لاتے ان کا حکم اس عبارت میں مذکور نہیں ہے۔ اب غور طلب بات یہ ہے کہ جو نتیجہ گواہوں نے اِس سے نکالا ہے وہ درست ہے یا غلط اور حضرت مسیح موعودؑ کی تحریروں کے مخالف سو اس کے لئے ہم خود حضرت صاحب کی اسی کتاب حقیقۃ الوحی کو دیکھتے ہیں۔ اس میں تریاق القلوب کے اسی حوالہ کو پیش کر کے ایک شخص نے دریافت کیا ہے کہ ''پہلے آپ تریاق القلوب وغیرہ میں لکھ چکے ہیں کہ میرے نہ ماننے سے کوئی کافر نہیں ہوتا۔ اور اب آپ لکھتے ہیں کہ میرے انکار سے کافر ہو جاتا ہے۔'' اس کے جواب میں جو آپ نے لکھا وہی مطلب تریاق القلوب کے حوالہ کا صحیح سمجھا جائے گا۔ اور قابلِ قبول ہوگا۔ پس اگر اس کے جواب میں آپ نے یہ فرمایا ہو کہ ''پہلے مجھے صاحب شریعت ہونے کا دعویٰ نہ تھا اس لئے مَیں اپنے منکروں اور مکذّبوں کو کافر نہ کہتا تھا اور اب چونکہ مجھے صاحب شریعت ہونے کا دعویٰ ہے اس لئے اپنے منکروں کو کافر کہتا ہوں۔'' تب تو فریق مخالف کا نتیجہ صحیح ہوگا ورنہ غلط محض۔ تو جب ہم حقیقۃ الوحی کو دیکھتے ہیں تو اس میں کہیں یہ دعویٰ نہیں پاتے بلکہ اس کے برخلاف یہ پاتے ہیں کہ :-

''میری مراد نبوت سے یہ نہیں ہے کہ مَیں نعوذ باللہ آنحضرت ﷺ کے مقابل پر کھڑا ہو کر نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں۔ یا کوئی نئی شریعت لایا ہوں۔ صرف میری مراد نبوت سے کثرت مکالمت و مخاطبتِ الٰہیہ ہے۔ جو

آنحضرت ﷺ کی اتباع سے حاصل ہے۔'' (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۸)

پس معلوم ہوا کہ گواہوں نے جو نتیجہ نکالا ہے وہ بالکل غلط ہے۔ اور اس سوال کا جواب کہ تریاق القلوب کے بعد آپ نے اپنے منکروں کو کافر کہا ہے خود حضور نے یہ دیا ہے:

''جو شخص مجھے نہیں مانتا۔ وہ اسی وجہ سے نہیں مانتا کہ وہ مجھے مفتری قرار دیتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ خدا پر افتراء کرنے والا سب کافروں سے بڑھ کر کافر ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے۔ **ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذباً او کذّب بآیاتہٖ**۔ یعنی بڑے کافر دو ہی ہیں ایک خدا پر افتراء کرنے والا۔ دوسرا خدا کے کلام کی تکذیب کرنے والا۔ پس جبکہ مَیں نے ایک مکذب کے نزدیک خدا پر افتراء کیا ہے۔ اُس صورت میں نہ مَیں صرف کافر بلکہ بڑا کافر ہوا۔ اور اگر مَیں مفتری نہیں تو بلا شبہ وہ کفر اس پر پڑے گا۔'' (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۳)

اور حقیقۃ الوحی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تریاق القلوب کے بعد آپ کو کثرت سے ایسی وحی ہوئی جس میں آپ کو صریح طور پر نبی قرار دیا گیا۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:-

''مگر بعد میں جو اللہ تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی۔ اُس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔ مگر اِس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمّتی۔'' (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۰)

ساتواں حوالہ

گواہوں نے ساتویں وجہ حضرت صاحب کو مدعی شریعت ثابت کرنے کے لئے حضرت صاحب کے وہ الہامات پیش کئے ہیں۔ جن میں امر و نہی پائے جاتے ہیں۔ مثلاً **قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ**۔

اس کا جواب حوالہ نمبر ۵ کی بحث میں مفصل دیا جا چکا ہے۔ کہ ایسے امر و نہی کا نزول

جو شریعت قرآن کے مخالف نہ ہوں بلکہ موید ہوں ہر طرح جائز ہے اور ان کا بطریق تجدید کسی کامل فرد پر نازل ہونا موجب کفر نہیں۔ بلکہ آنحضرت صلعم کی اتباع میں ایسا ہونا حضور کے رحمتہ اللعٰلمین ہونے کو زیادہ واضح طور پر ثابت کرتا ہے کہ خدا کا فیضان آپ کے آنے سے بند نہیں ہوا بلکہ جاری ہے۔

آٹھواں حوالہ

گواہوں نے آپ کو مدعی شریعت ثابت کرنے کے لئے ایک وجہ یہ پیش کی ہے کہ آپ نے اپنے مریدوں کو عام مسلمانوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع کیا ہے اور یہ ایک نیا حکم ہے

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کوئی نیا حکم نہیں ہے۔ بلکہ قرآن اور حدیث پر زیادہ شدت کے ساتھ پیرا ہونے کا آپ نے حکم دیا ہے۔ کیونکہ قرآن اور حدیث میں یہی تعلیم دی گئی ہے کہ امام وہ ہونا چاہئے جو زیادہ عالم اور متقی ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خود یہ دعا سکھائی ہے **واجعلنا للمتقین اماما** کہ اے خدا تو ہمیں پرہیزگاروں کا امام بنا۔ اس لئے متقی امام کو چھوڑ کر غیر متقی کی اقتداء کرنا قرآن مجید کے منشاء کے خلاف ہے۔ کیونکہ امام مقتدیوں کے اور خدا کے درمیان سفیر کی طرح ہوتا ہے۔ پس یہ ہرگز مناسب نہیں کہ ہم ایسے شخص کو امام بنائیں جو ہمیں کافر اور مرتد گردانتا ہے۔ لہذا قرآن مجید اور احادیث کی رو سے یہی ضروری ہے کہ جو خدا کے فرستادہ کو راستباز نہیں مانتے۔ اُن کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔ کیونکہ ایمان لانے والے اور نہ لانے والے برابر نہیں۔ اور اگر کسی کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع کرنا شریعت کا مدعی ہونا ہے تو آجکل کے علماء نے خود ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنے کو ناجائز قرار دیا ہے تو کیا وہ سب کافر و مرتد ہیں؟ چنانچہ حنفیوں نے غیر مقلدین کے پیچھے نماز پڑھنے کو ناجائز لکھ ہے حتیٰ کہ خود دیو بندیوں کے امام مولوی رشید احمد گنگوہی کا ایک فتویٰ ''بھونچال برلشکرِ دجّال'' کے صفحہ ۵۷۔۵۸ میں درج ہے کہ

> ''جو مولوی نذیر حسین کا مداح ہے۔ بے شک وہ غیر مقلد ہے۔ اس کی امامت درست نہیں۔ عندالحنفیہ تو ایسے شخص کے امام بنانے میں اپنی نماز کا خراب کرنا ہے۔ لہذا ایسے شخص کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔''

پس گواہوں کے فتویٰ کے ماتحت تو مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی بھی کافر ومرتد ہوئے۔ اسی طرح رسالہ ’’استنکاف المسلمین‘‘ کے ٹائیٹل پیج پر جو انجمن حفظ المسلمین امرتسر نے شائع کیا ہے اور جس میں پنجاب کے اکثر علماء نے احمدیوں کو مرتد قرار دیا ہے۔ لکھا ہے:

’’جو شخص مرزا غلام احمد کی نسبت حسنِ ظن رکھے یا اُس کے کفر کا اظہار نہ کرے وہ بھی مرزائی فرقہ میں داخل ہے نہ اس کی امامت جائز ہے نہ جنازہ۔‘‘

لہٰذا جب کہ ہمارے مخالفوں کے نزدیک وہ شخص جو حضرت مسیح موعودؑ پر حسن ظن رکھے اور آپ کے کفر کا اظہار نہ کرے اس کی بھی امامت جائز نہیں۔ تو حضرت مسیح موعودؑ پر طعن کرنا کہ آپ نے احمدیوں کو غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع کیا ہے۔ اور اِس طرح ایک نیا حکم جاری کر کے صاحب شریعت ہونے کا اِدّعا کیا ہے انصاف کے گلے پر چھُری چلانا ہے۔

نواں حوالہ

حضور کو شریعت کا دعویدار ثابت کرنے کے لئے ایک وجہ دیو بندیوں نے یہ بیان کی ہے کہ آپ نے احمدیوں کو حکم دیا ہے کہ کوئی اپنی لڑکی غیر احمدی کو نہ دے اور چونکہ یہ ایک نیا حکم ہے اس لئے ثابت ہوا کہ آپ شریعت جدیدہ لانے کے مدعی ہیں۔

اس کا مفصل جواب تو پانچویں وجہ تکفیر کے آخر میں دیا جائے گا سر دست یہ گذارش ہے کہ دفع شر کے طور پر بھی ایسا ہونا بہت ضروری ہے۔ کیونکہ دیکھا گیا ہے کہ بعد میں بہت فساد واقع ہوتا ہے اور غیر احمدی اپنی احمدی بیوی کو مارتے کوٹتے اور سخت تکلیفیں دیتے ہیں اور اُسے مجبور کرتے ہیں کہ احمدیت سے تائب ہو اور اس پر زندگی اجیرن کر دیتے ہیں۔ اس لئے یہ بہت ضروری ہے کہ احمدی لڑکی غیر احمدی کے حبالۂ عقد میں منسلک نہ کی جائے۔

دسواں حوالہ

گواہ نمبر۲ نے لوح الہدیٰ سے یہ دیا ہے۔ کہ مرزا صاحب نے اپنی جماعت کو

ماہوار چندہ دینے کا حکم دے کر یہ کہا ہے کہ جو تین ماہ تک نہ دے وہ جماعت سے خارج ہے کافر ہے۔ مرتد ہے۔ اور ملعون ہے۔ لہذا یہ ایک نیا حکم ہے۔ جو شریعت کے مخالف ہے۔ کیونکہ اسلام میں یہ حکم نہیں کہ جو تین ماہ تک زکوٰۃ نہ دے وہ اسلام سے خارج ہے اس لئے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب نئی شریعت کے دعویدار ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود کے ارشاد میں کافر۔ مرتد اور ملعون کے الفاظ بالکل نہیں۔ دوسرے اس میں اپنی جماعت کے لوگوں کو جو احمدی ہو کر یہ عہد کر چکے ہیں کہ ''ہم دین کو دنیا پر بہرحال مقدّم کریں گے'' اور ''اسلام کی اشاعت کے لئے مالی جانی قربانی سے دریغ نہ کریں گے۔'' فرمایا ہے۔ اگر ان میں سے کوئی باوجود مقدرت اور طاقت کے ایک پیسہ بھی راہ خدا میں خرچ کرنے کے لئے تیار نہیں تو وہ منافق ہے۔ اس کے بعد وہ اس جماعت میں رہنے کے قابل نہیں۔ اور واضح رہے کہ یہ کوئی نیا حکم نہیں بلکہ قرآن مجید کی تعلیم کے مطابق ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے انفاق فی سبیل اللہ پر بہت زور دیا ہے۔ چنانچہ شروع قرآن میں متقیوں کی ایک صفت یہ بیان کی ہے **ومما رزقنٰھم ینفقون** کہ جو ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں۔ اِسی طرح سورۃ توبہ ع ۵ میں ان لوگوں کے حق میں جو سونا چاندی جمع کرتے ہیں۔ اور انہیں راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے **فبشر ھم بعذاب الیم** کی وعید آئی ہے۔ یعنی انہیں دردناک عذاب کی بشارت دے دو۔ اور اِسی طرح منافقوں کی ایک علامت یہ بتائی **ویقبضون ایدیھم** (توبہ ع ۹) کہ وہ اپنے ہاتھوں کو تنگ کرتے اور روکتے ہیں۔ خدا کی راہ میں مال خرچ کرنا نہیں چاہتے۔ پھر فرمایا **ولا ینفقون الّا وھم کارھون**۔ (توبہ ع ۷) کہ وہ خوشی سے خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے بلکہ ناخوشی سے کرتے ہیں۔ اب صاف ظاہر ہے کہ خدا کی راہ میں جب ناخوشی سے مال خرچ کرنا بھی نفاق کی علامت ہے تو جو شخص باوجود استطاعت بالکل ہی خرچ نہیں کرتا وہ کس طرح مومن ہوسکتا ہے۔ اور اس کا جماعت سے تعلق کیونکر قائم رہ سکتا ہے۔ اِسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **ھا انتم ھٰؤلاءِ ....الی.......وان تتولوا یستبدل قوماً غیر کم ثُمّ لا یکونوا امثالکم** (محمدؐ رکوع ۴) سُنو! تم ایسے لوگ ہو کہ تمہیں خدا کے راستے میں خرچ کرنے کو بلایا جاتا

ہے (جس میں تمہارا قومی فائدہ ہے) اِس پر بھی تم میں سے ایسے بھی ہیں جو بخل کرتے ہیں اور اللہ تو بے نیاز ہے اور تم اس کے محتاج ہو۔ اور اگر تم خدا کے حکم سے روگردانی کرو گے تو خدا تمہارے سوا دوسرے لوگوں کو تمہاری جگہ لے آئے گا۔ اور وہ تم جیسے نہیں ہوں گے۔ ایسی حالت میں تم خدائی سلسلہ میں نہیں رہ سکتے۔

پس حضرت مسیح موعودؑ نے اِسی قرآنی تعلیم کے ماتحت فرمایا کہ ایسا شخص جو راہِ خدا میں خرچ نہیں کرتا اور باوجود مقدرت ۳۔۳ ماہ تک اِس ربّانی حکم سے غافل رہتا ہے۔ اور کچھ پروانہیں کرتا تو اس کا سلسلہ سے کوئی تعلق نہیں۔

اور گواہ کا یہ کہنا کہ زکوٰۃ نہ دینے والے کے متعلق یہ حکم نہیں ہرگز درست نہیں۔ کیونکہ حضرت خلیفۂ اوّل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کے حق میں جنہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا۔ فرمایا۔ **لا واللہ لو منعونی عقالا کانوا یؤدونہ الیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقاتلتھم علیٰ منعہ**

(مسلم جلد ۱ باب الامر بقیتال الناس)

اللہ کی قسم اگر انہوں نے ایک معمولی رسّی بھی جس سے اونٹ باندھا جاتا ہے اور جسے وہ رسول اللہ ﷺ کے وقت میں ادا کرتے تھے روکی تو مَیں اُن سے قتال کروں گا۔ دیکھیئے! زکوٰۃ میں سے کچھ حصّہ ادا نہ کرنے پر کتنی سخت سزا مقرر کی۔

گیارہواں حوالہ

گواہ نے کہا ہے کہ حضرت خلیفہ ثانی مرزا بشیر الدین محمود نے مرزا صاحب کو القول الفصل اور حقیقۃ النبوۃ وغیرہ میں حقیقی نبی لکھا ہے۔ اور اُن کے ظلّی نبی ہونے سے انکار کیا ہے اِس سے معلوم ہوا کہ وہ صاحبِ شریعت نبی ہونے کے مدعی تھے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ایک مغالطہ ہے جو ناواقفوں کو دیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کا جواب خود حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنی کتاب حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۳ میں دیا ہے اور القول الفصل صفحہ ۱۲ کی یہ عبارت بھی لکھی ہے۔ فرماتے ہیں کہ

''حضرت مسیح موعود نے حقیقی نبی کے خود یہ معنے فرمائے ہیں کہ جو نئی

شریعت لائے۔ پس اِن معنوں کے لحاظ سے ہم ان کو ہرگز حقیقی نبی نہیں مانتے۔"

پھر فرماتے ہیں کہ:-

"حقیقی نبی ایک اصطلاح ہے جو خود حضرت مسیح موعود نے قرار دی ہے اور اس کے خود ہی معنے بھی کر دیئے ہیں۔ ان معنوں کی رُو سے مَیں ہرگز آپ کو حقیقی نبی نہیں مانتا ہاں چونکہ ہر ایک شخص کا حق ہے کہ ایک اصطلاح بنائے اِس لئے مَیں نے لکھا تھا کہ اگر حقیقی نبی کے معنے ان معنوں کے سوا ہیں جو حضرت مسیح موعود نے کئے ہیں تو مَیں اُن کے معلوم ہونے پر رائے دے سکوں گا کہ وہ حضرت مسیح موعود پر چسپاں ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ اور مثال کے طور پر مَیں نے لکھا تھا کہ اگر حقیقی نبی کے معنے یہ کئے جائیں کہ وہ بناوٹی یا نقلی نبی نہ ہو تو ان معنوں کے رُو سے حضرت مسیح موعود کو حقیقی نبی مانتا ہوں۔" (یعنی صادق اور منجانب اللہ اور غیر تشریعی نبی مانتا ہوں)

پس آپ کی کسی تحریر سے یہ ثابت نہیں کہ آپ نے حضرت مسیح موعود کو ان معنوں میں حقیقی نبی قرار دیا۔ جن معنوں کے لحاظ سے حضرت مسیح موعود نے اپنے حقیقی نبی ہونے سے انکار کیا ہے۔

(۲۱)

قرآن مجید سے امکانِ نبوت پر دلائل

ختمِ نبوت پر جو دلائل گواہوں نے دیئے اور اجرائے نبوت پر جو اعتراضات اور شبہات انہوں نے کئے انکا جواب با صواب دینے کے بعد اب میں قرآن مجید سے چند دلائل بیان کرتا ہوں۔ **وما توفیقی الا باللّٰہ العلی العظیم**

پہلی دلیل

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے؛ **یا بنی اٰدم اما یأتینّکم رسل منکم یقصون علیکم**

اٰیاتی الخ (اعراف ع ۴) کہ اے اولادِ آدم ضرور تمہارے پاس میرے رسول آئیں گے جو تم پر میری آیات پڑھیں گے۔

اس آیت میں صاف طور پر آئندہ رسولوں کے آنے کی خبر دی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ ان کا کام محض اللہ تعالیٰ کی آیات سنانا ہوگا یعنی خدا کی کتاب اور شریعت جو پہلے سے موجود ہو گی اسی کی اشاعت کریں گے۔ کوئی نئی شریعت نہیں لائیں گے۔ اور آنحضرت ﷺ پر اس آیت کا نازل ہونا اس امر پر دال ہے کہ بنی آدم سے مراد وہ لوگ ہیں جو قرآن کے نزول کے بعد قیامت تک ہوں گے جیسا کہ اس آیت سے پہلی آیت **یا بنی اٰدم خذوا زینتکم عند کل مسجد** الخ میں بنی آدم سے صحابہ اور اُن کے بعد تمام لوگ مراد ہیں۔ چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی نے تفسیر اتقان جلد۲ صفحہ ۳۴ مصری میں لکھا ہے ؛" **فانه خطاب لاهل ذالک الزمان ولکل من بعد هم**" کہ یا بنی آدم کا خطاب ان تمام لوگوں کو ہے جو اُس وقت موجود تھے اور جو اُن کے بعد آئندہ ہوں گے۔

اور گواہ نمبر ا کا اس کے متعلق یہ کہنا کہ اس سے مراد خاتم النبیین والی آیت کی وجہ سے قرآن سے پہلے لوگ ہیں بعد کے نہیں بالکل غلط ہے۔ جیسا کہ علامہ جلال الدین سیوطی کے قول سے ظاہر ہے۔ کیونکہ گذشتہ اُمتوں کو قرآن مجید میں ایسے الفاظ میں خبر دینے کی کیا ضرورت ہے جو مستقبل سے تعلق رکھتے ہیں۔

دوسری دلیل

الله یصطفی من الملائکة رسلاو من الناس . (الحج رکوع ۱۰) کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے اور لوگوں میں سے رسول چنتا ہے اور چنتا رہے گا۔

اس آیت میں **یَصْطفی** کا لفظ ہے جو حال اور استقبال کے لئے آتا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ آئندہ حسب ضرورت اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول آتے رہیں گے اور فرشتے ان پر وحی لائیں گے۔

تیسری دلیل

تمام مسلمان مانتے ہیں کہ نبوت ایک بہت بڑی خدا کی نعمت ہے۔ اور قرآن میں بھی اسے نعمت کہا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو کہتے ہیں؛

اذکروا نعمة اللّٰہ علیکم اذجعل فیکم انبیاء و جعلکم ملوکا و اٰتاکم ما لم یئو ت احد امن العٰلمین (مائدہ رکوع ۴) کہ تم اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جو اس نے تم پر کی کہ اس نے تم میں سے نبی بھی بنائے اور تمہیں بادشاہ بھی بنایا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے روحانی اور جسمانی دونوں نعمتیں تمہیں عطا فرمائیں۔

پس از روئے قرآن نبوت جب ایک انعام ہے تو اُمت محمدؐیہ جو خیر الامم ہے اس اعلیٰ درجہ کی نعمت سے کس طرح محروم رہ سکتی ہے۔ اور آیت **الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی** صاف بتا رہی ہے کہ اس اُمت پر سب سے بڑھ کر نعمت کا اتمام ہوگا۔ یعنی اب دیگر مذاہب والوں سے کوئی اس نعمت کو نہیں پا سکتا۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔ اس لئے اب اس نعمت کو آپ ہی کے کامل متبع حاصل کر سکتے ہیں۔ غیر کو یہاں قدم رکھنے کی جگہ نہیں۔ اب اگر یہ مانا جائے کہ خدا نے اس نعمت کو آنحضرت صلعم کے تشریف لانے کی وجہ سے بند کر دیا تو آپ کی **رحمة للعٰلمینی** پر حرف آتا ہے (نعوذ باللہ) اور اتمام نعمت کا ثبوت نہیں ہوتا۔ اور امتِ محمدؐیہ خیر الامم ثابت نہیں ہوتی۔

چوتھی دلیل

اگر واقعی طور پر آنحضرت ﷺ کے بعد نبی کا آنا بند ہوتا تو اللہ تعالیٰ وہ حالات بھی دنیا میں پیدا نہ ہونے دیتا جو نبی کی بعثت کا موجب ہوتے ہیں۔ ان حالات میں سے ایک حالت دنیا میں فساد کا ظہور ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **ظھر الفساد فی البر و البحر** (روم رکوع ۵) کہ جب دنیا میں خشکی اور تری یعنی عوام اور خواص۔ علماء اور جہلاء۔ امیر اور غریب۔ اہل کتاب اور غیر اہل کتاب دونوں کی حالت خراب ہوگئی تو نبی کا ظہور ہوا۔ پس آئندہ بھی جب کبھی دنیا میں یہ حالت پیدا ہوگی تو خدا کا نبی ضرور مبعوث ہوگا۔ لہذا قرآن مجید کی یہ آیت امکان نبوت پر ایک صاف اور صریح دلیل ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ پہلی کتاب میں لوگ شک کرنے لگتے ہیں۔ اور خدا سے دوری

اختیار کر لیتے ہیں۔ جیسا کہ آیت انّ الذین اوتو ا الکتاب من بعد ھم لفی شک منه مریب. فلذٰ لک فادع و استقم کما امرت (شوریٰ رکوع ۲) سے ظاہر ہے کہ جن لوگوں کو کتاب دی گئی وہ گہرے شک میں پڑ گئے اس لئے اے نبی تو ان کو دعوت دے جو تجھ کو حکم دیا گیا ہے۔

تیسری بات جو کسی نبی کی بعثت کا موجب ہوتی ہے۔ اختلاف کا ظہور ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نبیوں کا ذکر کر کے فرماتا ہے۔ لیحکم بین الناس فیما اختلفوا فیه (بقرۃ رکوع ۲۶) کہ اللہ نبی کو اس لئے بھیجتا ہے کہ وہ لوگوں کے اختلاف دور کرے اور اُن کے درمیان صحیح فیصلہ فرمائے۔

اب دیکھ لیا جائے کہ یہ تمام باتیں اس زمانہ میں موجود ہیں یا نہیں۔ علم قرآن کے اٹھائے جانے کے متعلق سرورِ عالم ﷺ پہلے سے خبر دے چکے ہیں۔ اور ایمان کے متعلق بھی فرما چکے ہیں کہ دلوں سے اُٹھ جائے گا۔ اور فساد کے ظہور کی خبر دی کہ ایسا فتنہ ہو گا جو اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا ہو گا۔ اور اس کو فتنہ دجال سے تعبیر کیا۔ اور امت کے متعلق فرمایا کہ وہ یہود اور نصاریٰ کی طرح ہو جائے گی۔ اور اختلاف اس قدر ہو گا کہ بنی اسرائیل اگر ۷۲ فرقوں میں تقسیم ہو گئے تو میری امت ۷۳ فرقوں میں منقسم ہو جائے گی۔ پس جب یہ تمام حالات جو بعثتِ نبی کا موجب ہوتے ہیں آنحضرت ﷺ کے فرمان کے مطابق پیدا ہونے والے تھے اور ہوئے۔ تو کیونکر عقل تسلیم کر سکتی ہے کہ فساد کی اصلاح کے لئے کوئی نبی مبعوث نہ ہو۔ یعنی زہر تو پیدا ہو جائے لیکن تریاق نہ ہو اُسے کون مان سکتا ہے۔

اُمت کو کہا جائے کہ یہود اور نصاریٰ کی پیروی کرے گی اور ہر بدی کی مرتکب ہو گی۔ یہاں تک کہ اگر کسی نے ان میں سے اپنی ماں سے بدکاری کی ہو گی تو میری اُمت کے لوگ بھی ایسا کریں گے پس یہ کس طرح ممکن ہے کہ یہود کی تمام برائیوں کی تو یہ امت وارث ہو۔ لیکن جو نعمتیں خدا کی طرف سے یہود کو ملی تھیں اُن سے یہ اُمت محروم رہے۔ لہذا آنحضرت ﷺ کا موجبات نبوت کی خبر دینا اور پھر اُن کا پایا جانا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ خاتم النبیین کے بعد آپ کی اتباع میں نبی آ سکتا ہے۔

اور گواہان کو بھی اس بات سے انکار نہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں

آئے گا۔ وہ بھی مانتے ہیں کہ ایک نبی آئے گا۔لیکن وہ اس نبی سے مراد حضرت مسیحؑ ناصری کو لیتے ہیں جو ورسولا الیٰ بنی اسرائیل (اٰل عمران ع ۵) کے مطابق بنی اسرائیل کے نبی تھے اُن کے عقیدہ کے مطابق تو امت محمد یہ خیر الامم نہیں ٹھیرتی۔ کیونکہ اس کے صاف معنے یہ بنتے ہیں کہ امتِ محمد یہ چونکہ نعمتِ وحی و نبوت سے محروم ہو چکی ہے اس لئے اس کا کوئی فرد نبی نہیں بن سکتا اور رسول ﷺ کے روحانی فرزندوں میں سے گویا کوئی اس رحمانی انعام کو حاصل کرنے کے لائق نہیں ہے۔ اس لئے حضرت عیسیٰ کا آنا ضروری ہے۔لیکن ظاہر ہے کہ اس میں سید الانبیاء خیر المرسلین ﷺ کی ہتک ہے اور امت محمد یہ کی صریح توہین ہے کہ وہ خیر الامم ہو کر اور سید الانبیاء ۔امام المرسلین ۔ قائد النبیین ﷺ کی امت کہلا کر پھر اپنی اصلاح کے لئے ایک ایسے نبی کی محتاج ہو جو بنی اسرائیل کی طرف آیا تھا۔لیکن نہیں ہرگز نہیں۔ ایسا کبھی نہیں ہو گا۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ وہ عظیم الشان نبی اور مملکت روحانیت کے وہ بے نظیر سلطان اور صاحب اقتدار شہنشاہ ہیں کہ حضورؐ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے۔اور آپ صرف نبی نہیں بلکہ نبی گر یعنی نبی الانبیاء ہیں (ﷺ) جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ (اٰل عمران ع ۳) یعنی رسول اللہ صلعم کی اتباع انسان کو خدا کا محبوب بنا دیتی ہے۔ دوسری جگہ آپ کو خدا نے سراج منیر فرمایا کہ جس سے دوسرے بھی روشن ہو سکتے ہیں۔

پانچویں دلیل

اللہ تعالیٰ نے سورۃ فاتحہ میں ایک کامل دعا سکھائی ہے۔ یعنی صراط الذین انعمت علیھم کہ اے ارحم الرحمین خدا تو ہمیں بھی اُن لوگوں میں سے بنا جن پر تیرا انعام ہوا۔ایک دوسری سورۃ میں اس کی تشریح فرمائی کہ کون وہ لوگ ہیں جن پر خدا کا انعام ہوا۔ فرمایا ومن یطع اللّٰہ و الرسول فاولٰٓئک مع الذین انعم اللّٰہ علیھم من النّبیین۔ الخ (نساء ع ۱۹) کہ وہ منعم علیہ گروہ نبی ۔صدیق ۔شہداء اور صالحین ہیں۔ان میں اللہ تعالیٰ رحیم و رحمان نے ہمیں تلقین کی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ کی پیروی سے یہ چاروں مراتب تم کو حسبِ حیثیت مل سکتے ہیں۔ اگر ان چاروں مراتب کا

حصول امت محمدؐیہ کے لئے ناممکن ہوتا تو کبھی اللہ صاحب فضلِ عظیم ہمیں اس دعا کی تلقین نہ کرتا۔

گذشتہ زمانہ میں جس قدر رسول آئے نبوت کا انعام پانے کے لئے اُن کی پیروی شرط نہ تھی۔ لیکن آنحضرت ﷺ کی اتباع اس انعام کے لئے شرط ہے اور یہ نہیں ہوسکتا کہ امت محمدیہ تین مراتب کا تو انعام پائے لیکن چوتھے مرتبہ کا حصول اس کے لئے ناممکن ہو۔ حالانکہ اس سے پہلی امتوں نے اس انعام کو بار بار حاصل کیا۔ پس امتِ محمدؐیہ پچھلی امتوں سے اُسی صورت میں افضل ہوسکتی ہے جب کہ اُن سے بڑھ کر خدا کا انعام پائے۔

(۲۲)

احادیث سے امکانِ نبوت کا ثبوت

آنحضرت ﷺ نے آنے والے مسیح کو نبی اللہ کہہ کر پکارا ہے۔ یہ علیٰحدہ بات ہے کہ ہمارے نزدیک آنے والا مسیح وہ نہیں جو بنی اسرائیل کے لئے آیا تھا۔ بلکہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ وہ مطابق حدیث بخاری **امامکم منکم** اور صحیح مسلم **وامّکم منکم** اسی امّت میں سے ہوگا۔ لیکن وہ حسب ارشاد خاتم النّبیّین صلعم ہوگا۔

فریق مخالف کا یہ کہنا کہ حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر زندہ رہنے کے متعلق امت کا اجماع ہو چکا ہے بالکل غلط ہے اور اس میں ذرا بھی صداقت نہیں کیونکہ حضرت امام مالکؒ کا مذہب یہ ہے کہ وہ وفات پا گئے۔ زندہ نہیں ہیں۔ ملاحظہ ہو شرح مسلم لابی مالکی سنوسی جلد اول اور قرآن مجید کی آیت **فلما توفیتنی** اور بخاری کی حدیث (بخاری کتاب التفسیر) جس میں اس آیت کی تفسیر بیان ہوئی ہے حضرت مسیحؑ کی وفات پر قاطع دلیل ہے جس کا مخالفین کے پاس کوئی جواب نہیں۔ کیونکہ اُس میں لکھا ہے کہ جس طرح آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد صحابہؓ میں ارتداد واقع ہوا۔ اِسی طرح عیسائیوں نے حضرت مسیحؑ کی وفات کے بعد ان کو خدا بنایا۔

دوسرے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلعم کی وفات کے موقعہ پر صحابہؓ کے ایک مجمع میں آیت **وما محمّد الّا رسول قد خلت من قبله الرسل** پڑھ کر

سُنائی۔اور لوگوں کو تسلّی دی کہ اگر آنخضرت ﷺ وفات پا گئے تو کیا ہوا۔ کیونکہ آپ سے پہلے جتنے رسول آئے سب فوت ہو چکے ہیں کوئی زندہ نہیں۔ اسی طرح آنخضرت ﷺ کی وفات کو مستبعد نہ سمجھو۔ اس پر تمام صحابہؓ نے سکوت اختیار کیا۔ اور حضرت ابوبکرؓ کی بیعت خلافت کی گئی۔

اِسی طرح گواہ نمبر۳ کا یہ کہنا کہ آنے والا مسیح موعود حضرت عیسیٰ ہوں گے اور اس پر اجماع ہو چکا ہے درست نہیں۔ کیونکہ مسلم الثبوت میں لکھا ہے۔ **و اما فی المستقبلات کا شراط الساعة و امور الاٰخرة فلا عند الحنفیة لان الغیب لامد خل فیه للا جتهاد (۱۹۵)** کہ وہ باتیں جو آئندہ زمانہ میں ظہور پذیر ہونے والی ہیں جیسے علاماتِ قیامت اور امور آخرت اِن میں کوئی اجماع نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ باتیں غیب سے متعلق ہیں۔اور غیب میں اجتہاد کو کوئی دخل نہیں۔

اور گواہ نمبر۳ اس امر کو تسلیم کر چکا ہے کہ مسیح کا نزول بھی اشراط ساعت میں سے ہے۔ لہذا اس میں بھی اجماع نہیں ہوسکتا کیونکہ پیشگوئیوں کا ظہور جس طرح اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اُس طرح ہوتا ہے اِس میں کوئی دخل نہیں دے سکتا۔

اب میں ایک اور حدیث پیش کرتا ہوں جس سے بالکل صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ آنخضرت صلعم کے بعد نبی آ سکتا ہے۔ آنخضرت ﷺ فرماتے ہیں:-

’’ابو بکر افضل هٰذه الامة الّا ان یکون نبی.‘‘

(کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق صفحہ۴)

کہ ابوبکر اس امت میں سب سے افضل ہے مگر یہ کہ کوئی نبی ہو۔ یعنی اگر کوئی نبی امّت میں سے ہوا تو وہ حضرت ابوبکرؓ سے افضل ہوگا۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ آنے والا نبی اِسی امت میں سے ہونا چاہیئے باہر سے نہیں۔

(۲۳)

خلاصہ

اِس تمام مذکورہ بالا بیان سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے:-

۱۔ احمدی جماعت آنحضرت صلعم کے خاتم النّبیّین ہونے کی منکر نہیں بلکہ اسے ایمانیات سے جانتی ہے۔

۲۔ حضرت رسول مقبول ﷺ اور صحابہؓ مثل حضرت علیؓ و حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم نے خاتم النّبیّین کا یہ مطلب نہیں لیا کہ آنحضرت ﷺ صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

۳۔ سلف صالحین مثل حضرت شیخ محی الدین ابن عربیؒ ۔ سیّد عبدالکریم جیلیؒ ۔ مولانا رومؒ صاحبِ مثنوی ۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی ۔ حضرت ملّا علی قاری اور مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی وغیرہ رحمتہ اللہ علیہم اجمعین نے خاتم النّبیّین کے یہ معنے سمجھے ہیں کہ شریعت محمدیہ کو منسوخ کرنے والا نبی نہیں آسکتا۔ دوسرے کسی نبی کا آنا ممتنع نہیں۔

۴. خَاتَم کے اصل معنے مُہر اور انگوٹھی کے ہیں۔ جو احمدی کرتے ہیں۔ اور اس کے آخر کے معنے لینے اصلی معنے نہیں بلکہ تاویلی ہیں۔

۵۔ اگر کوئی محتمل تاویل کرے تو کافر نہیں۔

۶۔ خاتم کے معنے آخری نبی کرنے پر صحابہؓ کا کوئی اجماع نہیں ہوا۔

۷۔ خاتم النّبیّین کی آیت اور اس کے سوا جس قدر آیات اور احادیث گواہوں نے اپنے مدعا کے ثبوت میں پیش کی ہیں اُن سے اُن کا مدعا ثابت نہیں ہوتا۔

۸۔ علماء خیر نے لانبی بعدی کے معنے یہ کئے ہیں کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو حضورؐ کی شریعت کا ناسخ ہو اور آپ کی امت میں سے نہ ہو۔

۹۔ حضرت مرزا صاحب نے اپنی جن کتابوں میں وحی اور نبوت کا انقطاع مانا ہے اس سے مراد شریعت والی وحی و نبوت ہے۔

۱۰۔ ظلّی ۔ بروزی اصطلاحات کا مقرر کرنا شریعت کے خلاف نہیں۔ ان کے صرف یہ معنے ہیں کہ آپ نے سب فیض آنحضرت ﷺ کی پیروی سے حاصل کیا ہے۔

۱۱۔ مرزا صاحب نے شریعت جدیدہ لانے کا دعویٰ کبھی نہیں کیا۔ اس دعوے کو آپ کفر سمجھتے تھے۔

۱۲۔ تجدید کے طور پر قرآن شریف کے بعض اوامر و نواہی کا کسی بزرگ پر نازل ہونا اُسے نئی شریعت کا مدعی نہیں بناتا۔

۱۳۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے حضرت مسیح موعودؑ کو کبھی حقیقی نبی بمعنے صاحب شریعت نبی نہیں لکھا۔

۱۴۔حضرت مسیح موعود کا اپنی جماعت کو غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے روکنا اور ماہوار چندہ دینے کا حکم دینا شریعت کے خلاف نہیں۔

۱۵۔قرآن مجید اور احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد اُمتی نبی آ سکتا ہے۔

تیسری وجہ تکفیر کا ردّ

گواہ نمبر۲ نے کہا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے قیامت کے دن مُردوں کے قبروں سے جی اُٹھنے کا جو بہت سی آیات اور احادیث میں صاف مذکور ہے انکار کیا ہے۔ نیز یہ بھی کہا ہے کہ نفخ صور سے مراد یہ نہیں کہ واقعی قیامت قائم ہوگی یا واقعی کوئی نفخ صور ہے بلکہ اس سے خود مرزا صاحب کا تشریف لانا مُراد ہے۔

۱۔قیامت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بارہا اپنی کتب میں قیامت اور حشر الاجساد اور جنت وجہنم وغیرہ کے حق ہونے کا اقرار کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں:-

۱۔’’ہم یوم البعث (قیامت) اور دوزخ اور جنّت پر ایمان رکھتے ہیں۔‘‘ (نورالحق حصہ اول صفحہ۵)

۲۔’’ہمارا عقیدہ ہے کہ جنّت و دوزخ اور قیامت اور معجزات انبیاء حق ہیں۔‘‘ (التبلیغ صفحہ۳۸۷)

۳۔تعلیم برائے جماعت کے عنوان کے ماتحت فرماتے ہیں:-

’’در جماعت ما ہیچکس داخل نتواند شد بجز کسے کہ در دین اسلام داخل گردد وقرآن شریف وسنّت نبوی را پیرو گردد و بخدا و برسول او کہ کریم و رحیم است ایمان آرد و نیز بحشر ونشر وبہشت و دوزخ ایمان آرد و وعدہ کند و اقرار کند بجز دین اسلام ہیچ دین را نخواہد طلبید۔‘‘ (مواہب الرحمٰن صفحہ۹۶)

۴۔ ''ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق اور حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے۔'' (ایام الصلح صفحہ ۸۶)

اب میں ازالہ اوہام کی عبارت پیش کرتا ہوں جہاں سے گواہ نے غلط نتیجہ نکالا ہے کہ آپ نے حشرِ اجساد کا انکار کیا اور کہا ہے کہ قیامت سے پہلے لوگ جنت و دوزخ میں چلے جائیں گے۔

آپ فرماتے ہیں:۔

''اور یہ بھی ظاہر ہے کہ مومن کو فوت ہونے کے بعد بلا توقف بہشت میں جگہ ملتی ہے جیسا کہ اِن آیات سے ظاہر ہو رہا ہے۔ **قیل ادخل الجنّة قال یا لیت قومی یعلمون بما غفرلی ربّی وجعلنی من المکرمین** اور دوسری یہ آیت **فادخلی فی عبادی وادخلی جنّتی** اور تیسری یہ آیت **ولا تحسبنّ الذین قتلوا فی سبیل الله امواتا بل احیاء عند ربهم یرزقون. فرحین بما اٰتاهم من فضله** اور احادیث میں تو اس قدر اِس کا بیان ہے کہ جس کا باستیفاء ذکر کرنا موجب تطویل ہوگا۔ بلکہ خود آنحضرت ﷺ اپنا چشم دید ماجرا بیان فرماتے ہیں۔ ''مجھے دوزخ دکھلایا گیا تو مَیں نے اکثر اس میں عورتیں دیکھیں۔ اور بہشت دکھلایا گیا۔ تو مَیں نے اکثر اس میں فقراء دیکھے۔''

پھر فرماتے ہیں:۔

''ماسوا اس کے ایسی آیات بھی ہیں جو ظاہر کرتی ہیں کہ حشر الاجساد ہوگا اور حساب کے بعد بہشتی بہشت میں داخل کئے جائیں گے اور دوزخی دوزخ میں۔ بظاہر اِن دونوں قسموں کے آیات پر نظر ڈالنے سے تعارض معلوم ہوتا ہے۔ قرآن شریف اور احادیث میں ارواحِ طیبہ کا بہشت میں داخل ہونا تو بدیہی اور کھلے کھلے طور پر ثابت ہے مگر ایک بھی ایسی آیت یا حدیث نہیں ملے گی جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ یوم الحساب میں بہشتی لوگ بہشت سے باہر نکال دیئے جائیں گے۔ بلکہ حسب وعدہ الٰہی بہشت

میں ہمیشہ رہنا بہشتیوں کا جا بجا قرآن شریف اور احادیث میں مندرج ہے۔ ہاں دوسری طرف یہ بھی ثابت ہے کہ قبروں میں سے مُردے جی اٹھیں گے اور ہر ایک شخص حکم سُننے کیلئے خدا تعالیٰ کے حضور میں کھڑا ہو گا اور ہر ایک شخص کے عمل اور ایمان کا اندازہ الٰہی ترازو سے اُس پر ظاہر کیا جائے گا۔ تب جو لوگ بہشت کے لائق ہیں بہشت میں داخل کئے جائیں گے۔ اور جو دوزخ میں جلنے کے سزاوار ہیں وہ دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے۔''

پھر فرماتے ہیں:۔

''پس وہ واقعی امر جس سے ان دونوں قسم کی آیات کا تعارض دُور ہوتا ہے یہ ہے کہ جنّت اور جہنم تین درجوں پر منقسم ہے۔

پہلا درجہ

جو ایک ادنیٰ درجہ ہے اُس وقت سے شروع ہوتا ہے کہ جب انسان اس عالم سے رخصت ہو کر اپنی خواب گاہ قبر میں جا لیٹتا ہے۔ اور اس درجۂ ضعیفہ کو استعارہ کے طور پر احادیث نبویہؐ میں کئی پیرایوں میں بیان کیا گیا ہے منجملہ ان کے ایک یہ بھی پیرایہ ہے کہ میت عبد صالح کے لئے قبر میں جنت کی طرف ایک کھڑکی کھولی جاتی ہے جس کی راہ سے وہ جنّت کی باغ و بہار دیکھتا ہے۔ اور اُس کی دِلرُبا ہَوا سے متمتع ہوتا ہے۔ اور اس کھڑکی کی کشادگی بحسب مرتبہ ایمان و عمل اس میّت کے ہوتی ہی لیکن ساتھ اِس کے یہ بھی لکھا ہے کہ جو لوگ ایسے فنا فی اللہ ہونے کی حالت میں دُنیا سے جُدا ہوتے ہیں کہ اپنی جانِ عزیز کو محبوب حقیقی کی راہ میں فدا کر دیتے ہیں جیسے شہداء یا وہ صدیق لوگ جو شہداء سے بھی بڑھ کر آگے قدم رکھتے ہیں اُن کے لئے موت کے بعد صرف بہشت کی طرف کھڑکی ہی نہیں کھولی جاتی بلکہ وہ اپنے سارے وجود اور تمام قویٰ کے ساتھ بہشت

میں داخل ہو جاتے ہیں۔مگر پھر بھی قیامت کے دن سے پہلے اکمل اور اتم طور پر لذّاتِ جنّت حاصل نہیں کر سکتے۔

ایسا ہی اس درجہ میں میت خبیث کے لئے دوزخ کی طرف قبر کی ایک کھڑکی کھولی جاتی ہے۔جس کی وجہ سے دوزخ کی ایک جلانے والی بھاپ آتی رہتی ہے۔لیکن ساتھ اس کے یہ بھی ہے کہ جو لوگ اپنی کثرت نافرمانی کی وجہ سے ایسے فنا فی الشیطان ہونے کی حالت میں دنیا سے جدا ہوتے ہیں کہ شیطان کی فرمانبرداری کی وجہ سے بکلی تعلقات اپنے مولیٰ حقیقی سے توڑ دیتے ہیں ان کے لئے ان کی موت کے بعد صرف دوزخ کی طرف کھڑکی ہی نہیں کھولی جاتی بلکہ وہ اپنے سارے وجود اور تمام قویٰ کے ساتھ خاص دوزخ میں ڈال دیئے جاتے ہیں جیسا کہ **اللّٰہ جلّشانہٗ** فرماتا ہے۔**ممّا خطیٰتھم اغرقوا فادخلوا نارا** (سورۃ نوح) مگر پھر بھی وہ لوگ قیامت کے دن سے پہلے اکمل اور اتم طور پر عقوباتِ جہنم کا مزہ نہیں چکھتے۔

دوسرا درجہ

جس کو درمیانی درجہ کہنا چاہئے اور وہ حشر الاجساد کے بعد اور جنت عظمیٰ یا جہنم کبریٰ میں داخل ہونے سے پہلے حاصل ہوتا ہے اور بوجہ تعلق جسد کامل قویٰ میں ایک اعلیٰ درجہ کی تیزی پیدا ہو کر اور خدا تعالیٰ کی تجلی رحم یا تجلی قہر کا حسب حالت اپنے کامل طور پر مشاہدہ ہو کر اور جنت عظمیٰ کو بہت قریب پا کر یا جہنم کبریٰ کو بہت ہی قریب دیکھ کر وہ لذات یا عقوبات ترقی پذیر ہو جاتی ہیں جیسا کہ **اللہ جلّ شانہ** آپ فرماتا ہے۔ **وازلفت الجنّۃ للمتقین وبرزت الجحیم للغاوین** الخ

تیسرا درجہ

منتہائے مدارج ہے جس میں یوم الحساب کے بعد لوگ داخل ہوں گے اور اکمل اور اتم طور پر سعادت یا شقاوت کا مزہ چکھ لیں گے۔''

(ازالہ اوہام تقطیع خورد صفحہ ۳۵۴۔۳۶۰)

ان مذکورہ بالا عبارات کو پڑھ کر کوئی عقل مند یہ نہیں کہہ سکتا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قیامت یا حشر اجساد کا انکار کیا ہے اِلّا مَنْ سفه نفسهٗ کیونکہ آپ نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ قرآن مجید اور احادیث سے لکھا ہے۔ بلکہ حدوثِ قیامت وحشر اجساد اور دخولِ جنت وجہنم کے متعلق جو ملحدین اعتراضات کر سکتے تھے اُن کو حقیقی اور مکمل جواب دیا ہے اور آیات اور احادیث میں جو بظاہر تناقض معلوم ہوتا تھا اُن کے صحیح معنے بیان کر کے ان کی مطابقت دکھائی ہے۔

(۲) نفخ صُور

حضور کو نفخِ صور کا منکر ثابت کرنے کے لئے گواہ نے ''شہادت القرآن'' کا حوالہ پیش کیا ہے۔ اس لئے میں اُسی کتاب سے بتاتا ہوں کہ آپ نے نفخ صور یا قیامت کا انکار نہیں کیا۔ آپ فرماتے ہیں؛

''بارھویں علامت مسیح موعود کا پیدا ہونا ہے۔ جس کو کلام الٰہی میں نفخ صور کے استعارہ میں بیان کیا گیا ہے۔ اور نفخ حقیقت میں دو قسم پر ہیں۔ ایک نفخ اضلال اور ایک نفخ ہدایت ۔ جیسا کہ اس آیت میں اس کی طرف اشارہ ہے۔ ونفخ فی الصور فصعق من فی السمٰوٰت ومن فی الارض الّا ماشاء اللّٰه. ثم نفخ فیه اخریٰ فاذاهم قیام ینظرون. یہ آیتیں ذوالوجوہ ہیں۔ قیامت سے بھی تعلق رکھتی ہیں اور اس عالم سے بھی۔''

(شہادت القرآن صفحہ ۲۵)

پھر صفحہ ۲۶ میں فرماتے ہیں؛

''لیکن اِن معانی مبارکہ کے ماخذ دقیق ہیں۔ اس لئے ہر ایک سطحی خیال کا آدمی اس طرف توجہ نہیں کر سکتا اور موٹی سمجھ ان کو نہیں پا سکتی۔''

مذکورہ بالا عبارت بالکل واضح ہے کہ آپ نے نفخ صور سے مراد مسیح موعود کا آنا استعارۃً لیا ہے نہ کہ حقیقی طور پر اور صاف فرما دیا ہے کہ اِن آیتوں کا تعلق قیامت سے بھی ہے۔ اسی طرح ''نکات فریدی'' مصنفہ فقیر محمد بخش صاحب صفحہ۲ میں برزخ کے معنے رابطہ اور واسطہ لکھے ہیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر کیوں مولویوں نے ان عبارات کی بنا پر آپ کو کافر و مرتد کہا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا ہونا ضروری تھا۔ جیسا کہ امام ربانی مجدد الف ثانی اس کے حق میں پہلے سے خبر دے چکے ہیں کہ مسیح موعود علیہ السلام جب آئیں گے تو:

''علماء ظواہر مجتہدات اوراعلیٰ نبینا علیہ الصلوۃ والسلام از کمال وقت وغموض ماخذ انکار نمائندہ و مخالف کتاب سنت دانند۔''

(مکتوبات مکتوب نمبر۵۵ جلد۲ صفحہ ۱۰۷)

کہ جو باریک باتیں وہ اپنے اجتہاد سے بیان کریں گے تو علماء ظواہر اُن باتوں کا جو نہایت باریک اور دقیق الماخذ ہوں گی انکار کریں گے اور مخالف کتاب وسنت جانیں گے جیسا کہ علماء ظواہر اب کر رہے ہیں۔ اور گواہ نمبر۳ اقرار کر چکا ہے کہ وہ علماء ظواہر سے ہے۔ پس باوجود یہ کہ آپ نے نہ نفخ صور کا انکار کیا اور نہ قیامت اور حشر اجساد کا اور جو کچھ بیان فرمایا وہ قرآن مجید واحادیث سے بیان فرمایا ہے لیکن پھر بھی اُن کے نزدیک وہ کفر ہی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس زمانہ کے علماء کے حق میں ٹھیک فرمایا **علماء ھم شرّ من تحت ادیم السماءِ** کہ وہ بدترین مخلوق ہوں گے۔

چوتھی وجہ تکفیر کا ردّ

توہینِ انبیاء

فریق مخالف کے گواہوں نے ایک وجہ تکفیر کی یہ بیان کی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انبیاء کی توہین کی ہے۔ اور جو انبیاء کی توہین کرے وہ کافر اور مرتد ہے۔ اور کسی کی توہین کرنے کے یہ معنے ہیں کہ (۱) کسی کی طرف کوئی ایسی چیز منسوب کی جائے جو اُس میں نہیں۔ (۲) کسی کو بد اخلاقی وغیرہ کے ساتھ متہم کیا جائے۔ (۳) یا کسی منصب کا جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اُسے سرفراز فرمایا ہے اپنے لئے دعویٰ کیا جائے۔

گواہوں نے اپنے بیان میں یہ ظاہر کرنا چاہا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے تمام انبیاء کی اور پھر خاص کر آنحضرت ﷺ اور حضرت آدمؑ و یوسفؑ و عیسیٰؑ علیہم السلام کی توہین کی ہے۔

(۱) حضرت مسیح موعودؑ نے کسی نبی کی توہین نہیں کی

ہر دانشمند انسان جسے اللہ تعالیٰ نے فہمِ سلیم عطا کیا ہے وہ بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ ایک انسان اپنے آپ کو جن لوگوں سے مشابہت دیتا ہے اور کہتا ہے کہ میں بھی اسی پاک گروہ کا ایک فرد ہوں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کی ہدایت کے لئے آتے رہے تو پھر وہ کیوں اُن کی توہین کرے گا۔ وہ تو خود اُس کی اپنی توہین ہوگی۔ پس عقل تسلیم نہیں کرسکتی کہ جس گروہ میں انسان اپنے آپ کو شمار کرتا ہے اُن کو بُرا کہے۔ اگر کوئی ایسا سمجھتا ہے تو وہ اُس کی اپنی غلطی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عقائد جن میں رسولوں پر ایمان لانے کا اقرار موجود ہے مَیں ابتداءً ذکر کر چکا ہوں۔ اِسی طرح آپ فرماتے ہیں ؎

ہر رسولے آفتابِ صدق بود ہر رسولے بود مہر انورے
ہر رسولے بود ظلِّ دیں پناہ ہر رسولے بود باغِ مثمرے
گر بدنیا نامدے ایں خیل پاک کار دیں ماندے سراسر ابترے
آں ہمہ از یک صدف صد گوہراند متحد در ذات واصل گوہرے

(درثمین صفحہ ۲۰۴)

پھر فرماتے ہیں؛

سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بڑھ کر
لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے
(''قادیان کے آریہ اور ہم'') (یعنی محمد ﷺ)

پہلا حوالہ

گواہوں نے انبیاء کی توہین ثابت کرنے کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کا مندرجہ

ذیل شعر پیش کیا ہے ؎

آنچہ داداست ہر نبی را جام داد آن جام را مرا بتمام

حالانکہ اس میں کوئی ایسی بات نہیں پائی جاتی جس سے انبیاء کی توہین لازم آتی ہو۔ کیونکہ اس کے یہ معنے ہیں کہ جو جام عرفان الٰہی اور ایقان کا ہر نبی کو دیا گیا۔ خدا تعالیٰ نے پورے کا پورا مجھے بھی دیا ہے۔ اور جس طرح پر خدا تعالیٰ نے پہلے انبیاء کی طرف وحی کی اور اُن سے کلام کیا ایسے ہی خدا تعالیٰ نے مجھے مکالمہ ومخاطبہ سے مشرف فرمایا ہے جو میرے لئے باعث ازدیاد و ایمان وعرفان و ایقان ہوا۔ جیسا کہ اس سے اگلے شعر میں فرماتے ہیں؛ ؎

دل من برد و الفت خود داد خود مرا شد بوحی خود استاد

وحی اور اعجب اثر ویدم روئے آں مہر زاں قمر ویدم

(درثمین صفحہ ۲۸۷)

دوسرا حوالہ

آسمان سے کئی تخت اُترے پر تیرا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا۔''

اِس الہام کے یہ معنے کہ جو اس امت میں اولیاء اقطاب وابدال گذرے ہیں اور انہیں آنحضرت ﷺ کی اتباع سے جو مراتبِ روحانیہ ملے ہیں ان سب سے بڑھ کر مجھے اللہ تعالیٰ نے آسمانی برکات سے حصّہ دیا۔ چنانچہ اسی قسم کے دوسرے الہام ''انی فضلتک علی العالمین'' کا یہ ترجمہ ہے'' اور جس قدر لوگ تیرے زمانہ میں ہیں سب پر مَیں نے تجھے فضیلت دی۔'' (اربعین نمبر۲ صفحہ ۱۷) اگر سب دنیا اگلی پچھلی مراد ہوتی تو'' تیرے زمانہ'' کی قید لگانے کی ضرورت نہ تھی۔ البتہ صوفیاء نے یہ تسلیم کیا ہے کہ مہدی موعود معارف اور علوم اور حقیقت کے لحاظ سے تمام انبیاء اور اولیاء سے بڑھ کر ہوگا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا باطن آنحضرت صلعم کا باطن ہے۔ یعنی بروزی طور پر وہی ہے جیسا کہ آگے بیان ہوگا۔

اور اس طرح تو کوئی سید عبدالقادر جیلانی پر بھی توہین انبیاء کی الزام دے سکتا ہے

کیونکہ انہوں نے لکھا ہے۔ **وانا من وراء عقولکم فلا تقیسونی علی احداولا تقیسوا احد علیّ۔** (فتوح الغیب مع شرح فارسی صفحہ۲۲)
کہ مجھ تک تمہاری عقلیں نہیں پہنچ سکتیں۔ پس تم مجھے کسی پر اور کسی کو مجھ پر قیاس مت کرو۔ یعنی میرے کوئی برابر نہیں ہے۔

تیسرا حوالہ

جو گواہوں نے اپنے مدعا کے اثبات کے لئے پیش کیا وہ مندرجہ ذیل شعر ہے ؎

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے — من بعرفاں نہ کمترم زکسے

اِس شعر میں بھی انبیاء کی قطعاً توہین نہیں پائی جاتی۔ اِس میں تو صرف یہ بتایا گیا ہے کہ مَیں اپنی معرفت اور عرفان الٰہی میں اور اپنے یقین میں کسی نبی اور رسول سے کم نہیں ہوں اور یہ کمال جو مجھے حاصل ہوا ہے تو وہ آنحضرت ﷺ کی اتباع سے بطریق وراثت ملا ہے۔ جیسا کہ اگلے شعر میں فرماتے ہیں ؎

وارث مصطفیٰ شدم بہ یقیں — شدہ رنگیں برنگ یار حسیں

اور حقیقی بات یہی ہے کہ بعض تو ابوجہل اور فرعون کے وارث ہوتے ہیں اور بعض آنحضرت صلعم کی روحانیت کے وارث ہو کر آپ کے رنگ میں رنگین ہوتے ہیں اور اگر کوئی آپؐ کے رنگ میں رنگین ہونے کو ناپسند کرتا ہے تو ہو بے شک ابوجہل اور فرعون کے رنگ میں رنگین ہو۔

چوتھا حوالہ

جو گواہ نے پیش کیا ہے وہ یہ شعر ہے ؎

ہر نبی زندہ شد بآمدنم — ہر رسولے نہاں بہ پیراہنم

اِس شعر میں بھی رسولوں کی کوئی توہین نہیں ہے بلکہ اِس میں ایک نہایت ہی لطیف مضمون کو ادا کیا گیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اس الحاد اور دہریت اور گمراہی کے زمانہ میں اکثر لوگوں نے انبیاء کی نبوتوں کا انکار کر دیا تھا اور طرح طرح کے اُن پر حملے کئے اور نعوذ باللہ

انہیں مکار اور فریبی وغیرہ کہا اور ان کو دعویٰ وحی میں جھوٹا جانا۔ اور جو نبیوں پر وحی کے نزول کے قائل تھے اُن سے استہزاء اور ہنسی کی اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ پھر وحی کا ثبوت دیا اور بتا دیا کہ جس طرح میں اِس بندہ سے مکالمہ کرتا ہوں اور یہ اپنے دعوے میں سچّا ہے اِسی طرح میں اپنے پہلے بندوں سے بھی کلام کرتا رہا ہوں۔ پس آپ کا دعویٰ وحی میں صادق ہونا گویا تمام ان انبیاء کا صادق ہونا ہے جو آپ سے پہلے گذر چکے ہیں۔ جن کے دعویٰ نبوت و وحی کو از راہ ظلم اور فریب قرار دیا گیا۔ چنانچہ اس شعر سے پہلے دو شعروں میں الہام کا ذکر ہے ؎

دست غیبم پرورد ہر دم کرد و حیش بمن ظہور اتم

ور الہام ہمچو باد صبا بزدم آرد زغیب خوشبو ہا

اور اگر تھوڑی دیر کے لئے اس نتیجہ کو صحیح بھی فرض کر لیا جائے جو فریق مخالف نے ان حوالوں سے نکالا ہے کہ آپ کی تمام انبیاء پر فضیلت ثابت ہوتی ہے اور یہ توہین انبیاء ہے جو موجب کفر و ارتداد ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ شیعہ صاحبان پر بھی یہی فتویٰ عائد ہو اور اُن کو مرتد قرار دے کر شیعہ وسُنّی مرد و عورت کا نکاح حرام ہو کیونکہ اُن کا عقیدہ ہے کہ بارہ امام سوائے آنحضرت صلعم کے تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل و برتر ہیں جیسا کہ شیعوں کی معتبر کتاب بحارالانوار جلد ۷ باب **تفضیلهم علی الانبیاء و علیٰ جمیع الخلق** میں لکھا ہے۔ ''**اعلم ما ذکره رحمه الله من فضل نبیناوائمتناصلوٰات الله علیهم علیٰ جمیع المخلوقات و کون ائمتنا علیهم السلام افضل من سائر الانبیاء هوالذی لا یرتاب فیه من تتبع اخبارهم.**'' یعنی جو کچھ تمام مخلوقات پر آنحضرت صلعم اور بارہ اماموں کے باقی تمام انبیاء سے افضل ہونے کی نسبت ذکر کیا۔ یہ ایسی پختہ بات ہے کہ اس میں ان کے حالات سے واقف شخص کبھی شبہ نہیں کر سکتا۔

(۲) سید الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسیح موعودؑ

گواہوں نے حضرت مسیح موعودؑ پر ایک الزام یہ لگایا ہے کہ آپ نے آنحضرت ﷺ کی کھلی توہین کی ہے اور اپنے کو ان پر فضیلت دی ہے۔ لیکن جس شخص نے حضرت مسیح

موعود علیہ السلام کی کتب پر ایک معمولی نظر بھی ڈالی ہوگی وہ جان سکتا ہے کہ آپ کی کتب آنحضرت صلعم کی تعریف سے پُر ہیں۔ چند حوالہ جات بیان کرتا ہوں۔

(۱) آپ فرماتے ہیں:-

''یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہوسکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں ہے۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دنیا سے گم ہوچکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا۔ اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اُس کی جان گداز ہوئی۔ اس لئے خدا نے جو اس کے دل کے راز سے واقف تھا اس کو تمام انبیاء اور تمام اولین و آخرین پر فضیلت بخشی اور اُس کی مرادیں اس کی زندگی میں اس کو دیں۔ وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے۔ اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اس کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے وہ انسان نہیں ہے بلکہ ذریتِ شیطان ہے۔ کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کنجی اس کو دی گئی ہے اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اس کو عطا کیا گیا ہے۔ جو اس کے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محروم ازلی ہے۔ ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے۔ ہم کافر نعمت ہوں گے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحیدِ حقیقی ہم نے اُسی کے ذریعہ سے پائی۔ اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اُسی کامل نبی کے ذریعہ سے اور اُس کے نور سے ملی ہے۔ اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اس کا چہرہ دیکھتے ہیں اسی بزرگ نبی کے ذریعہ سے ہمیں میسر آیا ہے۔'' (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱۵۔۱۱۶)

(۲) پھر اپنی جماعت کے لئے تعلیم ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

''نوع انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفیٰ

ﷺ ۔سوتم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ وجلال والے نبی کے ساتھ رکھواوراس کے غیر کواس پر کسی نوع کی بڑائی مت دوتا تم آسمان پر نجات یافتہ لکھے جاؤ۔‘‘

’’نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہیں اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم مرتبہ کوئی اور کتاب ہے۔‘‘ (کشتی نوح صفحہ۱۳)

(۳) پھر فرماتے ہیں:۔

’’ہم جب انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں ۔تو تمام سلسلہ نبوت میں سے اعلیٰ درجہ کا جوانمرد نبی اور زندہ نبی اور خدا کا اعلیٰ درجہ کا پیارا نبی صرف ایک مرد کو جانتے ہیں۔ یعنی وہی نبیوں کا سردار ، رسولوں کا فخر، تمام مرسلوں کا سرتاج جسکا نام محمد مصطفیٰ واحمد مجتبیٰ ﷺ ہے جس کے زیر سایہ دس دن چلنے سے وہ روشنی ملتی ہے جو پہلے اس سے ہزاروں برس تک نہیں مل سکتی تھی۔‘‘ (سراج منیر صفحہ ۷۰)

(۴) پھر فرماتے ہیں ؎

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا — نام اُس کا ہے محمد دلبر میرا یہی ہے
اُس نور پر فدا ہوں اُس کا ہی میں ہوا ہوں — وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے
سب ہم نے اُس سے پایا شاہد ہے تو خدایا — وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقہ یہی ہے

(قادیان کے آریہ اور ہم)

(۵) پھر فرماتے ہیں ؎

ربط ہے جانِ محمدؐ کو میری جاں سے مدام — دل کو وہ جام لباب ہے پلایا ہم نے
اس سے بہتر نظر آیا نہ کوئی عالم میں — لا جرم غیروں سے دل اپنا چھڑایا ہم نے
ہم ہوئے خیر امم تجھ سے ہی اے خیرِ رُسل — تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

(۶) پھر فرماتے ہیں ؎

بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم — گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم
ہرتار پود مَن بسرائد بعشق او — از خود تہی و از غمِ آں دالستاں پرم
جانم فدا شود برہِ دینِ مصطفیٰ — این است کام دل اگر آید میسرم

(ازالہ اوہام تقطیع خورد صفحہ ۱۷۶)

مذکورہ بالا عبارتوں کے قائل کو گواہوں نے یہ الزام دیا ہے کہ اُس نے آنحضرت ﷺ کی کھلی توہین کی ہے اور اپنے آپ کو آنحضرت ﷺ پر فضیلت دی ہے کتنا بڑا ظلم ہے۔

پہلی وجہ

جو گواہوں نے توہین کی وجہ بیان کی ہے یہ ہے کہ وہ آیات قرآنیہ جن میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو چند مراتب اور مقاماتِ علویہ سے مشرف فرمایا تھا انہیں مرزا صاحب نے اپنے اوپر چسپاں کر لیا اور یہ لامحالہ رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی اور بے ادبی سمجھی جائے گی۔ چنانچہ **سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ** کی آیت کے متعلق کہا کہ یہ میرے پر نازل ہوئی۔ اور **قاب قوسین او ادنیٰ** میں قرب الٰہی یا بقول دیگر جبریل سے آنحضرت صلعم کو حاصل ہوا تھا مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ یہ مجھ پر نازل ہوئی۔ اسی طرح **انا فتحنا لک فتحًا مبینا** وغیرہ آیات اور مقامِ محمود کو بھی اپنے لئے تجویز کیا ہے۔

اس اعتراض کا خلاصہ دو امر ہیں۔ ایک یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آیاتِ قرآنیہ کے متعلق لکھا ہے کہ مجھ پر نازل ہوئیں۔ دوسرا یہ کہ آنحضرت ﷺ کو جو مقامات اور مراتب حاصل تھے وہ اپنی طرف منسوب کئے۔

جواب

سو اس کا جواب میں وہی دیتا ہوں جو مولوی محمد حسین بٹالوی رئیس طائفہ اہلحدیث پیشوا علماء مکفرین نے براہین احمدیہ پر ریویو کرتے ہوئے دیا تھا اور وہ یہ ہے؛

''مؤلف براہین احمدیہ نے ہرگز یہ دعویٰ نہیں کیا کہ قرآن میں ان آیات کا مورد نزول و مخاطب میں ہوں۔ اور جو کچھ قرآن یا پہلی کتابوں میں محمد

رسول ﷺ وعیسیٰ و ابراھیم و آدم علیھم السلام کے خطاب میں خدا نے فرمایا ہے اس سے میرا خطاب مراد ہے۔"

پھر لکھتے ہیں؛

"ان کو کامل یقین اور صاف اقرار ہے کہ قرآن اور پہلی کتابوں میں ان آیات میں مخاطب و مراد انبیاء ہیں جن کی طرف اُن میں خطاب ہے اور ان کمالات کے محل وہی حضرات ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے ان کمالات کا محل ٹھیرایا ہے۔"

"اپنے اوپر ان آیات کے الہام یا نزول کے دعویٰ سے ان کی مراد (جس کو وہ صریح الفاظ میں خود ظاہر کر چکے ہیں ہم اپنی طرف سے اختراع نہیں کرتے) یہ ہے کہ جن الفاظ یا آیات سے خدا تعالیٰ نے قرآن یا پہلی کتابوں میں انبیاء علیہم السلام کو مخاطب فرمایا ہے انہی الفاظ یا آیات سے دوبارہ مجھے بھی شرفِ خطاب بخشا ہے۔ پر میرے خطاب میں ان الفاظ سے اور معانی مراد رکھے ہیں۔ اور وہ معانی ان معانی کے اظلال و آثار ہیں۔" (اشاعۃ السنہ جلد ۷ نمبر ۷ صفحہ ۲۱۸-۲۱۹)

(۲) حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے براہین احمدیہ میں اس کے متعلق تحریر فرمایا ہے۔:-

"کہ حقیقی طور پر کوئی نبی بھی آنحضرتؐ کے کمالاتِ قدسیہ میں شریک اور مساوی نہیں ہوسکتا۔ بلکہ تمام ملائکہ کو بھی اس جگہ برابری کا دم مارنے کی جگہ نہیں۔........ مگر چونکہ متبع سُنن آں سرور کائنات اپنے غایتِ اتباع کی جہت سے اس شخص نورانی کے لئے کہ جو وجود باجود نبویؐ ہے مثل ظلّ کے ٹھہر جاتا ہے۔ اِس لئے جو کچھ اس شخص مقدّس میں انوارِ الٰہیہ پیدا اور ہویدا ہیں اُس کے ظِلّ میں بھی نمایاں اور ظاہر ہوتے ہیں۔ اور سایہ میں اس تمام وضع اور انداز کا ظاہر ہونا کہ جو اُس کی اصل میں ہے ایک ایسا امر ہے جو کسی پر پوشیدہ نہیں۔ ہاں سایہ اپنی ذات میں قائم نہیں۔ اور حقیقی

طور پر کوئی فضیلت اُس میں موجود نہیں بلکہ جو کچھ اس میں موجود ہے وہ اس کے شخص اصل کی ایک تصویر ہے جو اُس میں نمودار اور نمایاں ہے۔ پس لازم ہے کہ آپ یا کوئی دوسرے صاحب اِس بات کو حالتِ نقصان نہ خیال کریں۔ کیونکہ آنخضرت صلعم کے انوارِ باطنی اُن کی امّت کے کامل متبعین کو پہنچ جاتے ہیں۔ اور سمجھنا چاہیئے کہ اِس انعکاسِ انوار سے کہ جو بطریق افاضۂ دائمی نفوسِ صافیہ اُمّت محمدیہؐ پر ہوتا ہے وہ بزرگ امر پیدا ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اُس سے آنخضرت ﷺ کی بدرجہ غایت کمالیت ظاہر ہوتی ہے کیونکہ جس چراغ سے دوسرا چراغ روشن ہوسکتا ہے وہ ایسے چراغ سے بہتر ہے جس سے دوسرا چراغ روشن نہ ہو سکے۔ دوسرے اِس اُمت کی کمالیت اور دوسری اُمّتوں پر اُس کی فضیلت اِس افاضۂ دائمی سے ثابت ہوتی ہے اور حقیقت دین اسلام کا ثبوت ہمیشہ تازہ ہوتا رہتا ہے۔''

(اشاعۃ السنہ جلد ۷ نمبر ۹ صفحہ ۲۷۲)

اگر اس وقت کے علماء کو یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ کیونکر کوئی انسان آنخضرت صلعم کی کامل اِتباع سے مقاماتِ عالیہ حاصل کرسکتا ہے تو وہ معذور ہیں۔ لیکن علماء اقدمین نے اس امر کو تسلیم کیا ہے۔ جیسا کہ مولانا روم کے شعر

پس درآ ور کارگہ یعنی عدم　　　تا بہ بینی صنع و صانع را بہم

کی شرح میں مولانا عبد العلی صاحبِ بحر العلوم نے تحریر فرمایا ہے کہ:۔

''ایک مقام فنائی صفات کا ہے جو حدیث قربِ نوافل میں بیان ہوا ہے کہ خدا بندے کے کان آنکھ ہو جاتا ہے۔ اور دوسرا مقام فنائی ذات ہے۔ اور تیسرا مقام جمع الجمع وقاب قوسین اور مقامِ کمال ہے جیسا کہ آیت ان الذین یبا یعونک انما یبا یعون اللہ سے ظاہر ہے کہ جو لوگ مجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ خدا سے بیعت کرتے ہیں۔ اور چوتھا مقام مقامِ احدیت جمع ہے اور اس کو مقام ادنیٰ کہتے ہیں۔ (یعنی خدا سے بہت ہی قریب) جو کہ آیت ما رمیت اذ رمیت و لکن اللہ رمیٰ میں بیان

کیا گیا ہے۔''
یہ لکھ کر فرماتے ہیں:-
''وایں مقام با صالت خاص بخاتم النبیّین است۔ و بوراثتِ کمال متابعت او کمال اولیاء راایں حظی است۔'' (مثنوی دفتر ۲ حاشیہ صفحہ ۷۷)
کہ اگر چہ مقام اصل میں تو خاتم النبیّین صلعم کے ساتھ خاص ہے مگر بطور وراثت اور کمال پیروی آنحضرت صلعم کے اولیاء کو ان مقامات سے حصّہ ملتا ہے۔
(۲) اور شیخ شیوخ شہاب الدین سہروردی فرماتے ہیں:-
''وهو المقام المحمود الذی لا یشارکه فیه له من الانبیاء و الرسل الا اولیاء امته.'' (ہدیہ مجددیہ صفحہ ۷۰)
اور مقامِ محمود میں آنحضرتؐ کا انبیاء اور رسولوں سے کوئی شریک نہیں سوائے اُن اولیاء کے جو آپ کی امت سے ہوں۔
پس جبکہ اولیاء کو بھی یہ مرتبہ مل سکتا ہے تو مسیح موعود علیہ السلام کو ملنے میں کیا مانع ہے۔
(۳) اسی طرح فصوص الحکم میں شیخ عبدلرزاق قاشانی نے لکھا ہے۔
''فله المقام المحمود'' (شرح فصوص الحکم مطبوعہ مصر صفحہ ۵۳)
اور سید عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں کہ انسان ترقی کرتے کرتے اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ وہ ہر رسول اور نبی اور صدیق کا وارث ہو جاتا ہے۔ (فتوح الغیب مقالہ ۴ صفحہ ۲۳)
اِسی طرح حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-
ازیں حضیض دناء چو بگذری شاید کہ تا دنیٰ فتدلیٰ صعود خود بینی
(دیوان معین صفحہ ۷۴)
رہا یہ امر کہ آیا ایسی آیتیں جن میں رسول اللہ صلعم کو خطاب کیا گیا ہے وہ کسی پر دوبارہ اُتر سکتی ہیں یا نہیں تو اس کا جواب مَیں کتاب ''اثبات الالہام والبیعۃ'' سے دیتا ہوں جو مولوی عبدالجبار غزنوی نے اس رسالہ کے اعتراضات کے جواب میں لکھی ہے جس میں مولوی عبداللہ صاحب مرحوم غزنوی کے الہامات پر اعتراضات کئے گئے تھے۔ اور جس

رسالہ کی مذمت نواب صدیق حسن خان صاحب اور مولوی نذیر حسین دہلوی اور مولوی عبدالحئ صاحب لکھنوی وغیرہ نے کی ہے۔ اور مولوی عبدالحئ صاحب نے تو مؤلف رسالہ مولوی غلام علی قصوری کو جاہل قرار دیا ہے۔ یہاں پر اعتراض اور جواب دونوں نقل کرتا ہوں

''مخالطہ۱۶۲ (مولوی غلام علی قصوری) اور قرآن میں بعض آیات ایسی ہیں کہ اُن میں خاص رسول اللہ صلعم ہی مخاطب ہیں ان کے سوائے کوئی مخاطب نہیں بن سکتا۔''

''ھدایه (جواب مولوی عبدالجبار غزنوی) اگر الہام میں اس آیت کا القاء ہو جس میں خاص آنحضرت ؐکو خطاب ہو۔ تو صاحب الہام اپنے حق میں خیال کر کے اس کے مضمون کو اپنے حال کے مطابق کرے گا۔ اور نصیحت پکڑے گا...... اگر کوئی شخص ایک آیت کو جو پروردگار نے جناب رسول اللہ صلعم کے حق میں نازل فرمائی ہے اُسے اپنے پر وارد کرے اور اس کے امر و نہی اور تاکید و ترغیب کو بطور اعتبار اپنے لئے سمجھے تو بے شک وہ شخص صاحب بصیرت اور مستحقِ تحسین ہوگا۔ اگر کسی پر ان آیات کا القاء ہو جن میں خاص آنحضرت کو خطاب ہے مثلاً **الم نشرح لک صدرک** کیا نہیں کھولا ہم نے واسطے تیرے سینہ تیرا۔ **ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ. فسیکفیکھم اللّٰه. فاصبر کما صبر اولو االعزم من الرسل. واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم بالغداوۃ والعشی یریدون وجھه . فصل لربک وانحر ولا تطع من اغفلنا قلبه من ذکرنا واتبع ھواہ. ووجدک ضالا فھدیٰ**۔ تو بطریق اعتبار یہ مطلب نکالا جائے گا کہ انشراح صدر اور رضا اور انعام ہدایت جس لائق یہ ہے علیٰ حسب المنزلت اس شخص کو نصیب ہوگا۔ اور اس امر و نہی وغیرہ میں اس کو آنحضرت ؐ کے حال میں شریک سمجھا جائے گا۔''

(اثبات الالہام والبیعۃ صفحہ ۱۴۲۔۱۴۳)

اسی طرح سید عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں؛
"ثم ترفع الی الملک الاکبر فتخاطب بانک الیوم لدینا مکین امین ." (فتوح الغیب مع شرح فارسی مقالہ نمبر۲۸ صفحہ۱۷۱)
یعنی جب تو مرتبہ فنا میں کمال کو پہنچ جائے گا تو تیرا خدا کی طرف رفع کیا جائے گا۔ اور خدا تجھے مخاطب کرے گا کہ انک الیوم لدینا مکین امین۔ اور یہ قرآن مجید کی آیت ہے۔ جو سورہ یوسف میں موجود ہے۔
اور مقاماتِ امام ربانی مجدد الف ثانی مطبوعہ دہلی کے صفحہ ۱۳۶ میں لکھا ہے؛
"کہ مجدد الف ثانی کے سب سے چھوٹے فرزند حضرت شاہ محمد یحییٰ کے تولد سے پہلے حضرت مجدد صاحب کو الہام ہوا تھا انا نبشرک بغلام اسمه یحییٰ. اسی رعایت سے اُن کا نام محمد یحییٰ ہوا۔"
اب میں حضرت خواجہ میر درد صاحب دہلویؒ کی تالیف "علم الکتاب" سے وہ آیات پیش کرتا ہوں جو انہیں الہام ہوئیں۔
"تحدیث نعمة الرب" کے عنوان کے ماتحت فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے مجھے میرے قلب میں الہام خاص سے یہ حکم دیا ہے کہ؛
"ان احکم بینهم من احکام اللّٰه تعالیٰ وادعهم الیٰ الطریقة المحمدیه بما انزل اللّٰه فی کتابه من الاٰیٰت التی هی الشاهدات البینات علی حقیتک ولا تتبع اهوائهم واستقم کما امرت. فان تولواعن طریتک الحق فقل حسبی اللّٰه انما یرید اللّٰه ان یصیبهم بما وعد للفا سقین وان کثیراً من الناس لفاسقون. أا فحکم الجاهلیة یبغون فی زمان یحکم اللّٰه باٰ یٰته ما یشاء حسب رضاء رسوله محمد علیه الصلوٰة والسلام علیٰ لسان المحمدیین الخالصین ومن احسن من اللّٰه حکما لقوم یومنون.
هٰذا ما امرنی للّٰه ببیا نه و حکمنی ان احکم به بینکم

محکمت بحکمة بینکم با لقسط ان اللّٰہ یحب المقسطین . وارانی ربّی اٰیاته الکبریٰ واعطانی کلماته العلیا و اٰتانی ھٰذاالکتاب و نادانی بالخطاب حیث قال لی یا خلیة اللّٰہ و یا اٰیة اللّٰہ انی شھدت بعبود یتک فا شھد انت بالو ھیتی وانک عبدی و مقبولی و مقبول رسولی قلت یا رب اشھد ان لا الٰہ الا انت وا شھد انک علیٰ کل شئ شھید ...... قال یا عبد اللّٰہ و یا عارف باللّٰہ انّی جعئتک مظھرا جامعاً لکلّ ظھوراتی فاذھب باٰیاتی الیٰ کل مخلوقاتی و دعوتک من الجمع الا لٰھی والجمع المحمدی فمن اطاعک فقد اطا ع اللّٰہ و الرسول . قلت یا رب قبلت جمیع احکامک ...... و قال یا مورد الوردات و یا مصدر الاٰیٰت! انا جعلنٰک اٰیة للناس لعلھم یرشدون. ولکن اکثر الناس لا یعلمون. قلت یا رب تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک. ان تعذبھم فا نھم عبادک و ان تغفر لھم فا نک انت العزیز الحکیم. وقال قل لو کانت الحقیقة زائدة مما کشف علّی لا ظھر ھا اللّٰہ علی لانه تعالیٰ أکمل لی الدین وأ تم علی نعمته و رضی لی الاسلام دینا ولو کشف الغطاء ما ازددت یقینا ان ربی لذو فضل عظیم.‘‘ (علما لکتاب صفحہ ۶۱)

پھر صفحہ ۶۴ پر فرماتے ہیں؛

’’ وقال بالا لھام الشافی اذھب بکتابی ھٰذا واکتب الاٰیات فی کتابک والقه الی الناس ثم تول عنھم با لتجاھل العارف فانظر ماذا یرجعون . ایرجعون الیٰ الانکار اویأتو نںی مسلمین . وانذر عشیرتک الاقربین بانذار اللّٰہِ و رسوله واخفج جناھک بالمحبة والتواضع لمن اتبعک من

المؤمنين فیا یها المحمدیون الخالصون ایدنی ربی بتائید الروح الامین لاکون بنصرته تعالیٰ و عنایة رسوله علیه السلام من المنذرین و لمبشرین بلسان عربی مبین و انه لهدی و رحمة للمومنین . وانی توکلت علی اللّٰه ربی و فوضت امری الیه و اللّٰه یحب المتوکلین. و هویهدی من یشاء و یجعله المحمدیین الخالصین ویضل من یشاء بانکار الطریقة فانظر واکیف کان عاقبة المجرمین . وقال لی بالرأفة الربانیة لا تحزف علیهم ولا تکن فی ضیق مما یمکرون انما هم مکرو ا بالنفاق و مکر اللّٰه ان یمدهم ف طغیانهم و اللّٰه خیر الماکرین وما انت بهادی العمی عن ضلالتهم ان تسمع الا من یؤ من باٰیتنا فهم مسلمون فالذین یصد قونک انما یؤمن باٰ یا تنا والذین یکذبونک بالجهالة فاعلم ان الناس کانوا باٰ یاتنا لا یوقنون . هٰذا ما ایدنی ربّی باٰ یا ته القراٰنیة وا لمنکرون لا یؤمنون. حتّٰی اذا جاؤا فی المحشر و قال اللّٰه تبارک و تعالیٰ أکذّبتم باٰیاتی ولم یحیطوا بها علما ووقع القول علیهم بما ظلمو وافهم لا ینطقون واللّٰه علیم بالمفسدین و بشر الذین اٰمنوا باٰ یاته واختاروالمحمدیة الخالصة ان لهم جنات تجری من تحتها الانهار خالدین فیها ابدًا وا للّٰه لا یضیع اجرا المحسنین ...... وانی لا اقول الّا ما امرنی به ربی وا نه خصصنی برحمتهٖ الخاصة و هوارحم الراحمین . ولقد القی اللّٰه علیٰ قلبی من اٰیات مبینات مع انی لست بحافظ القراٰن و یضرب مثلاً من الذین خلوا من قبلکم و یعظ موعظة للمتقین . فاتقواا للّٰه واطیعون. وما اسئلکم علیه

من اجران اجری الا علیٰ رب العٰلمین قال مکذبون سواء علینا أو عظت ام لم تکن من الواعظین. و قالو ا انّک لست من الاولیاء المقربین وما اٰتاک اللّٰہ من العلم الّا قلیلا. وما انت الّا بشر مثلنا ان نظنک لمن الکاذبین و تکون الاولیاء کرامات و تصرفات فاسقط علینا کسفا من السماء ان کنت من الصادقین. ویل للمکذ بین سیرون تکون عاقبة للمفسدین فلا یعقلون انما ھی اٰیات القراٰن تتلیٰ علیھم وما ھٰذا الاکتاب مبین و ھٰذا من فضل ربی و ھو یختص بفضلہ من یشاء من عبادہ المؤمنین.‘‘

مذکورہ بالا اقتباس میں قرآن مجید کی پچیس آیات ہیں جو حضرت خواجہ میر درد رحمتہ اللہ علیہ نے بذریعہ الہام اپنے اور اپنے مخالفین اور مومنین پر چسپاں کی ہیں۔ اور اُن میں سے بعض آیات میں آنخضرت ﷺ سے خطاب ہے جیسے کہ آیت ۱۔۱۲۔۱۳۔۱۵ وغیرہ میں ہے۔

پس جبکہ گذشتہ اکابر اولیاء قرآن مجید کی آیات کا نزول بطور الہام تسلیم کرتے ہیں اور بطریق وراثت ان مقامات کا حصول جو پہلے انبیاء کو دیئے گئے صحیح مانتے ہیں تو پھر کیا یہ تمام اولیاء امت نعوذ باللہ کافر و مرتد تھے؟

تیسرا اعتراض

گواہوں نے ’’ایک غلطی کا ازالہ‘‘ کی عبارت پیش کی ہے کہ ’’میں بموجب آیت واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم (جمعہ) بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں۔ اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام احمد اور محمد رکھا ہے اور مجھے آنخضرت صلعم کا ہی وجود قرار دیا ہے۔ پس اس طور سے آنخضرت ﷺ کے خاتم الانبیاء ہونے میں میری نبوت سے کوئی تزلزل نہیں آیا۔ کیونکہ ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا۔ اور چونکہ میں ظلّی طور پر محمد ہوں ﷺ۔ پس اس طور سے خاتم النبیین کی مہر نہیں ٹوٹتی۔‘‘

اور اس سے یہ غلط نتیجہ نکالا ہے کہ اس عبارت میں آپ نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ؛
(۱) میں بعینہ محمد صلعم ہوں۔ اور ظلّی طور پر محمد کہنے سے عینیت کا دعویٰ صاف طور پر عیاں ہے اس کلمہ میں حضرت سرور عالم کی توہین ہے۔ اور اس قدر کفریات ہیں جو غور کرنے سے معلوم ہوتی ہیں۔ کیا جناب مرزا صاحب کی والدہ کا نام آمنہ اور کیا فاطمہ کے وہ باپ تھے؟
(۲) کہتے ہیں کہ میں موعود بروز ہوں۔ اس سے اُمت کی توہین ہوئی کہ کوئی اُن جیسا نہ ہوا۔ پھر رسول مقبول کی توہین کہ ۲۳ برس میں آپ مرزا صاحب جیسا شخص نہ بنا سکے۔ خلفاء اربعہ۔ عشرہ مبشرہ۔ اہل بدر اور وہ صحابہ جنہوں نے بیعت رضوان کی ہے سب کی توہین ہوئی کہ مرزا صاحب کے برابر نہ ہوئے۔

سو جاننا چاہئے کہ ایسے اعتراضات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب سرسری نظر سے دیکھنے والا بھی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ آپ نے کسی کتاب میں نہیں لکھا کہ میں جسمانی لحاظ سے وہی محمد صلعم ہوں جو آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے آئے تھے بلکہ آپ فرماتے ہیں کہ میں ظلّی اور بروزی طور پر وہی محمد ہوں۔ میں ان کا خادم ہوں اور وہ میرے مخدوم ہیں۔ اور میں آپ کا ظلّ ہوں اور وہ اصل ہیں یعنی میں آپ کی خدمت اور آپ کی شاگردی اور آپ کی اتباع میں اس قدر فنا ہوا ہوں کہ گویا میرا وجود آپ کے وجود سے بلحاظ روحانیت علیحدہ نہیں ہے۔ جیسا کہ ''ایک غلطی کا ازالہ'' کی عبارت سے بھی ظاہر ہے۔

پھر آپ خطبہ الہامیہ میں جہاں اسی امر کا ذکر کیا ہے۔
فرماتے ہیں؛
'' والنسبة بینی و بینه کنسبة مَنْ علّم و تعلّم '' (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۷۱)
کہ میرے اور آنحضرت صلعم کے درمیان شاگرد اور استاد کی نسبت ہے۔
یعنی آپؐ استاد ہیں اور میں شاگرد۔

اور جو شخص کسی کی محبت میں محو ہو جاتا ہے تو اس کا مقتضاء عاشق اور معشوق اور محبّ اور محبوب کا اتحاد ہوتا ہے۔ جیسا کہ امام ربانی فرماتے ہیں؛
'' مقتضائے کمال محبت رفع اثنینیت است و اتحاد محبّ و محبوب۔''
(مکتوبات جلد ۳ صفحہ ۱۵۱ مکتوب نمبر ۸۸)

کہ اس مقام پر انسان اپنے محبوب کے رنگ میں رنگیں ہو کر دوئی کو اٹھا دیتا ہے۔ لیکن اس مقام کو موجودہ علماء ظواہر نہیں سمجھ سکتے کیونکہ وہ اس کوچے سے بے خبر ہیں۔

چنانچہ حضرت خواجہ غلام فرید صاحب مرحوم کو جو خط حضرت مسیح موعود نے ان کے خط کے جواب میں لکھا۔ اُس میں ایک مثنوی ہے۔ جو ''اشارات فریدی'' میں درج ہے۔ اُس میں آپ رسول اللہ صلعم کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

بسکہ من در عشق او ہستم نہاں　　من ہمانم من ہمانم من ہماں

جانِ من از جاں او یابد غذا　　از گریبانم عیاں شد آں ذکا

احمد اندر جانِ احمد شد پدید　　اسم من گردید آں اسم وحید

(''اشارات فریدی'' جزو سوم صفحہ ۹۸)

اور خواجہ غلام فرید صاحب اس خط کے سننے سے بدرجہ غایت مسرور ہوئے۔

اور امام ربانی مجدد الف ثانی فرماتے ہیں:

''کمل تابعان انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات بجہت کمال متابعت وفرط محبت بلکہ بمحض عنایت وموہبت جمیع کمالاتِ انبیاء متبوعہ خودرا جذب می نمایند وبکلیت برنگ ایشان منصبغ میگردند حتّٰی کہ فرق نمی ماند درمیان متبوعان وتابعان الا بالا صالت والتبعیۃ والا ولیۃ والآخریۃ۔'' کہ انبیاء علیہم السلام کے کامل متبع بہ سبب کمال متابعت انہی میں جذب ہو جاتے ہیں اور اُنکے رنگ میں ایسے رنگین ہوتے ہیں کہ تابع اور متبوع یعنی نبی اور امتی میں کوئی فرق نہیں رہتا سوائے اول وآخر ہونے کے۔''

(مکتوبات مکتوب نمبر ۲۴۸ جلد ۱ صفحہ ۲۶۶)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے لئے یہ لفظ نہیں فرمایا کہ میں عین (محمد صلعم) ہوں۔ بلکہ بروزی طور پر فرمایا ہے۔ اور ''تحفہ گولڑویہ'' صفحہ ۱۰۱ ایڈیشن اول میں فرمایا ہے:

''آنحضرت ﷺ کی روحانیت نے ایک ایسے شخص کو اپنے لئے منتخب کیا جو خلق اور ہمت اور ہمدردی خلائق میں اُس کے مشابہ تھا۔ اور مجازی

طور پر اپنا نام احمد اور محمد اُس کو عطا کیا تا یہ سمجھا جائے کہ گویا اس کا ظہور بعینہٖ آنحضرت صلعم کا ظہور تھا۔''

لیکن صوفیاء نے اِسی مقام کو عینیت کا لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ بحرالعلوم مولوی عبدالعلی مثنوی مولانا رومؒ کے شعر ؎

گفت زیں سو بوئے یارے میرسد ☆ کاندریں وہ شہر یارے میرسد

کی شرح میں فرماتے ہیں:۔

''بایزید چوں قطبِ وقت بود عین رسول علیہ السلام بود۔ چراکہ قطب نبی باشد مگر برقلب محمد صلی اللہ علیہ وسلم و ہرکہ برقلب کسے بود عین آنکس است۔ وابو الحسن خرقانی کہ از رُوحِ بایزید قدس سرّہ تربیت یافتہ راکہ از رُوح، کاملے تربیت یافتہ۔ ودر ظاہر اوراندیدہ و بصحبت او نرسیدہ بود اویسی میگویند۔'' (مثنوی دفتر چہارم صفحہ ۱۵۰)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آنحضرتؐ کے بروزوں کا انکار نہیں کیا بلکہ آیت و اٰخرین منھم یلحقوبھم کے متعلق فرمایا ہے کہ اِس میں جس موعود بروز کی خبر تھی وہ مَیں ہوں۔ جسے مہدی اور مسیح کے نام سے پکارا گیا ہے۔ اِس قسم کا موعود اور کامل بروز پہلے کوئی نہیں گذرا۔

دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اولیاء وعلماء نے اِس بات کی تصریح کی ہے کہ امام مہدی صحابہؓ سے افضل ہوں گے جیسا کہ نواب صدیق حسن خان صاحب نے حجج الکرامہ صفحہ ۳۸۶ میں امام ابن سیرین کا قول مہدی کے بارہ میں نقل کیا ہے:۔

''قال یکون فی ھٰذہ الامۃ خلیفۃ خیر من ابی بکر و عمر قیل خیر منھا قال قد کادیفضل علیٰ بعض الانبیاء'' محمد ابن سیرین نے کہا ہے اس امت میں حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ سے بہتر خلیفہ ہوگا تو کسی نے کہا۔ کہ دونوں سے بہتر ہوگا؟ تو انہوں نے جواب دیا۔ بلکہ وہ تو بعض انبیاء سے بھی افضل ہوگا۔''

پھر اُسی صفحہ پر لکھا ہے:۔

''علی قاری در مشرب وردی گفتہ و دلالت میکند بر فضیلت او آنکہ رسول خدا۔صلعم اورا خلیفۃ اللہ نام کردہ و ابوبکر را خلیفۂ رسول گویند۔'' کہ حضرت مہدی کی حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ پر فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ اُن کا نام تو آنحضرتؐ نے نائب رسول رکھا اور مہدی کا نام نائبِ خدا۔

اور شرح فصوص الحکم میں تو یہاں تک لکھا ہے:-

''**المھدی الذی یجیٔ فی اٰخر الزمان فانه یکون فی الاحکام الشریعة تابعاً لمحمّد صلی الله علیه وسلم وفی المعارف والعلوم والحقیقة تکون جمیع الانبیاء و الاولیاء تابعین له کلھم ولا یناقض ماذکرنا ہ لان باطنهٗ باطن محمد ﷺ.**''

(شرح فصوص الحکم مطبعۃ الزاہر مصریہ صفحہ۵۲۔۵۳)

کہ مہدی جو آخر زمانہ میں تشریف لائیں گے وہ احکامِ شرعیہ میں آنحضرت ﷺ کے تابع ہوں گے۔اور معارف اور علوم اور حقیقت کے علم میں تمام انبیاء اور اولیاء اُس کے تابع ہیں کیونکہ اس کا باطن محمّد ﷺ کا باطن ہے۔

پس کیا اِن پر بھی کفر و ارتداد کا فتویٰ لگایا جائے گا؟ کہ امام مہدی کو انہوں نے صحابہؓ اور عشرہ مبشرہ وغیرہ سب سے افضل قرار دیا۔اس لئے بقول گواہ نمبر۲ اُن سب کی توہین اور نیز آنحضرت صلعم کی بھی توہین لازم آئے گی کہ وہ ۲۳ سال میں امام مہدی جیسا ایک شخص بھی نہ بنا سکے۔

بات یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا رُوحانی فیض جاری ہے اور آپؐ کی اتباع سے پیچھے آنے والوں کو بھی وہی نعمتیں عطا ہوتی ہیں جو پہلوں کو مِلیں بلکہ بعض وقت اس سے زیادہ۔جیسا کہ امام عبدالوہاب شعرانی نے لکھا ہے کہ

''**وقد یعطی الله تعالیٰ من جآء فی اٰخر الزمان ما حجبه عن اھل العصر الاوّل .**''اور کبھی اللہ تعالیٰ پچھلے زمانہ میں آنے والوں کو وہ علوم اور معارف عطا کرتا ہے جو پہلوں کو نہیں دیئے۔''

(طبقات شعرانی جلد۲ صفحہ۸۰)

اور خواجہ شمس تبریز تو یہاں تک لکھتے ہیں:۔

علیؓ وخالدؓ ورستم بگرد مَن نرسد ☆ بدست نفس مخنث چرا زبوں باشم

(دیوان شمس تبریز صفحہ ۲۲۴)

اِسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مَیں نے جو کچھ پایا وہ آنحضرت صلعم کی پیروی کی برکت سے پایا۔ اور مجھے کسی مرتبہ کی پروا نہیں صرف اعانتِ اسلام مدّ نظر ہے جیسا کہ فرماتے ہیں ؎

بروے یار کہ ہرگز نہ رتبتے خواہم

مگر اعانتِ اسلام مدعا باشد

(تریاق القلوب و درثمین صفحہ ۲۵۲)

تیسرا اعتراض

کہ آنحضرتؐ کو اپنے مقابل پر رکھ کر لکھا ہے۔

له خسف القمر المنير وان لی ☆ غساالقمر ان المشر قان أتنكر

(اعجاز احمدی صفحہ ۷۱)

کہ آنحضرتؐ کے لئے تو چاند خسوف کا نشان کہا اور اپنے لئے چاند اور سورج دونوں کا۔

جواب

مجھے تعجب ہے کہ گواہان نے آنحضرتؐ کی توہین کیوں قرار دیا کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے اگر چاند اور سورج کا گرہن نشان ہوا تو وہ اسی لئے کہ احادیث کی کتب میں سچے مہدی کی علامات میں سے قرار دیا گیا تھا۔ پس یہ نشان بھی آنحضرتؐ کی طرف منسوب ہوگا۔

چنانچہ آپ اسی شعر کے پہلے فرماتے ہیں۔

وانی ورثت المال مال محمد ☆فما انا اِلّا اله المتخير

اور میں محمد ﷺ کے مال کا وارث بنایا گیا ہوں۔ پس اس کی آل برگزیدہ ہوں۔ جس کو پہنچ گیا۔

پھر فرماتے ہیں:۔

فلا والذی خلق السماء لا جله☆له مثلنا ولد الیٰ یوم یحشر
دانا ورثنا مثل ولد متاعه ☆ فای ثبوت بعد ذالک یحفر

مجھے اُس کی قسم جس نے آسمان بنایا۔ ایسا نہیں کہ اُس کی اولاد نہ ہو بلکہ ہمارے نبی ﷺ کے لئے میری طرح اَور بھی بیٹے ہیں۔ اور قیامت تک ہوں گے اور ہم نے اولاد کی طرح وراثت پائی۔ پس اِس سے بڑھ کر اور کون سا ثبوت ہے جو پیش کیا جائے۔

اِس سے اگلے شعر میں چاند اور سورج کے گرہن کا ذکر فرماتے ہیں جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ نشان بھی آپ کو آنحضرت ﷺ کی اتباع سے ورثہ میں مِلا ہے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ مَیں تو رسول اللہ ﷺ کی ظلّ ہوں۔

وانی لظل ان یخالف اصله ☆فما فیه وجهی یلوح و یزهر

کہ سایہ کیونکر اپنے اصل سے مخالف ہوسکتا ہے۔ پس وہ روشنی جو اس میں ہے وہ مجھ میں چمک رہی ہے۔ پس جو آپ کے لئے نشان ظاہر ہوتے ہیں وہ آنحضرت ﷺ کی ہے برکت سے ہیں۔ پس اگر روایتوں میں یہ خبر نہ ہوتی کہ چاند اور سورج کا گرہن مہدیٔ موعود کی صداقت کی دلیل ہوگا تو وہ نشان کیونکر ہوسکتا تھا۔ پس اِس امر میں کوئی بات توہین کی موجود نہیں ہے۔

چوتھا اعتراض

کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنے آپ کو افضل قرار دے کر آنحضرت ﷺ کی توہین کی ہے۔ کیونکہ اپنے معجزات کو آنحضرت صلعم کے معجزات سے بڑھ کر بیان کیا ہے۔ چنانچہ ’’تحفۂ گولڑویہ‘‘ صفحہ ۴۰ میں آنحضرت صلعم کے معجزات کو تین ہزار اور براہین احمدیہ حصّہ پنجم صفحہ ۵۶ میں اپنے معجزات کو دس لاکھ اور حقیقۃ الوحی میں تین لاکھ بتایا ہے۔

جواب

اِس کا جواب یہ ہے کہ ’’تحفۂ گولڑویہ‘‘ میں جہاں آپ نے آنحضرت ﷺ کے تین ہزار معجزات بتائے ہیں وہاں اپنی پیشگوئیاں سو کے قریب لکھی ہیں۔ اور آپ کے دس لاکھ تو ایسے نشانات بتائے ہیں کہ اگر ویسے نشانات آنحضرت ﷺ کے شمار کئے جائیں تو دس ارب سے بھی زیادہ ہوں۔ کیونکہ آپ نے براہین احمدیہ حصّہ پنجم میں ہی ان نشانوں کی تفصیل بیان کر دی ہے جو یہ ہے:-

’’یہ سات قسم کے نشان ہیں جن میں سے ہر ایک نشان ہزار ہا نشانوں کا جامع ہے۔ مثلاً یہ پیشگوئی کہ ’’یاتیک من کلّ فجٍ عمیق‘‘ جس کے یہ معنے ہیں کہ ہر ایک جگہ سے اور دُور دراز ملکوں سے نقد اور جنس کی امداد آئے گی اور خطوط بھی آئیں گے۔ اب اس صورت میں ہر ایک جگہ سے جواب تک کوئی روپیہ آتا ہے یا پارچات اور دوسرے ہدیئے آتے ہیں یہ سب بجائے خود ایک نشان ہیں۔ کیونکہ ایسے وقت میں اِن باتوں کی خبر دی گئی تھی جبکہ انسانی عقل اِس کثرتِ مدد کو دُور قیاس و محال سمجھتی تھی۔ الی آخرہ۔‘‘ (براہین احمدیہ حصّہ پنجم صفحہ ۵۸)

اِسی طرح حقیقۃ الوحی میں نشانات کی یہ تفصیل فرماتے ہیں:-

’’بعض نشان اس قسم کے ہیں جن میں خدا تعالیٰ نے ہر ایک محل پر اپنے وعدہ کے موافق مجھ کو دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھا اور بعض نشان اس قسم کے ہیں جن میں ہر محل پر اپنے وعدہ کے موافق میری ضرورتیں اور حاجتیں اُس نے پوری کیں۔ بعض نشان اِس قسم کے ہیں جو مجھ پر مقدمات دائر کرنے والوں پر اُس نے اپنی پیشگوئیوں کے مطابق مجھ کو فتح دی۔ اور بعض نشان اس قسم کے ہیں جو میری مدّت بعثت سے پیدا ہوتے ہیں۔ کیونکہ جب سے دُنیا پیدا ہوئی یہ مدت دراز کسی کو نصیب نہیں ہوئی۔ اور بعض نشان زمانہ کی حالت دیکھنے سے پیدا ہوتے ہیں۔ یعنی یہ کہ زمانہ کسی

امام کے پیدا ہونے کی ضرورت کو تسلیم کرتا ہے۔ اور بعض نشان اس قسم کے ہیں جن میں دوستوں کے حق میں میری دُعائیں منظور ہوئیں۔
اور بعض نشان اس قسم کے ہیں جو شریر دُشمنوں پر میری بددُعا کا اثر ہوا اور بعض نشان اس قسم کے ہیں جو میری دُعا سے بعض خطرناک بیماروں نے شفا پائی۔ اور ان کی شفا کی پہلے خبر دی گئی۔ اور بعض نشان اس قسم کے ہیں جو میرے لئے اور میری تصدیق کے لئے عام طور پر خدا نے حوادثِ ارضی یا سماوی ظاہر کئے۔ اور بعض نشان اس قسم کے ہیں جو میری تصدیق کیلئے بڑے بڑے ممتاز لوگوں کو جو مشاہیرِ فقراء میں سے تھے خوابیں آئیں اور آنحضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ جیسے سجادہ نشین صاحب العلم سندھ جن کے مُرید ایک لاکھ کے قریب تھے۔ اور جیسے خواجہ غلام فرید صاحب چاچڑاں والے۔ اور بعض نشان اس قسم کے ہیں کہ ہزار ہا انسانوں نے محض اس وجہ سے میری بیعت کی کہ خواب میں ان کو بتایا گیا کہ یہ شخص سچا ہے اور خدا کی طرف سے ہے اور بعض نے اس وجہ سے بیعت کی کہ آنحضرت صلعم کو خواب میں دیکھا اور آپ نے فرمایا کہ دنیا ختم ہونے کو ہے اور یہ خدا کا آخری خلیفہ اور مسیح موعود ہے۔''

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۷۔۶۸)

پس یہ صریح مغالطہ دہی ہے کہ نشان اور معجزہ کو ایک قرار دے کر حضرت مسیح موعودؑ پر یہ بہتان لگایا جائے کہ انہوں نے اپنے آپ کو آنحضرتؐ پر فضیلت دی ہے۔ اور آپ نے جو تین ہزار معجزات لکھے ہیں تو وہ فریق مخالف کے مسلّمہ قول کے مطابق ہیں۔ کیونکہ بعض نے تو آپ کا ایک ہزار معجزہ قرار دیا ہے۔ جیسا کہ سید عبدالقادر رحمتہ اللہ غنیۃ الطالبین جلد ا صفحہ ۶۶ میں فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کو وہ معجزات دیئے گئے جو پہلے انبیاء کو عطا ہوئے اور اُن سے زائد بھی '' **وقد عدّ ھا بعض اھل العلم الف معجزۃ** '' اور علماء نے ان معجزات کو ایک ہزار تک شمار کیا ہے۔ اور بعض نے دو ہزار لکھے ہیں۔ چنانچہ مولوی آل حسن صاحب اپنی کتاب استفسار میں فرماتے ہیں۔'' حضور سرور کائنات ﷺ کے معجزات اسی

طرح یعنی باسناد صحیحہ متصلہ تخمیناً دو ہزار ثابت ہیں۔'' (استفسار بر حاشیہ ازالہ اوہام صفحہ ۱۳۵)

اور بعض نے بارہ سو اور بعض نے تین ہزار معجزات لکھے ہیں۔ جیسا کہ فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۴۲۵ میں لکھا ہے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اپنا عقیدہ آنحضرت ﷺ کے معجزات کے متعلق یہ ہے:-

''اسلام تو آسمانی نشانوں کا سمندر ہے۔ کسی نبی سے اِس قدر معجزات ظاہر نہیں ہوئے جس قدر ہمارے نبی ﷺ سے۔ کیونکہ پہلے نبیوں کے معجزات اُن کے ساتھ ہی مر گئے۔ مگر ہمارے نبی ﷺ کے معجزات اب تک ظہور میں آ رہے ہیں۔ اور قیامت تک ظاہر ہوتے رہیں گے۔ اور جو کچھ میری تائید میں ظاہر ہوتا ہے دراصل وہ سب آنحضرت ﷺ کے معجزات ہیں۔'' (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۵)

اِسی طرح ''تریاق القلوب'' ایڈیشن اول صفحہ ۶ میں فرماتے ہیں:-

''مَیں اُس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کا نام لے کر جھوٹ بولنا سخت بدذاتی ہے کہ خدا نے مجھے میرے بزرگ واجب الاطاعت سیّدنا محمد ﷺ کی روحانی دائمی زندگی اور پورے جلال اور کمال کا یہ ثبوت دیا ہے کہ مَیں نے اُس کی پیروی سے اور اُس کی محبت سے آسمانی نشانوں کو اپنے اُوپر اُترتے ہوئے اور دل کو یقین کے نُور سے آسمانی نشانوں کو اپنے اوپر اُترتے ہوئے اور دل کو یقین کے نُور سے پُر ہوتے ہوئے پایا۔....... اے تمام وہ انسانی رُوحو! جو مشرق اور مغرب میں آباد ہو! مَیں پورے زور کے ساتھ آپ کو اِس طرف دعوت کرتا ہوں کہ اب زمین پر سچّا مذہب صرف اسلام ہے۔ اور سچّا خدا بھی وہی خدا ہے جو قرآن نے بیان کیا۔ اور ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبی اور جلال اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفٰے ﷺ ہے جس کی رُوحانی زندگی اور پاک جلال کا ہمیں یہ ثبوت ملا ہے کہ اُس کی پیروی اور محبت سے ہم رُوح القدس اور خدا کے مکالمہ اور آسمانی نشانوں کے انعام پاتے ہیں۔''

مذکورہ بالا عبارت سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کو آنحضرت ﷺ کی اہانت اور حضور پر اپنی افضلیت کا الزام دینا سراسر بہتان اور افتراء ہے۔

(۳) حضرت یُوسف و آدم علیہم السّلام

گواہوں نے براہین احمدیہ حصّہ پنجم کی عبارت سے کہ ''اِس امت کا یوسف یعنی یہ عاجز اسرائیلی یوسف سے بڑھ کر ہے۔'' یہ غلط نتیجہ نکالا ہے کہ آپ نے نعوذ باللہ حضرت یوسف علیہ السلام کی توہین کی ہے حالانکہ آپ نے جو وجہ فضیلت بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ

''یوسف علیہ السلام نے یہ دُعا کی تھی کہ اے میرے رب! مجھے قید بہتر ہے اُس چیز سے جس کی طرف یہ عورتیں مجھے بُلاتی ہیں۔ اور یہی کلمہ آج سے پچیس برس پہلے اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی الہام کیا۔ لیکن یوسفؑ تو اِس دُعا کی وجہ سے قید ہو گئے اور مجھے اللہ تعالیٰ نے قید ہونے سے بچا لیا۔ کیونکہ براہین احمدیہ صفحہ ۵۱۰ میں میری نسبت خدا تعالیٰ نے یہ خبر دی تھی کہ **یعصمک اللہ من عندہ وان لم یعصمک الناس**۔ یعنی خدا تعالیٰ تجھے خود بچا لے گا اگر چہ لوگ تیرے پھنسانے پر آمادہ ہوں۔ سو ایسا ہی ہوا کہ مسمی کرم دین کے فوجداری مقدمہ میں ایک ہندو مجسٹریٹ کا ارادہ تھا کہ مجھے قید کی سزا دے مگر خدا تعالیٰ نے غیبی سامان سے اس کے دل کو اس ارادہ سے روک دیا اور یہ بھی ظاہر کیا کہ وہ آخر کار سزا دینے کے ارادہ میں قطعاً ناکام رہے گا۔'' (براہین احمدیہ حصّہ پنجم صفحہ ۷۶)

پھر صفحہ ۸۹ میں آپ نے اصولی طور پر تمام ایسے الہامات کے متعلق لکھا ہے:-

''ہر ایک گذشتہ نبی کی عادت اور خاصیت اور واقعات میں سے کچھ مجھ میں ہے۔ اور جو کچھ خدا تعالیٰ نے گذشتہ نبیوں کے ساتھ رنگا رنگ طریقوں میں نصرت اور تائید کے معاملات کئے ہیں ان معاملات کی نظیر بھی ساتھ ظاہر کی گئی ہے۔''

پس ایک نبی کا دوسرے نبی پر کسی وجہ سے جزئی فضیلت رکھنا دوسرے نبی کی توہین

نہیں ہے بلکہ اکابر اُمت نے تو یہاں تک تسلیم کیا ہے کہ جزئی فضیلت تو ولی کو بھی نبی پر ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہ علم نہیں دیا گیا تھا جو خدا تعالیٰ نے اُس عبد صالح کو عطا کیا تھا۔ چنانچہ اس علم کے سیکھنے کے لئے حضرت موسیٰؑ کو جو نبی تھے اُس کی اتباع کرنی پڑی۔ پس یہ جزئی فضیلت حضرت موسیٰؑ کی توہین کا موجب نہیں تھی۔

(۲) چنانچہ ہدیہ مجدّدہ صفحہ ۶۵ بحوالہ بدائع لکھا ہے:-

"یجوز فضل الجزئی للولی علی النّبی۔ کہ جزئی فضیلت ولی کو نبی پر ہو سکتی ہے۔"

پھر صفحہ ۶۸ میں مجدد الف ثانی کا قول لکھا ہے:-

"وایں قسم فضل ولی بر نبی جائز داشتہ اند کہ جزئی است کہ مجال معارضہ بکلی ندارد۔"

(۳) اور آنے والے مہدی کے متعلق پہلے ابن سیرین کا قول درج کیا جا چکا ہے وہ قریب ہے کہ بعض انبیاء سے بھی افضل ہو

(۴) قلائد الجواہر فی مناقب الشیخ عبدالقادر صفحہ ۱۶ مصری میں ایک واقعہ لکھا ہے جس سے شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی حضرت موسیٰؑ پر فضیلت نکلتی ہے کہ خضر علیہ السلام دوسرے اولیاء کی طرح میرا امتحان لینے کے لئے آئے۔ تو کہتے ہیں کہ مَیں نے مقابلہ کی آمادگی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ **یا خضر ان کنت قلت لموسیٰ انک لن تستطیع معی صبرا فانک لن تستطیع معی صبرا. یا خضر ان کنت اسرائیلیا فانک اسرائیلی وانا محمدی. نھا انا وانت و ھٰذہٖ الکرۃ و ھٰذاالمیدان** ۔ اس عبارت میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے محمدی ہونے کی وجہ سے اس شخص سے مقابلہ کی آمادگی ظاہر کی جس کی شاگردی کا موسیٰؑ کو خدا نے حکم دیا تھا اور جس نے موسیٰؑ سے کہا تھا کہ تُو میرے ساتھ صبر کی طاقت نہیں رکھتا۔ لیکن حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ مَیں نے اس سے کہا **انک لن تستطیع معی صبرا** تو کیا بوجہ اس فضل و رحمت کے جس کا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے خضر کے مقابلہ میں دعویٰ کیا اُن پر کفر کا فتویٰ دیا جائے گا؟

پس جبکہ اولیاء امت اس امر کو مانتے چلے آئے ہیں کہ ایک ولی کو بھی نبی پر فضیلت ہو سکتی ہے اور اس سے نبی کی توہین نہیں ہوتی تو اگر مسیح موعود اور مہدی معہود کے منصب پر آنے والے کو کسی نبی پر ایسی فضیلت ہو تو اس سے کیوں توہین لازم آئے گی؟

اسی طرح گوہوں نے آدم علیہ السلام کی توہین کا خطبۂ الہامیہ کی عبارت سے جو غلط نتیجہ نکال کا الزام لگایا ہے وہ بھی اسی قبیل سے ہے۔ آپ نے اگر یہ ذکر کیا ہے کہ شیطان اس لڑائی میں جو حضرت آدمؑ سے ہوئی غالب آیا اور اُس نے حضرت آدمؑ کو اپنی دشمنی کی وجہ سے جنت سے نکلوا دیا جس کی وجہ سے آپ کو انواع واقسام کی تکالیف و مصائب برداشت کرنی پڑیں تو اس میں کوئی امر موجب توہین نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا ذکر تو خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ **فازلھما الشیطٰن عنھا فاخرجھما مما کانا فیه قلنا اھبطوا بعضکم لبعض عدو** (بقرہ ع۴) پس شیطان نے ان کو وہاں سے (یعنی جنت سے) اکھاڑ دیا۔ اور جس آرام میں وہ تھے اس سے اُن کو نکلوا چھوڑا۔ اور ہم نے حکم دیا کہ سب یہاں سے چلے جاؤ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو۔

اِسی طرح فرمایا۔ ہم نے آدمؑ سے کہا ان **ھٰذا عدو لک و لذوجک فلا یخرجنّکما من الجنة فتشقیٰ.** (طٰہٰ ع ۷) کہ یہ ابلیس تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے ایسا نہ ہو کہ تم کو بہشت سے نکلوا دے پس تُو دُکھی ہو جائے اور تمہاری شامت آ جائے۔ پھر فرمایا کہ شیطان نے آدم علیہ السلام کو پھسلایا اور آخر **وعُصیٰ اٰدم ربه فغویٰ**۔ آدم نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی اور تنگی میں پڑ گئے۔

پس اِسی مقابلہ کی طرف آپ نے خطبہ الہامیہ میں اشارہ فرمایا ہے اور پھر لکھا ہے۔ "**وان الحرب سجال وللا تقیاء مااٰل عند الرحمٰن.**" کہ لڑائی ڈول کی طرح ہے۔ کبھی ایک فتح پاتا ہے کبھی دوسرا۔ لیکن انجام کار غلبہ متقیوں کے لئے ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ شیطان کو ہزیمت دینے کے لئے اللہ تعالےٰ نے مسیح موعود کو پیدا کیا تا کہ شیطان کو شکست دینے کا وعدہ جو قرآن میں تھا وہ پورا ہو۔ یعنی شیطان کی کامل شکست کا ظہور مسیح موعود کی بعثت کا زمانہ تھا۔ چونکہ شیطان کوئی جسمانی وجود نہیں ہے جس سے مقابلہ کیا جائے بلکہ وہ اپنی قوت کا اظہار ان انسانوں کے ذریعہ سے کرتا ہے جو اُس کے رنگ میں رنگین ہوتے

ہیں۔ چنانچہ شیطان کا کامل مظہر دجّال ہے جس کے لئے مقدّر تھا کہ وہ مسیح موعود کے ہاتھ سے قتل ہو۔ چنانچہ آپ نے فرمایا ہے:-

''اور جیسا کہ آدم نحاش کے ساتھ آزمایا گیا۔ جس کو عربی میں خناس کہتے ہیں جس کا دوسرا نام دجال ہے۔ ایسا ہی اس آخری آدم کے مقابل پر نحاش پیدا کیا گیا۔ تا وہ زن مزاج لوگوں کو حیات ابدی کی طمع دے۔ جیسا کہ حوا کو اس سانپ نے دی تھی جس کا نام تورات میں نحاش اور قرآن میں خناس ہے۔ لیکن اب کی دفعہ مقدر کیا گیا ہے کہ یہ آدم اس نحاش پر غالب آئے گا۔'' (تحفہ گولڑویہ طبع اول صفحہ ۱۰۶)

اور پھر صفحہ ۱۰۷ میں فرماتے ہیں؛

''قرآن شریف میں یہ لطیف اشارہ ہے کہ اس نے سورہ فاتحہ کو الضآلین پر ختم کیا۔ اور قرآن کو خناس پر۔ تا دانشمند انسان سمجھ سکے کہ حقیقت اور روحانیت میں یہ دونوں نام ایک ہی ہیں۔''

اور دجال کے متعلق آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ آدم کی پیدائش سے لے کر قیامت تک کوئی امر دجّال سے بڑھ کر نہ ہوگا۔

پھر فرمایا کہ نوحؑ سے لے کر جتنے انبیاء آئے وہ دجال کے فتنہ سے ڈراتے رہے۔ اور گواہان فریق ثانی کو یہ مسلم ہے کہ دجال کا قاتل مسیح موعود ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شیطان کے قتل سے مراد دجال کا قتل ہی لیا ہے۔

اور قرآن مجید میں دین اسلام کے تمام ادیان پر غالب آنے کی جو پیشگوئی ہے وہ حضرت مسیح موعود اور مہدی کے وقت پوری ہونی تھی جیسا کہ مولانا اسمٰعیل شہید اس آیت کے متعلق فرماتے ہیں؛

''و ظاہر است کہ ابتدائے ظہور دین در زمانِ پیغمبر ﷺ بوقوع آمدہ و اتمامِ آں از دست حضرت مہدی واقع خواہد گردید۔'' یعنی ظاہر ہے کہ دین کی ابتداء حضرت رسول مقبول ﷺ سے ہوئی۔ لیکن اس کا اتمام مہدی کے ہاتھ پر ہوگا۔

پھر قل یا ایھا الناس انی رسول اللّٰہ الیکم جمیعًا کے ماتحت لکھتے ہیں؛

''وظاہر است کہ تبلیغ رسالت بہ نسبت جمیع ناس از آنجناب متحقق نگشتہ بلکہ امر دعوت از آنجناب شروع گرویدہ یومًا فیومًا بواسطہ خلفاء راشدین وائمہ مہدیین رو بہ تزاید کشید تا اینکہ بواسطہ امام مہدی باتمام خواہد رسید۔'' کہ آنحضرت ﷺ کی رسالت کی تبلیغ حضور کے زمانہ میں تمام لوگوں کو نہیں پہنچی۔ اب امام مہدی کے ذریعہ اس کی تکمیل ہوگی۔ (منصب امامت صفحہ ۵۶)

پس جب دلائل کی رو سے شیطانی حجتیں کٹ جائیں گی اور اسلام چاروں طرف پھیل جائے گا اور حسب فرمانِ نبویؐ کہ مسیح موعود کے زمانہ میں تمام مِلل ہلاک ہو جائیں گی اور ہر طرف اسلام کا جھنڈا ہی لہرائے گا تو وہ شیطان کا قتل ہے۔ چنانچہ قرآن مجید کی آیت بھی اسی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ شیطان کو ایک وقتِ معلوم تک مہلت دی گئی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ ''قال فانک من المنظرین الی یوم الوقت المعلوم''

(سورۂ ص ع ۵)

حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی کتاب خطبہ الہامیہ اور تحفۂ گولڑویہ میں اِس بات پر مفصّل بحث کی ہے اور نہایت دقیق اجتہادات اور استنباطات سے اِس وعدہ کا قرآن مجید میں پایا جانا ثابت کیا ہے۔ مگر علماءِ ظواہر ان دقیق مسائل کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ اور ان کے متعلق پہلے سے حضرت مجدّد الف ثانیؒ مکتوبات میں فرما چکے ہیں کہ وہ مسیح کے اجتہادات کو جو نہایت باریک اور دقیق الماخذ ہوں گے نہ سمجھنے کی وجہ سے کتاب اور سُنت کے خلاف جائیں گے۔

(۴) حضرت عیسیٰ علیہ السلام

گواہانِ فریق مخالف نے اپنے بیان میں حضرت مسیح موعودؑ کو یہ بھی الزام دیا ہے کہ آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کی ہے۔ اور مندرجہ ذیل امور اپنے دعویٰ کے اثبات کے لئے پیش کئے ہیں:۔

امر اوّل

کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے آپ کو حضرت مسیح علیہ السلام سے افضل قرار دیا ہے جو حضرت مسیحؑ کی توہین کو مستلزم ہے۔ کیونکہ انہوں نے اپنی فضیلت بیان کرتے ہوئے **ولا فخر** نہیں کہا۔ حالانکہ آنحضرت صلعم **ولا فخر** کہتے۔ اور ایسے طریق پر اپنی فضیلت کا اظہار کرتے جس سے فوق متصور نہ ہوتا۔

جواب

حضرت مسیح موعودؑ نے جو کچھ اپنی فضیلت کے متعلق حسب وحیِ الٰہی تحریر فرمایا ہے۔ وہ کوئی موجبِ توہین نہیں ہے۔ اور اگر تحدیثِ نعمت کے طور پر اپنی فضیلت کا اظہار کرنا توہین ہے تو نعوذ باللہ آنحضرت ﷺ پر بھی یہ الزام آئے گا کہ آپ نے حضرت موسیٰؑ کی توہین کی ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک دفعہ تورات کا ایک نسخہ آنحضرت ﷺ کے پاس لائے اور کہا حضور یہ تورات ہے۔ آپ سُن کر خاموش رہے۔ حضرت عمرؓ اُسے پڑھنے لگے۔ تو رسول اللہ ﷺ کا چہرۂ انور متغیّر ہونے لگا۔ اِس پر ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کو توجہ دلائی۔ اور کہا کیا تم رسول اللہ ﷺ کے چہرہ کی طرف نہیں دیکھتے۔ (حضور کو تمہارا تورات پڑھنا ناگوار گذر رہا ہے) حضرت عمرؓ نے کہا۔ **رضیت باللہ ربّاً و بالاسلام دیناً و بمحمّد نبیّاً**۔ اِس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اُس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے **لوبدالکم موسیٰ فاتبعتموہ و ترکتمونی لضللتم عن سواء السبیل ولو کان حیاً وادرک نبوتی لا تبعنی**۔ یعنی موسیٰؑ اگر اِس وقت ظاہر ہوتے اور تم مجھے چھوڑ کر اُن کی پیروی کرتے تو تم سیدھے راستے سے ضرور گمراہ ہو جاتے۔ اور اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو ضرور میری پیروی کرتے۔ اور دوسری روایت میں ہے **لو کان موسیٰ حیّاً لما وسعہ الااتباعی** کہ اگر موسیٰؑ زندہ ہوتے تو انہیں میری پیروی کے وسوا چارہ نہ تھا۔ بعض احادیث میں موسیٰ اور عیسیٰ دونوں کا لفظ آیا ہے۔ اب یہاں رسول اللہ صلعم نے صریح طور پر اپنی فضیلت کا اظہار فرمایا ہے اور **ولا فخر** ارشاد نہیں فرمایا۔ اور گواہ نمبر۳ نے جرح کے جواب میں اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ یہ توہین نہیں ہے۔

پس اِسی طرح آپ کے خلیفہ مسیح موعود کا اپنے مثیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اپنی فضیلت کا جوان کو بوجہ آنحضرت صلعم کے خلیفہ ہونے کے حاصل ہے اظہار کرنا ہرگز بموجب توہین نہیں۔

نیز آپ نے صاف تحریر فرمایا ہے کہ مجھے جو فضیلت حاصل ہے وہ تحدیث بالنعمۃ کے طور پر بیان کرتا ہوں۔ جیسا کہ فرماتے ہیں:۔

''یاد رہے کہ اس بات کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ مجھے ان باتوں سے نہ کوئی خوشی نہ کچھ غرض کی مَیں مسیح موعود کہلاؤں یا مسیح ابن مریم سے اپنے تئیں بہتر ٹھہراؤں۔ خدا نے میرے ضمیر کی اپنی اسی پاک وحی میں آپ ہی خبر دی ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے . **قل اجود نفسی من ضروب الخطاب**۔ یعنی ان کو کہہ دے کہ میرا تو یہ حال ہے کہ مَیں کسی خطاب کو اپنے لئے نہیں چاہتا۔ یعنی میرا مقصد اور میری مراد ان خیالات سے برتر ہے۔ اور کوئی خطاب دینا یہ خدا کا فعل ہے۔ میرا اس میں دخل نہیں۔''

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۸)

پھر صفحہ ۱۵۳ میں فرماتے ہیں:۔

''خلاصہ کلام یہ کہ چونکہ مَیں ایک ایسے نبی کا تابع ہوں جو انسانیت کے تمام کمالات کا جامع تھا اور اُس کی شریعت اکمل اور اتم تھی۔ اور تمام دنیا کی اصلاح کے لئے تھی۔ اِس لئے مجھے وہ قوتیں عنایت کی گئیں جو تمام دنیا کی اصلاح کے لئے ضروری تھیں۔ تو پھر اِس میں کیا شک ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو وہ فطرتی طاقتیں نہیں دی گئیں جو مجھے دی گئیں۔ کیونکہ وہ ایک خاص قوم کے لئے آئے تھے اور اگر وہ میری جگہ ہوتے تو اپنی اس فطرت کی وجہ سے وہ کام انجام نہ دے سکتے جو خدا کی عنایت نے مجھے انجام دینے کی قوت دی۔ **وھٰذا تحدیث نعمة الله ولا فخر**۔ جیسا کہ ظاہر ہے کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام ہمارے نبی ﷺ کی جگہ آتے تو اس کام کو سر انجام نہ دے سکتے۔ اور اگر قرآن شریف کی

جگہ تورات نازل ہوتی تو اس کام کو ہرگز انجام نہ دے سکتی جو قرآن شریف نے دیا۔ انسانی مراتب پردۂ غیب میں ہیں۔ اس بات میں بگڑنا اور مُنہ بنانا اچھا نہیں۔ کیا جس قادرِ مطلق نے حضرت عیسٰے علیہ السلام کو پیدا کیا۔ وہ ایسا ہی ایک اور انسان یا اس سے بہتر پیدا نہیں کرسکتا؟ اگر قرآن شریف کی کسی آیت سے ثابت ہوتا ہے تو وہ آیت پیش کرنی چاہیئے سخت مردود وہ شخص ہوگا جو قرآنی آیت سے انکار کرے ورنہ مَیں اس پاک وحی کے مخالف کیونکر خلافِ واقعہ کہہ سکتا ہوں۔ جو قریباً تیئیس برس سے مجھ کو تسلّی دے رہی ہے۔''

پھر صفحہ ۵۰ میں فرماتے ہیں:۔

''مسیح ابن مریم آخری خلیفہ موسیٰ علیہ السلام کا ہے اور مَیں آخری خلیفہ اُس نبیؐ کا ہوں۔ اِس لئے خدا نے چاہا کہ مجھے اس سے کم نہ رکھے۔''

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مسیح علیہ السلام پر جو فضیلت حاصل ہوئی تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع اور امّتی ہونے کی وجہ سے ہے۔ اور علماء خود مانتے چلے آئے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ نے بھی یہ خواہش کی تھی کہ **اللھم اجعلنی من امة محمد صلی اللہ علیہ وسلم** (بحر المعانی مصنّفہ حضرت سید محمد بن نصیر الدین جعفری الملکی الحسینی صفحہ ۱۶) کہ اے اللہ! مجھے امّت محمدیہؐ سے کیجیئو۔ پس یہ تمنّا کیوں تھی! وہ اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے ایسے ایسے کمالات ملتے ہیں جو امم سابقہ میں نہیں پائے گئے اِسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

ہم ہوئے خیر امم تجھ سے ہی اے خیرِ رُسل
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

چنانچہ مولانا رومؒ مثنوی میں فرماتے ہیں ؎

عیسیم لیکن ہر آنکو یافت جاں ۔۔۔ از دم من او بماند جاوداں
شد ز عیسیٰ زندہ لیکن باز مُرد ۔۔۔ شاد آنکو جاں بدیں عیسیٰ سپرد

یعنی میں وہ عیسیٰ ہوں جس نے مجھ سے زندگی پائی وہ ہمیشہ زندہ رہے گا۔ اور

حضرت عیسیٰؑ کے ہاتھ پر جو مُردے زندہ ہوئے۔ وہ پھر مر گئے۔ مگر خوش ہو وہ شخص جس نے اپنے آپ کو اس عیسیٰ کے سپرد کیا۔ (مثنوی چہارم صفحہ ۸۸)

اسی طرح حضرت شمس تبریز اپنے دیوان میں فرماتے ہیں ؎

آنچہ از عیسیٰ و مریم فوت شد
گر مرا باور کنی آں ہم شدم

(دیوان شمس تبریز صفحہ ۲۱۲)

یعنی جو مرتبہ عیسیٰؑ اور مریم نہیں پا سکے وہ مجھے حاصل ہو گیا۔ اگر مسئلہ فضیلت انبیاء موجبِ توہین ہوتا تو پھر کسی رسول کو بھی دوسرے رسول پر فضیلت نہ ہوتی۔ لیکن جیسا کہ مَیں ذکر کر چکا ہوں آنحضرت ﷺ نے حضرت موسیٰؑ پر اور باقی تمام انبیاء پر اپنی فضیلت کا اظہار کیا۔

پھر گواہ نمبر ۳ کے اُستاد شیخ محمود الحسن صاحب نے مولوی رشید احمد گنگوہی کا جو مرثیہ لکھا ہے۔ اُس میں ایسے اشعار بھی ہیں جن سے مسیح علیہ السلام کی توہین لازم آتی ہے اور وہ یہ ہیں:-

(۱) زباں پہ اہل اھواء کی ہے کیوں اعل ھبل شاید
اُٹھا عالم سے کوئی بانیٔ اسلام کا ثانی

(مرثیہ صفحہ ۶)

اِس شعر میں رشید گنگوہی کو آنحضرت صلعم کا ثانی قرار دیا گیا ہے

(۲) مسیحائے زماں پہنچا فلک پر چھوڑ کر سب کو
چھُپا چاہ لحد میں وائے قسمت ماہِ کنعانی

(مرثیہ صفحہ ۸)

(۳) قبولیت اسے کہتے ہیں مقبول ایسے ہوتے ہیں
عبید سود کا اُن کے لقب ہے ماہِ کنعانی

(مرثیہ صفحہ ۱۱)

اِن دو شعروں میں مولوی رشید احمد گنگوہی کی ایسے رنگ میں تعریف کی گئی ہے جس سے حضرت یوسف علیہ السلام کا استخفاف ہوتا ہے۔

(۴) پھریں تھے کعبہ میں بھی پوچھتے گنگوہ کا رستہ
جو رکھتے اپنے سینوں میں تھے ذوق وشوق عرفانی

گویا کعبہ میں جو بیت اللہ ہے وہ عرفانِ الٰہی لوگوں کو حاصل نہ ہوسکتا تھا جو گنگوہ میں حاصل ہوسکتا تھا۔

(۵) تمہاری تربتِ انور کو دیکر طُور سے تشبیہ
کہوں ہوں بار بار اَرنی مری دیکھی بھی نادانی

اِس میں گنگوہی کی قبر کو طُور سے تشبیہ دی ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تجلّی فرمائی تھی۔

پھر حضرت مسیح علیہ السلام پر گنگوہی کو اس طرح فضیلت دیتے ہیں ؎

مُردوں کو زندہ کیا زندوں کو نہ مرنے دیا
اِس مسیحائی کو دیکھیں ذرا ابنِ مریم

مگر یہ اشعار انبیاء کی توہین کا موجب گواہوں کے نزدیک نہیں ہیں۔

دوسرا امر

دوسری بات جو انہوں نے موجب توہین قرار دی ہے۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مندرجہ ذیل شعر ہے ؎

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم ☆ عیسیٰ کجاست تا بنہند پا بمنبرم

حالانکہ اس شعر کا تو صرف یہ مطلب ہے کہ مَیں رسول اللہ ﷺ کی بشارات کے مطابق آیا ہوں تو اب عیسیٰ علیہ السلام کیونکر امتِ محمدیہؐ میں آسکتے ہیں۔ اور اگلے شعر میں اُن کے نہ آنے کی یہ وجہ بیان کی ہے: ؎

آں را کہ حق بجنّت خلدش مقام داد
چوں بر خلافِ وعدہ بروں آرد از اِرم

کہ انہیں تو اللہ تعالیٰ نے جنت میں جگہ دی ہے۔ تو وہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ **و ماھم منھا بمخرجین** کہ جنّت سے کوئی نہیں نکالا جائے گا کیونکر دنیا میں پھر آ سکتے ہیں۔

پھر اس سے اگلے شعر میں اپنے مسیح ہونے کی وجہ بیان فرماتے ہیں ؎

چوں کافراز ستم پرستد مسیح را　　غیوریٔ خدا بسرش کرد ہمسرم

رَو یک نظر بجانب فرقاں زغور کن　　تا بر منکشف شود ایں راز مضمرم

(ازالہ اوہام تقطیع خورد صفحہ ۱۵۶)

اِسی طرح دوسرا شعر جو اس ضمن میں گواہوں نے موجبِ توہین سمجھا ہے یہ ہے ؎

ابنِ مریم کے ذکر کو چھوڑو　　اِس سے بہتر غلامِ احمدؐ ہے

حالانکہ اِس میں بھی وہی مضمون ادا کیا گیا ہے کہ تم امّتِ محمدیہ کی اصلاح کے لئے مسیح اسرائیلی کے انتظار میں آسمان کی طرف آنکھیں لگائے بیٹھے ہو جس کے یہ معنے ہیں کہ تمہیں ایک نبی کی ضرورت ہے۔ لیکن امّتِ محمدیہ کو اس نعمت سے محروم خیال کر کے مسیح موسوی کی راہ تک رہے ہو اور یہ نہیں سمجھتے کہ اس میں آنحضرت ﷺ کے خاتم الانبیاء اور آپ کی اُمت کے خیر الامم ہونے پر دھبہ لگتا ہے۔ پس اس لئے ابن مریم کے ذکر کو کہ وہ آسمان سے آئیں گے چھوڑ دو۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کے ایک غلام نے اس مرتبہ کو پایا ہے جو اس سے بہتر ہے۔ چنانچہ ان شعروں سے پہلے فرمایا ہے:-

''عیسائیوں نے شور مچا رکھا تھا کہ مسیح بھی اپنے قرب اور وجاہت کی رُو سے واحد لاشریک ہے۔ اب خدا بتلاتا ہے کہ دیکھو مَیں اس کا ثانی پیدا کروں گا جو اس سے بھی بہتر ہے۔ جو غلامِ احمدؐ ہے۔ یعنی احمدؐ کا غلام۔''

پس اس شعر سے اگر نکلتا ہے تو یہی کہ جیسے امتِ محمدیہؐ امتِ موسویہ سے افضل ہے اور اس میں امتِ موسویہ کی ہتک نہیں۔ اور جیسے آنحضرت ﷺ جو مثیلِ موسیٰؑ ہیں موسیٰؑ سے افضل ہیں اور اس میں موسیٰؑ کی ہتک نہیں۔ اسی طرح مسیح محمدیؐ مسیح موسوی سے افضل ہے اور اس میں مسیح موسوی کی ہتک نہیں کیونکہ واقعی فضیلت دوسرے کے لئے موجب توہین نہیں ہوتی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے:-

تلک الرسل فضّلنا بعضھم علیٰ بعض (پارہ ۳ ع ۱۶) کہ یہ رسول ہیں جن

کے بعض کو بعض پر ہم نے فضیلت دی ہے۔اور اگر حقیقی فضیلت کا اظہار کفر ہوتا تو تمام امتِ محمدیہ کے افراد جو آنحضرت ﷺ کی دوسرے انبیاء پر فضیلت کا اظہار کرتے ہیں کافر ہوتے

تیسرا امر

جو انہوں نے موجب توہین بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے ازالہ اوہام میں مسیح کے معجزات کو مسمریزم کی قسم سے مانا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اُن کے معجزات کو صحیح تسلیم کرتے ہیں اور فرماتے ہیں ۔

معجزات انبیاء سابقیں آنچہ در قرآں بیانش بالیقیں

بر ہمہ از جان و دل ایمان ما است ہر کہ انکارے کند از اشقیاء است

اگر کہو کہ معجزات مان کر ان کو ظاہری معنی میں نہ لینا کفر ہے۔تو پھر وہ تمام علماء بھی کافر ہوں گے جنہوں نے آیتوں کو ظاہر پر محمول نہیں کیا۔جن میں مسیح کے معجزات کا ذکر ہے جیسا کہ مولوی آل حسن صاحب استفسار میں ابرئ الاکمه والا برص کے معنے لکھتے ہیں؛''اور آنکھیں کھولنے اور اچھا ہونے سے مراد یہ ہے کہ جس مذہب کو میں حق جانتا ہوں اُسے بعض لوگوں نے اختیار کیا۔یعنی بیماری کفر اور نابینائی ضلالت سے پاک ہوتے جاتے ہیں۔''

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں؛

''چونکہ قرآن شریف اکثر استعارات سے بھرا ہوا ہے اس لئے ان آیات کے روحانی طور پر یہ معنے بھی ہو سکتے ہیں کہ مٹی کی چڑیوں سے مراد وہ امی اور نادان لوگ ہیں جن کو حضرت عیسیٰؑ نے اپنا رفیق بنایا اور اپنی صحبت میں لے کر پرندوں کی صورت کا خاکہ کھینچا۔ پھر ہدایت کی روح اُن میں پھونک دی جس سے وہ پرواز کرنے لگے۔'' (ازالہ اوہام صفحہ ۳۰۴)

اور اسی اعتراض کا جواب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب شہادۃ القرآن میں دیا ہے۔آپ فرماتے ہیں؛

''ایک صاحب ہدایت اللہ نام جنھوں نے انکارِ معجزات عیسوی کا الزام اس عاجز کو دے کر ایک رسالہ بھی شائع کیا ہے۔ وہ اپنے زعم میں ہماری کتاب ازالہ اوہام کی بعض عبارتوں سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ گویا ہم نعوذ باللہ سرے سے حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزات سے منکر ہیں۔مگر واضح رہے کہ ایسے لوگوں کی اپنی نظر اور فہم کی غلطی ہے اور ہمیں حضرت مسیح علیہ السلام کے صاحبِ معجزات ہونے سے انکار نہیں'' (شہادت القرآن صفحہ ۷۸)

اس طرح مخالفین کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے ایک اور مقام پر فرماتے ہیں؛

''مخالف لوگ کہتے ہیں کہ یہ شخص حضرت مسیح علیہ السلام کے خالقِ طیور اور محی اموات ہونے کا منکر ہے اور اس کو نہیں مانتا مگر میرا جواب یہ ہے کہ میں حضرت مسیح ؑ کے اعجازی احیاء اور اعجازی خلق کو مانتا ہوں۔ ہاں اس بات کو نہیں مانتا کہ حضرت مسیح نے خدا تعالیٰ کی طرح حقیقی طور پر کسی مردہ کو زندہ کیا ہے۔ یا حقیقی طور پر کسی پرندہ کو پیدا کیا ہے۔ کیونکہ اگر حقیقی طور پر حضرت مسیح علیہ السلام کے مردہ زندہ کرنے اور پرندہ پیدا کرنے کو تسلیم کیا جائے تو اس سے خدا تعالیٰ کی خلق اور اس کا احیاء مشتبہ ہو جائے گا۔ مسیح علیہ السلام کے پرندوں کا حال عصاء موسیٰ ؑ کی طرح ہے جیسے وہ سانپ کی طرح دوڑتا تھا مگر ہمیشہ کے لئے اُس نے اپنی اصلی حالت کو نہ چھوڑا تھا۔ ایسے ہی محققین نے لکھا ہے کہ مسیح ؑ کے پرندے لوگوں کو نظر آنے تک اُڑتے تھے۔ لیکن جب نظر سے اوجھل ہو جاتے تو زمین پر گر پڑتے اور اپنی پہلی حالت پر آ جاتے تھے اور خلقِ طیر کے معجزہ کی طرح مسیح ؑ کا احیاء بھی حقیقی رنگ کا نہ تھا کہ مردہ کی طرف اُس کے تمام لوازمِ حیات لوٹ آتے ہوں۔ بلکہ حضرت مسیح ؑ کے روح پاک کی تاثیر سے اعجازی طور پر مردہ میں زندگی کی ایک جھلک نمودار ہوتی تھی جو آپ کے تشریف

لے جانے کے بعد ختم ہو جاتی تھی۔'' (حمامتہ البشریٰ صفحہ ۹۰)

ازالہ اوہام میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انبیاء کے معجزات کی دو قسمیں بیان کی ہیں؛

(۱) ایک وہ جو محض سماوی امور ہوتے ہیں جن میں انسان کی تدبیر اور عقل کو کچھ دخل نہیں ہوتا جیسے شق القمر جو ہمارے سید و مولیٰ نبی ﷺ کا معجزہ تھا۔

(۲) دوسرے عقلی معجزات ہیں جو اس خارق عادت عقل کے ذریعہ سے ظہور پذیر ہوتے ہیں جو الٰہی الہام سے ملتی ہے۔ جیسے حضرت سلیمانؑ کا وہ معجزہ جو صرحٌ ممرد من قواریر ہے جس کو دیکھ کر بلقیس کو ایمان نصیب ہوا۔

پھر آپ نے حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزہ خلقِ طیر کو از قبیل معجزات ثانی لکھا ہے۔ پس جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ تسلیم کیا ہے کہ جو کچھ حضرت مسیح علیہ السلام نے خدا کے حکم اور اذن سے کیا۔ اور جس کا کوئی مقابلہ نہ کر سکا۔ وہ معجزہ تھا وہ عمل الترب ہی کیوں نہ ہو۔ بحر حال وہ جب بحکم الٰہی ہو اور حدِّ اعجاز کو پہنچا ہوا ہو تو وہ معجزہ ہوگا۔ اور آپ نے تسلیم کیا ہے کہ ''حضرت مسیح ابن مریم باذن وحکمِ الٰہی الیسع کی طرح اس عمل الترب میں کمال رکھتے تھے۔'' اور عمل الترب کے متعلق فرماتے ہیں؛ ''اس عمل کے عجائبات کی نسبت یہ بھی الہام ہوا هٰذا هو الترب الذی لا یعلمون . یعنی یہ وہ عمل الترب ہے جس کی اصل حقیقت کی زمانہ حال کے لوگوں کو کچھ خبر نہیں۔''

رہا یہ سوال کہ آپ نے ایسے کیوں پسند نہیں کیا۔ وہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے معموروں کو زمانہ کے لحاظ سے خوارق معجزات دیتا ہے۔ اور انہیں اس زمانہ کے مناسب قویٰ اور طاقتیں دی جاتی ہیں۔ چنانچہ اس علمی زمانہ میں ایسے معجزات دکھانے کی ضرورت نہ تھی۔ اس لئے آپ فرماتے ہیں؛

''کہ مجھے وہ روحانی طریق پسند ہے جس پر ہمارے نبی ﷺ نے قدم مارا۔ اور حضرت مسیح نے بھی اس پر عمل جسمانی کو یہودیوں کے جسمانی اور پست خیالات کی وجہ سے جو اُن کی فطرت میں مرکوز تھے باذن وحکم الٰہی اختیار کیا تھا ورنہ دراصل مسیحؑ کو بھی یہ عمل پسند نہ تھا۔'' (ازالہ اوہام صفحہ ۳۱۱)

مذکورہ بالا عبارات سے بالکل واضح ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے حضرت مسیحؑ کے معجزات کو معجزات تسلیم کیا ہے اور اُن کے کسی معجزہ کی کوئی تحقیر نہیں کی۔ اور تسلیم کیا ہے کہ انہوں نے اس کام کو بحکم الٰہی اختیار کیا تھا۔ پس یہ کہنا کہ آپ نے اُن کے معجزات کو مسمریزم کہا اور اُن کی توہین کی بالکل بہتان ہے۔

چوتھا امر

کشتی نوح صفحہ ۶۵ کے حاشیہ پر لکھا ہے:

''یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔ شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے۔ مگر اے مسلمانوں! تمہارے نبی علیہ السلام تو ہر ایک نشہ سے پاک اور معصوم تھے۔ جیسا کہ وہ فی الحقیقت معصوم ہیں تم مسلمان کہلا کر کس کی پیروی کرتے ہو۔ قرآن انجیل کی طرح شراب کو حلال نہیں ٹھہراتا۔''

اس عبارت سے فریق مخالف نے یہ استدلال کیا ہے کہ مسیحؑ کو شراب پینے والا قرار دے کر اُن کی توہین کی ہے۔ اگر گواہان کشتی نوح کو بغور پڑھتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس کتاب میں قرآن و انجیل کی تعلیم کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ اس مقابلہ سے یہ مدنظر ہے کہ عیسائیوں کو بتایا جائے کہ قرآن مجید کی تعلیم تمہاری انجیل کی تعلیم سے نہایت اعلیٰ اور پاک ہے۔ پس یہاں بھی درحقیقت عیسائیوں کا عقیدہ بیان کیا گیا ہے کہ یورپ والے اگر شراب پیتے ہیں تو اُن کی یہ دلیل ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔ مگر اے مسلمانو تم کس دلیل سے شراب پیتے ہو۔ ہاں آپ نے مسیح علیہ السلام کے شراب پینے کی ایک توجیہ کر دی ہے کہ انہوں نے اگر شراب پی بھی تو وہ کسی بیماری کی وجہ سے پی ہو گی یا اُن میں کوئی پُرانی عادت چلی آتی ہو گی۔ اور خود علماء نے اِس امر کی تصریح کی ہے کہ پہلے انبیاء کی شریعتوں میں شراب حرام نہیں تھی۔ یہ صرف امّتِ محمدیہ پر حرام کی گئی۔ (ملاحظہ ہو شرح فقہ اکبر ملا علی قاری صفحہ ۱۷۰)

پس اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ مسیح علیہ السلام نے بھی کسی نا معلوم وجہ سے (بیماری وغیرہ) شراب پی لی تو اس سے اُن کی توہین کیسے لازم آئی؟ اور عیسائی اس بات کو خود تسلیم کرتے ہیں کہ وہ شراب پیتے تھے ملاحظہ ہو ازالۃ الاوہام صفحہ ۳۷۰ اور اس کے حاشیہ پر استفسار صفحہ ۳۵۳۔

پانچواں امر

فریق مخالف نے دافع البلاء سے پیش کیا ہے۔ جو یہ ہے:-

''لیکن مسیح کی راستبازی اپنے زمانہ میں دوسرے راستبازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ یحییٰ نبی کو اس پر ایک فضیلت ہے۔ کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا۔ اور کبھی نہیں سُنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آکر اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا یا ہاتھوں اور اپنے سر کے بالوں سے اُس کے بدن کو چھوا تھا۔ یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی۔ اسی وجہ سے خدا نے قرآن میں یحییٰ کا نام حصور رکھا مگر مسیح کا یہ نام نہ رکھا۔ کیونکہ ایسے قصّے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے۔''

اِس حوالہ سے فریق مخالف نے یہ سمجھا ہے کہ یہاں قرآن کی جو آیت پیش کی گئی ہے اس سے معلوم ہوا کہ ان تمام قصّوں کو جو بیان ہوئے حضرت مسیح موعودؑ صحیح تسلیم کرتے ہیں۔مگر در حقیقت یہ قلّتِ تفکّر کا نتیجہ ہے۔ ورنہ اس سے تو صرف عیسیٰؑ ہی نہیں بلکہ دوسرے انبیاء ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ و داؤدؑ و موسیٰؑ علیہم السلام وغیرہ کے متعلق بھی یہی ماننا پڑے گا کہ اُن کے ساتھ بھی ایسے واقعات ہوئے تبھی ان کا نام قرآن میں حصور نہیں رکھا گیا۔ ساری غلط فہمی اس بات سے لگتی ہے کہ وہ مخاطب کے حالات کو معلوم کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ دیکھو یہ حاشیہ جس کے عبارت کے متعلق ہے اس میں عیسائی مخاطب ہیں۔ آپ مسیح کے متعلق فرماتے ہیں:-

''وہ حقیقی منجی نہیں تھا۔ یہ اُس پر تہمت ہے کہ وہ حقیقی منجی تھا۔ حقیقی منجی ہمیشہ اور قیامت تک نجات کا پھل کھلانے والا وہ ہے جو زمین حجاز میں پیدا ہوا تھا۔ اور تمام دنیا اور تمام زمانوں کی نجات کے لئے آیا تھا۔''

اور پھر حاشیہ میں ہی لکھتے ہیں:۔

''جن لوگوں نے اُن کو خدا بنایا ہے جیسے عیسائی یا وہ جنہوں نے خواہ نخواہ خدا کی صفات انہیں دی ہیں۔جیسا کہ ہمارے مخالف اور خدا کے مخالف نام کے مسلمان۔''

چونکہ عیسائی اور ایسے نام کے مسلمان قرآن مجید کی آیتوں سے اُن کی فضیلت ثابت کرتے ہیں ۔مثلاً وہ کہتے ہیں کہ مسیح کے حق میں **غلاماً زکیّا** کا لفظ آیا ہے اور کسی نبی کے حق میں نہیں آیا۔ اِس سے معلوم ہوا کہ دوسرے انبیاء گناہوں سے پاک اور بے عیب نہیں تھے یا **بل رفعه الله** پیش کرتے ہیں کہ اَور کسی کا ایسا رفع نہیں ہوا تو ایسے لوگوں کو یہ جواب دیا گیا ہے کہ اگر اِسی طرح عیسیٰؑ کی دوسرے انبیاء پر فضیلت ثابت ہوسکتی ہے تو حضرت یحییٰؑ کی مسیح پر فضیلت ثابت ہوگی۔اوراس کی وجہ وہ بیان کر دی جو عیسائیوں کے نزدیک مسلّم تھی۔ کیونکہ یہ باتیں اناجیل میں موجود ہیں۔ چنانچہ اگلی عبارت اس مفہوم کو بالکل واضح کر دیتی ہے کہ یہ آپ کا اعتقاد نہیں اور وہ یہ ہے:۔

''اور پھر یہ کہ حضرت عیسیٰؑ نے یحییٰ کے ہاتھ پر جس کو عیسائی یوحنّا کہتے ہیں جو پیچھے ایلیا بنایا گیا اپنے گناہوں سے توبہ کی تھی ۔اور اُن کے خاص مریدوں میں داخل ہوئے تھے اور یہ بات حضرت یحییٰ کی فضیلت کو ببداہت ثابت کرتی ہے۔ کیونکہ بمقابل اس کے یہ ثابت نہیں کیا گیا کہ یحییٰ نے بھی کسی کے ہاتھ پر توبہ کی تھی۔ پس اس کا معصوم ہونا بدیہی امر تھا۔اور مسلمانوں میں یہ جو مشہور ہے کہ عیسیٰؑ اور اُس کی ماں مسِّ شیطان سے پاک ہیں اس کے معنے نادان لوگ نہیں سمجھتے۔ اصل بات یہ ہے کہ پلید یہودیوں نے حضرت عیسیٰؑ اور اُن کی ماں پر سخت ناپاک الزام لگائے تھے۔ اور دونوں کی نسبت نعوذ باللہ شیطانی کاموں کی تہمت لگاتے تھے۔ سو اس افترا کا ردّ ضروری تھا۔ اس حدیث کے اس سے زیادہ کوئی معنے نہیں کہ یہ پلید الزام جو حضرت عیسیٰؑ اور اُن کی ماں پر لگائے گئے ہیں یہ صحیح نہیں ہیں بلکہ اِن معنوں کر کے وہ مسِّ شیطان سے پاک ہیں۔ اور اس

قسم کے پاک ہونے کا واقعہ کسی اَور نبی کو کبھی پیش نہیں آیا۔''
پس عبارت کے آخری فقرے حضرت مسیح موعودؑ کا عقیدہ بتا رہے ہیں کہ حضرت مسیح اور اُن کی والدہ تمام شیطانی کاموں سے پاک تھے اور اِس سے پہلے جو کچھ آپ نے لکھا وہ الزامی اور عیسائیوں کے مسلّمات پر ہے۔

چھٹا امر

ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ صفحہ ۴ تا صفحہ ۸ سے فریق مخالف نے بعض عبارتیں جو یسوع کے متلعق ہیں پیش کر کے یہ غلط نتیجہ نکالا ہے کہ ان میں حضرت عیسیٰ کی توہین کی گئی ہے کیونکہ یسوع اور عیسیٰ ایک ہی شخص کے دو نام ہیں اور حضرت مرزا صاحب نے بھی اپنی کتب میں حضرت عیسیٰؑ کا نام یسوع ہونا تسلیم کیا ہے۔

لیکن قبل اس کے کہ میں اس کے جواب میں حضرت مسیح موعودؑ کے اقوال پیش کروں ۔ میں اہلسنت والجماعت کے ان علماء کے اقوال پیش کرتا ہوں جو فن مناظرہ میں غایت درجہ کی شہرت رکھتے ہیں۔ بلکہ علمائے اہلسنت کے مقتداء مانے جاتے ہیں۔ اُن میں سے ایک مولوی آل حسن صاحب ہیں وہ اپنی کتاب استفسار میں جو ازالۃ الاوہام مولوی رحمت اللہ صاحب مہاجر مکی کی کتاب کے حاشیہ پر چھپی ہے تحریر فرماتے ہیں؛

۱۔''کیا وجہ ہے کہ مریم کا بیٹا خدا ہو اور کوسلیا کا بیٹا یعنی رامچندر اور دیوکی کا بیٹا یعنی کنہیا خدا نہ ہو جنہیں ہندو لوگ اُسی طرح خدا ٹھیراتے ہیں جس طرح تم عیسیٰ کو۔'' صفحہ ۲۱

۲۔حضرت عیسیٰ کا بن باپ ہونا تو عقلاً مشتبہ ہے اس لئے کہ حضرت مریم یوسف کے نکاح میں تھیں۔ چنانچہ اس زمانہ کے معاصرین لوگ یعنی یہود جو کہتے ہیں سو ظاہر ہے۔'' صفحہ ۲۲

۳۔''اور ذرے گریبان میں سر ڈال کر دیکھو کہ معاذ اللہ حضرت عیسیٰ کے نسب نامہ مادری میں دو جگہ تم آپ ہی زنا ثابت کرتے ہو۔'' (یعنی تامار اور اوریا) صفحہ ۳۷

۴۔دوسرے یہ کہ حضرت عیسیٰ اپنے مخالفوں کو کُتا کہتے تھے۔ اگر ہم بھی اُن کے مخالفوں کو کُتا کہیں تو دینی تہذیب اخلاق سے بعید نہیں بلکہ عین تقلیدِ عیسوی ہے۔'' صفحہ ۹۸

۵۔شجاعت حضرت عیسیٰ کی صحبت سے حواریوں کو نہیں حاصل ہوئی تھی۔ پس تربیت حضرت عیسیٰ کی ازروئے حکمت کے بہت ہی ناقص ٹھہری۔'' صفحہ ۱۰۷

۶۔حضرت عیسیٰ سے جیسی عداوت یہودیوں کو تھی سو ظاہر ہے اور آنحضرتؐ کا بیکس اور تنہا ہونا بھی ظاہر ہے۔صفحہ ۱۲۸

۷۔ازانجملہ کلیتہً یہ بات ہے کہ اکثر پیشینگوئیاں انبیاء بنی اسرائیل اور حواریوں کی ایسی ہیں جیسے خواب اور مجذوبوں کی بڑ۔......... پس اگر انہی باتوں کا نام پیشگوئی ہے تو ہر آدمی کے خواب اور ہر دیوانہ کی بات کو ہم پیشگوئی ٹھیرا سکتے ہیں۔صفحہ ۱۳۳

۸۔اشعیا نبی کی پیشگوئیاں اکثر ایسی ہیں یعنی حضراتِ مجاذیب کا سا کلام۔ صفحہ ۲۱۹

۹۔''عیسیٰ بن مریم کہ آخر درماندہ ہو کر دنیا سے انہوں نے وفات پائی۔'' صفحہ ۲۳۲

۱۰۔اور سب عقلاء جانتے ہیں کہ بہت سے اقسام سحر کے مشابہ ہیں۔ معجزات سے خصوصاً معجزاتِ موسویہ اور عیسویہ سے۔صفحہ ۳۳۶

۱۱۔اشعیاہ اور ارمیاہ اور عیسیٰ کی غیب گوئیاں قواعد نجوم اور رمل سے بخوبی نکل سکتی ہیں بلکہ اس سے بہتر۔صفحہ ۳۳۶

۱۲۔حضرت عیسیٰ کا معجزہ احیاء میت کا بعضے بھان متی کرتے پھرتے ہیں۔ کہ ایک آدمی کا سر کاٹ ڈالا۔ بعد اس کے سب کے سامنے دھڑ سے ملا کر کہا اُٹھ کھڑا ہو وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور سانپ کو نیولے سے ٹکڑے ٹکڑے کروا دیا۔ بعد اس کے سب ٹکڑے اس کے برابر رکھ کر تونبی بجائی اور وہ

رینگنے لگا اور اچھا بھلا ہو گیا۔ اور منتر سے جھاڑ پھونک کر کے دیو بھوت کو دفع کرنا اور بعضے بیماریوں سے چنگا کرنا یہ تو سینکڑوں سے ہوتا دیکھا ہے۔ صفحہ ۳۳۶

۱۳۔ معجزاتِ موسویہ اور عیسویہ کہ بسبب مشاہدہ کارخانۂ سحر اور نجوم وغیرہ کے کسی کی نظر میں ان کا اعجاز ثابت نہیں ہوسکتا۔ دوسرے یہ کہ معجزات موسویہ اور عیسویہ کی سی حرکات یہاں بہتوں نے دکھائیں۔ صفحہ ۳۳۷

۱۴۔ یسوع نے کہا ۔ میرے لئے کہیں سر رکھنے کی جگہ نہیں۔ دیکھو یہ شاعرانہ مبالغہ ہے۔ اور صریح دنیا کی تنگی سے شکایت کرنا کہ اقبح ترین ہے۔ صفحہ ۳۴

۱۵۔ اِن (پادری صاحبان) کا اصل دین و ایمان آکر یہ ٹھیرا ہے کہ خدا مریم کے رحم میں جنین بن کر خون حیض کا کئی مہینے تک کھاتا رہا اور علقہ سے مضغہ بنا۔ مضغہ سے گوشت اور اس میں ہڈیاں بنیں اور اس کے مخرج معلوم سے نکلا اور ہگتا موتتا رہا۔ یہاں تک کہ جوان ہوکر اپنے بندے یحییٰ کاک مرید ہوا۔ اور آخر کار ملعون ہو کر تین دن دوزخ میں رہا۔ صفحہ ۳۵۰۔۳۵۱

۱۶۔ انجیل اول کے باب یاز دہم کے درس نوز دہم میں لکھا ہے کہ بڑے کھاؤ اور بڑے شرابی۔ صفحہ ۳۵۳

۱۷۔ جس طرح اشعیاہ اور عیسیٰ علیہما السلام کی بعضی بلکہ اکثر پیشگوئیاں ہیں جو صرف بطور معمّے اور خواب کے ہیں جس پر چاہو منطبق کرلو۔ یا باعتبار ظاہری معنوں کے محض جھوٹ ہیں۔ یا مانند کلام یوحنا کے محض مجذوبوں کی سی بڑیں۔ ویسی پیشگوئیاں البتہ قرآن میں نہیں ہیں۔ صفحہ ۳۶۶

۱۸۔ ''پس معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ کا سب بیان معاذ اللہ جھوٹ ہے ۔ اور کرامتیں اگر بالفرض ہوئی بھی ہوں تو ایسی ہی ہوں گی ۔ جیسی مسیح دجّال

کی ہونے والی۔'' صفحہ ۳۶۹

۱۹۔ یہودی لوگ کہتے ہیں کہ ہم میں سے جو لوگ توریت کے عالم تھے انہوں نے تو حضرت عیسیٰ سے کوئی معجزہ دیکھا نہیں۔ اور چند مچھووں اور ملاّحوں احمقوں کا کیا اعتبار۔ عوام الناس تو ذرے سے شعبدہ میں آجاتے ہیں۔'' صفحہ ۳۷۱

۲۰۔ تیسری انجیل کے آٹھویں باب کے دوسرے اور تیسرے درس سے ظاہر ہے کہ بہتیری رنڈیاں اپنے مال سے حضرت عیسیٰ کی خدمت کرتی تھیں۔ پس اگر کوئی یہودی از راہِ خباثت اور بد باطنی کے کہے کہ حضرت عیسیٰ خوشرو نوجوان تھے۔ رنڈیاں اُن کے ساتھ صرف حرام کاری کے لئے رہتی تھیں اس لئے حضرت عیسیٰ نے بیان نہ کیا اور ظاہر یہ کرتے تھے کہ مجھے عورت سے رغبت نہیں کیا جواب ہو گا؟ اور پہلی انجیل کے باب یاز دہم کے درس نوز دہم میں حضرت عیسیٰ نے مخالفوں کا خیال اپنے حق میں قبول کر کے کہا کہ مَیں تو بڑا کھاؤ اور شرابی ہوں۔ پس دونوں باتوں کے ملانے سے اور شراب کی بدمستیوں کے لحاظ سے جو کوئی کچھ بد گمانی نہ کرے سو تھوڑا ہے۔ اور دشمن کی نظر میں کیسی تن آسانی اور بے ریاضتی حضرت عیسیٰ کی بوجھی جاتی ہے۔ صفحہ ۳۹۰، صفحہ ۳۹۱

۲۱۔ حضرت عیسیٰ نے یہودیوں کو حد سے زیادہ جو گالیاں دیں تو ظلم کیا۔ صفحہ ۴۱۹

۲۲۔ کافروں نے معجزہ مانگا......... حضرت عیسیٰ نے اُن کافروں کو جھڑک دیا۔ اور تہدید بوعیدِ الٰہی کی یا کچھ نہیں بولے۔ چپکے بیٹھے رہے۔ اور اُن کے ہاتھوں سے ذلّتیں اُٹھایا کئے۔ صفحہ ۵۰۲

ہم نے یہ بطور نمونہ اُن کی کتاب سے بعض عبارات پیش کی ہیں اور وہ اپنے آپ کو بَری ثابت کرنے کے لئے لکھتے ہیں:-

''خداوند تعالیٰ مجھے انبیاء کی توہین اور تکذیب سے محفوظ رکھّے مگر صرف

پادری صاحبوں کے الزام کے لئے نقل کرتا ہوں۔''

(استفسار صفحہ ۴۱۹۔۴۲۰)

استفسار کے بعد چند حوالے مولوی رحمت اللہ صاحب مرحوم مہاجر مکّی کی کتاب ''ازالۃ الاوہام' سے پیش کرتا ہوں:۔

(۱)''معجزات موسویہ مثل عصا وغیرہ ......معجزہ ندانند زیرا کہ مثل آنہا ساحراں ہم کردہ بودند۔ اکثر معجزاتِ عیسویہ رامعجزات ندانند زیرا کہ مثل آنہا ساحراں ہم میسازند و یہود آنجناب راچوں نبی نمے دانند وہمچو معجزات ساحر میگویند۔'' صفحہ ۱۲۹

(۲)'' جناب مسیح اقرار میفر مایند کہ یحییٰ نہ نان میخورانیدند نہ شراب مے آشامیدند و آنجناب شراب ہم مے نوشیدند و یحییٰ در بیابان مے ماندند و ہمراہ جناب مسیح بسیار زنان ہمراہ مے گشتند و مال خود رامے خورانیدند و زناں فاحشہ پائہا آنجناب رابوسیدند و آنجناب مرتا و مریم رادوست میداشتند وخود شراب برائے نوشیدند دیگر کساں عطا مے فرمودند۔'' صفحہ ۳۷۰

(۳)'' و نیز وقتیکہ یہودا فرزند سعادت مند شاں از زوجہ پسر خود زنا کرد و حاملہ گشت و فارض را کہ از آباؤ واجداد وسلیمان وعیسیٰ علیہما السلام بود زائید ہیچ کس را از ینہا سزائے ندادند (یعنی یعقوبؑ)۔'' صفحہ ۴۰۵

کتاب ایسی باتوں سے بھر ہوئی ہے۔ اور انہوں نے الزامی جواب دینے کی غرض یہ لکھی ہے؛

'' وادب تقاضا میکرد کہ بر پیشینگوئی جناب مسیح حرفے برزبان قلم آید مگر چونکہ علماء مسیحیہ پیشینگوئیہا جناب سید الانس والجان چشم انصاف بستہ باعتراض پیش مے آئند از ینجہت بطور الزامے ومحض برائے آگاہی ایں فرقہ بر پیشینگوئیہا مندرجہ عہد جدید چیزے آشنائے زبان قلم مے گردوتا ایں فرقہ را اطلاع شود کہ مخالف رابحسب رائے خود اگر از انصاف چشم بند درا ہسیت وسیع۔'' صفحہ ۳۴۸

اب انصاف کرنا چاہیئے کہ اگر مذکورہ بالا مقتدر علماء باوجود ان سب اقوال کے جو انہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت لکھے ہیں مسلمان ہیں اور اُن کا عذر کہ یہ جوابات الزامی طور پر دیئے گئے ہیں قابل قبول ہیں تو حضرت مسیح موعودؑ کے لئے یہی اقوال موجب توہین مسیحؑ اور موجب کفر وارتداد کیوں قرار دیئے جاتے ہیں حالانکہ آپ نے تو اتنی احتیاط فرمائی ہے کہ جس کے بعد کوئی عقلمند شخص جو تعصب سے خالی ہو یہ وہم بھی نہیں کرسکتا کہ آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کی ہے۔ چنانچہ ضمیمہ انجام آتھم کی پیش کردہ عبارت کے آخر میں فرماتے ہیں؛

''بالآخر ہم لکھتے ہیں کہ ہمیں پادریوں کے یسوع اور اُس کے چال چلن سے کچھ غرض نہ تھی۔ انہوں نے ناحق ہمارے نبی ﷺ کو گالیاں دے کر ہمیں آمادہ کیا کہ اُن کے یسوع کا کچھ تھوڑا سا حال اُن پر ظاہر کریں۔ چنانچہ اسی پلید نالائق فتح مسیح نے اپنے خط میں جو میرے نام بھیجا ہے آنحضرت ﷺ کو زانی لکھا ہے۔ اور اس کے علاوہ اور بہت سے گالیان دی ہیں۔ پس اسی طرح اس مردار اور خبیث فرقہ نے جو مردہ پرست ہے ہمیں اس بات کے لئے مجبور کردیا ہے کہ ہم بھی اُن کے یسوع کے کسی قدر حالات لکھیں اور مسلمانوں کو واضح رہے کہ خدا تعالیٰ نے یسوع کی قرآن شریف میں کچھ خبر نہیں دی کہ وہ کون تھا۔ اور پادری اس بات کے قائل ہیں کہ یسوع وہ شخص تھا جس نے خدائی کا دعویٰ کیا اور حضرت موسیٰ کا نام ڈاکو اور بٹمار رکھا۔ اور آنے والے مقدس نبیؐ کے وجود سے انکار کیا۔ اور کہا کہ میرے بعد سب جھوٹے نبی آئیں گے۔''

(ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ صفحہ ۸۔۹)

پھر انجام آتھم کے صفحہ ۱۳ میں تشریح بھی فرما دی ہے؛

''یادرہے کہ یہ ہماری رائے اُس یسوع کی نسبت ہے جس نے خدائی کا دعویٰ کیا اور نبیوں کو چور اور بٹمار کہا۔ اور خاتم الانبیاء ﷺ کی نسبت بجز اس کے کچھ نہیں کہا کہ میرے بعد جھوٹے نبی آئیں گے۔ ایسے یسوع کا

قرآن میں کہیں ذکر نہیں ۔‘‘

پھر تریاق القلوب حاشیہ صفحہ ۷ میں فرماتے ہیں ؛

’’حضرت مسیحؑ کے حق میں کوئی بے ادبی کا کلمہ میرے منہ سے نہیں نکلا ۔ یہ سب مخالفوں کا افترا ہے ۔ ہاں چونکہ درحقیقت کوئی ایسا یسوع مسیح نہیں گزرا جس نے خدائی کا دعویٰ کیا اور آنے والے نبی خاتم الانبیاء کو جھوٹا قرار دیا ہے ۔ اس لئے میں نے فرض محال کے طور پر اُس کی نسبت ضرور بیان کیا ہے کہ ایسا مسیح جس کے یہ کلمات ہوں راستباز نہیں ٹھہر سکتا ۔ لیکن ہمارا مسیح ابن مریم جو اپنے تئیں بندہ اور رسول کہلاتا ہے اور خاتم الانبیاء کا مصدق ہے اُس پر ہم ایمان لاتے ہیں ۔‘‘

گواہوں نے بعض حوالے اس مدعا کے ثابت کرنے کے لئے پیش کئے ہیں کہ یسوع اور مسیح علیہ السلام ایک ہی شخص کے دو نام ہیں ۔ کیونکہ عیسائیوں کا یسوع مسلمانوں کے عیسیٰ علیہ السلام کے سوا اور کوئی نہیں ہے ۔ لیکن نہ معلوم انہوں نے اس قدر تجاہل عارفانہ کیوں اختیار کیا کیونکہ بڑے بڑے علماء اس طریق پر کلام کرتے چلے آئے ہیں کہ مخاطب کے عقائد باطلہ کے مطابق اُس کے بزرگ کو فرض کر کے بعض اوقات بات کی جاتی ہے ۔ چنانچہ سب جانتے ہیں کہ حضرت علیؓ سُنیوں اور شیعوں کے ایک ہی ہیں ۔ لیکن مولانا جامی ایک حکایت لکھتے ہیںؒ کہ ایک شیعی نے ایک سُنی فاضل سے دریافت کیا کہ علیؓ کی تعریف کرو ۔ تو اس نے پوچھا کون سا علی ؟ وہ علی جس پر تو اعتقاد رکھتا ہے یا وہ علی جس پر میں اعتقاد رکھتا ہوں ۔ تو اُس نے کہا ؎

گفت من گرچہ اندکی دانم | در دو عالم علی یکے دانم
شرح ایں نکتہ را تمام بگوے | آں کدام است ایں کدام بگوئے
گفت آں کو بود گزیدۂ تو | نیست جز نقش تو کشیدۂ تو
پہلوانے بروت مالیدہ | بہر کیں دروغا سگا لیدہ
گریزے پر تہور و بیباک | کینہ جوئے و مفتن و سفاک
بندہ نفس خویش چو من و تو | فارغ از دیں وکیش چوں من وتو

بخالفت دلش بسے مائل — شد ابوبکر درمیاں حائل
درتگ و پوئے بہرایں مطلوب — ہمہ غالب شدند او مغلوب
باچنیں و ہم وظن زنادانی — اسد اللہ غالبش خوانی
ایں علی در شمارہ کدومہ — خود نبود است ورنہ باشدبہ
واں علی کِش منم بجاں بندہ — سُبت نفس شوم راکندہ

الیٰ آخرالابیات

(سلسلۃ الذہب برحاشیہ نفحات الانس مطبوعہ نول کشور کانپور صفحہ ۱۰۲ تا ۱۰۴)

اسی طرح مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی مدرستہ العلوم دیوبند اپنی کتاب ''ہدیۃ الشیعہ'' میں فریق مخالف کے مسلمات کی بنا پر حضرت علیؓ کی نسبت لکھتے ہیں:

''اگر بالفرض یہ زور اور بل اور قدرتِ خدا کسی میں ہوتی بھی تب غصبِ دختر طاہرہ مطہرہ تو ہرگز گوارا نہ ہوتا۔ اہل ہند جو تمام ولایتوں کے لوگوں میں نامردہ پن میں امام ہیں ان میں کا بھنگی اور چمار بھی اس سہولت سے بیٹی نہیں دیتا جس طرح حضرت امیر نے اپنی دختر مطہرہ کو حضرت عمر کے حوالے کر دیا۔ آپ بھی دیکھتے رہے اور صاحبزادے بھی۔ پھر صاحبزادوں میں سے بھی ایک وہ تھے کہ جنہوں نے تیس ہزار فوج جرار کا مقابلہ کیا۔ حالانکہ وہ زمانہ ضعیفی اور تحمل کا تھا۔ اور بہن کے نکاح کے وقت عین شباب تھا۔ اور تسپر تماشہ یہ ہے کہ ہنگامہ کربلا میں جو دشمنانِ سفاک نے حرم محترم اور زنانِ اہلبیت کی طرف جانے کا ارادہ کیا تو کیا کچھ غضب اور جوش آیا؟'' (ہدیہ شیعہ صفحہ ۱۲۷)

۲۔ پھر کیا ممکن ہے کہ خدا بہک جائے کچھ نعوذ باللہ رسول کے زمانہ میں یہ عقل و حواس میں اختلال آ گیا۔ ابوبکر و عمر ہر چند صاحب رعب اور مرد باہیبت تھے مگر نہ اتنے کہ خداوند کریم کے بھی عقل و حواس میں فرق آ جائے یا اس کے سوا کچھ اور سبب ہو۔'' صفحہ ۸۸

۳۔ ''اور ظاہر ہے کہ مرے ہوئے سے تو گیدڑ بھی نہیں ڈرتا۔ شیر خدا علی

مرتضٰی پھر دوبارہ مرے ہوئے سے دبے تو قیامت آ گئی۔'' صفحہ ۱۲۲

۴۔'' حضرت امیر کو ایک دفعہ بھی نوبت نہ آئی کہ علی الاعلان حق گوئی اختیار کریں۔'' صفحہ ۶۴

ایسی ہی اور بہت سے باتیں ہیں جو شیعوں کے عقائد کے مطابق ایک علی فرض کر کے لکھی گئی ہیں۔ اور ابتدائے کتاب میں انہوں نے اپنی برّیت ظاہر کر دی ہے؛

'' اگر بہ نسبت انبیاء و مرسلین یا بزرگانِ اہلِ بیت و اصحاب سید المرسلین صلعم اس رسالہ میں کوئی حرفِ نا مناسب دیکھ کر اُلجھیں تو مجھے اس سے بری الذمہ سمجھیں۔ ایسا مذکور کہیں کہیں ناچار بغرض الزام شیعہ آ گیا ہے۔ اس کا بار اُنہیں کی گردن پر ہے۔ یہ سب انہوں نے ہی کرایا ہے خدا شاہد ہے کہ ایسے عقائد سے میں بیزار جان و ہزار زبان بیزار ہوں۔''

(ہدیتہ الشیعہ صفحہ ۳)

اِسی طرح مولوی احمد رضا خان نے فتاوی الرضویہ جلد اول صفحہ ۷۳۸ تا صفحہ ۷۴۹ میں لوگوں کے خداؤں کے متعلق بحث کی ہے۔ مثلاً لکھا ہے:-

'' وہابیوں کا خدا بے اعتبار جھوٹا محدود عیب و نقائص سے پُر۔ بُھولنے والا۔ سونا اونگھنا۔ غافل رہنا حتّٰی کہ مر جانا سب کچھ اُس کے لئے ممکن ہے۔ کھانا۔ پینا۔ پیشاب کرنا پاخانہ پھرنا۔ ناچنا تھرکنا۔ نٹ کی طرح کلا کھیلنا۔ عورتوں سے جماع کرنا۔ کوئی خباثت وفضیحت اس کی شان کے خلاف نہیں۔ ظالم ہے۔ زانی ہے وغیرہ وغیرہ۔'' صفحہ ۷۴۵

'' دیو بندیوں کا خدا وہابیوں کا خدا ہے۔ مگر اِس سے زیادہ یہ بھی بات ہے کہ چور ہے۔ ظالم ہے۔ جاہل ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔'' (صفحہ ۷۴۶)

اب کیا گواہان کہیں گے کہ خدا کئی ہیں یا حضرت علیؓ دو ہیں۔ پس متکلمین کا طریق ہے کہ وہ مدّ مقابل کے عقائد کو مدّ نظر رکھ کر الزامی جواب دیا کرتے ہیں۔ اور یہی طریق حضرت مسیح موعودؑ نے اختیار کیا۔ چنانچہ فرمایا:-

''اِس بات کو ناظرین یاد رکھیں کہ عیسائی مذہب کے ذکر میں ہمیں اُسی

طرز سے کلام کرنا ضروری تھا جیسا کہ وہ ہمارے مقابل کرتے ہیں۔ عیسائی لوگ درحقیقت ہمارے عیسیٰ ؑ کو نہیں مانتے جو اپنے تئیں صرف بندہ اور نبی کہتے تھے۔ اور پہلے نبیوں کو راستباز جانتے تھے۔ اور آنے والے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر سچے دل سے ایمان رکھتے تھے۔ اور آنحضرت صلعم کے بارہ میں پیشگوئی کی تھی۔ بلکہ ایک یسوع نام کو مانتے ہیں جس کا قرآن میں ذکر نہیں اور کہتے ہیں کہ اُس شخص نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا...... اسی سبب سے ہم نے عیسائیوں کے یسوع کا ذکر کرنے کے وقت اس ادب کا لحاظ نہیں رکھا جو سچے آدمی کی نسبت رکھنا چاہیئے۔ پڑھنے والوں کو چاہیئے کہ ہمارے بعض سخت الفاظ کا مصداق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ سمجھ لیں۔ بلکہ وہ کلمات یسوع کی نسبت لکھے گئے ہیں۔ جس کا قرآن وحدیث میں نام ونشان نہیں۔'' (آریہ دھرم ٹائٹیل پیج آخر)

اور جو عبارتیں گواہوں نے تریاق القلوب اور چشمۂ معرفت سے پیش کی ہیں اُن سے فریق مخالف کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا کیونکہ تریاق القلوب میں تو الزامی جواب دینے کی ایک اور غرض بیان کر دی گئی ہے۔ اور چشمہ معرفت میں یہ بتایا ہے کہ ہر ایک مسلمان حضرت عیسیٰ ؑ کو خدا کا پیارا اور برگزیدہ رسول مانتا ہے اور جب تنگ آکر اُسے پادریوں کو الزامی جواب دینا پڑتا ہے تو پھر بھی وہ طریق ادب سے باہر نہیں جاتا۔ کچھ نہ کچھ صحت نیت دل میں رکھ لیتا ہے۔ کیونکہ اسلام میں کسی نبی کی تحقیر کفر ہے۔ اِس سے ثابت ہے کہ آپ نے جہاں کہیں ایسی باتیں لکھی ہیں تو وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام مراد نہیں بلکہ یسوع کو مراد لیا ہے جو عیسائیوں کا فرضی خدا ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق تو آپ فرماتے ہیں:۔

ا۔ ''ہم اس بات کے لئے بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہیں کہ حضرت عیسیٰ ؑ کو خدا تعالیٰ کا سچا اور پاک اور راستباز نبی مانیں اور اُن کی نبوت پر ایمان لاویں۔ سو ہماری کسی کتاب میں کوئی ایسا لفظ بھی نہیں ہے جو اُن کی شانِ بزرگی کے خلاف ہو۔ اور اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ دھوکا کھانے والا اور جھوٹا ہے۔'' (ایام الصلح ٹائیٹل پیج صفحہ ۲)

(۲) ''وہ نبی اللہ بے شک ہیں اور خدا تعالٰے کے سچے رسول ہیں۔ اِس میں کوئی شبہ نہیں۔'' (جنگ مقدس صفحہ ۵۰)

(۳) ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام بے شک خدا کا پیارا نبی تھا۔ نہایت اعلیٰ درجہ کی صفات اپنے اندر رکھتا تھا۔''

(مجموعہ اشتہارات مرتبہ مفتی محمدؐ صادق صاحب صفحہ ۶۸۳)

(۴) ''ہم لوگ جس حالت میں حضرت عیسیٰؑ کو خدا تعالیٰ کا سچا نبی اور نیک اور راستباز مانتے ہیں تو پھر کیونکر ہمارے قلم سے اُن کی شان میں سخت الفاظ نکل سکتے ہیں۔'' (کتاب البریہ صفحہ ۳۹)

(۵) اور اگر یہ اعتراض ہو کہ کسی نبی کی توہین کی ہے اور وہ کلمہ کفر ہے تو اس کا جواب یہی ہے کہ **لعنة الله على الكاذبين** اور ہم سب نبیوں پر ایمان لاتے ہیں اور تعظیم سے دیکھتے ہیں۔ بعض عبارات جو اپنے محل پر چسپاں ہیں وہ بہ نیت توہین نہیں بلکہ تائید توحید ہیں۔ **و انما الاعمال بالنيات**۔ اور تمہارے جیسے عقل والوں نے صاحب تقویۃ الایمان کو بھی اس خیال سے کافر کہا تھا کہ بعض کلمات ان کو اس کتاب میں ایسے معلوم ہوئے کہ گویا وہ انبیاء کی توہین کرتا ہے اور چوہڑوں اور چماروں کو اُن کے برابر جانتا ہے۔ ہماری طرح انکا بھی یہی جواب تھا کہ **انما الاعمال بالنيات**۔'' (انوار الاسلام صفحہ ۳۴)

پس کیا کوئی عقلمند دنیا میں ایسا ہے جو ان تصریحات کے باوجود کہے کہ آپ نے حضرت علیہ السلام کو گالیاں دی ہیں۔ اور آپ تو اُن کی توہین کر ہی نہیں سکتے کیونکہ آپ کو اُن کے مثیل ہونے اور ایسے شدید اتصال کا دعویٰ ہے کہ گویا روحانی طور پر وہ ایک ہی جوہر کے دو ٹکڑے ہیں۔

اب میں حضرت خواجہ غلام فرید صاحب پیر نواب صاحب بہاولپور کی شہادت لکھتا ہوں کہ وہ ان عبارات سے کیا سمجھتے تھے؟

کتاب ''اشارات فریدی'' جلد ۳ صفحہ ۱۷۷، ۱۷۸ میں لکھا ہے:

'' مولوی غلام دستگیر قصوری کہ بمرزا غلام احمد قادیانی مخالف کمال میداشت و بروے فتاویٰ کفر نوشتہ بود بیامد و آداب بجا کردہ بہ نشست و چند کتب از مصنفات مرزا غلام احمد قادیانی کہ در بغل میداشت پیش نہاد از ہر یک کتاب مقاماتے را کہ نشان کردہ بود پیشگاہ حضور خواجہ ابقاء اللہ تعالیٰ ببقائہٖ ونفعنا وایاکم بلقائہٖ یک بہ یک برمیخوندند ومیگفت کہ بہ بینید اینجا توہین حضرت مسیح علیہ السلام و اینجا اہانت دیگر انبیاء علیہم السلام کردہ است وحقیقت حال آنست کہ مرزا صاحب جہت ردّ نصاریٰ و یہود از انجیل و توراۃ کہ ہر دو محّرف اند واز اں کتب ایں انواع مذمات مفہوم میشوند در کتب خویش نوشتہ بود مگر مولوی را اطلاع برایں معنیٰ نشدہ است ازینجہت بہ پیشگاہ حضور نکوہش مرزا صاحب بیان کرد۔ اما حضور خواجہ ابقاہ اللہ تعالیٰ ہمہ تقاریر اور اشنیدہ و ہیچ جوابش نفرمودند۔''

اس پر مولوی غلام احمد صاحب اختر نے بیان کیا کہ

مرزا صاحب نے فرمایا کہ میں نے جو کچھ لکھا ہے وہ فرضی یسوع کے متعلق ہے جس کے متعلق عیسائی کہتے ہیں کہ اُس نے ابن اللہ ہونے کا دعویٰ کیا لیکن حضرت عیسیٰ جن کا قرآن میں ذکر ہے وہ خدا تعالیٰ کا نبی ہے وہ عیسائیوں سے کہتے ہیں کہ اس یسوع کو ترک کرو اور آنحضرت ﷺ کو گالیاں دینی چھوڑ دو۔

'' ورنہ من ایں یسوع مفروضے شمارا زیادہ تر نکوہش خواہم کرد۔ حضور خواجہ ابقاء اللہ تعالیٰ فرمودند آرے ایں چنیں است۔''

پس خواجہ غلام فرید صاحب نے ان عبارتوں سے یہ سمجھا کہ یہ فرضی یسوع کی نسبت ہیں۔ اور حضرت عیسیٰؑ کو گالیاں نہیں دی گئیں اور نہ ان سے حضرت عیسیٰؑ کی توہین ہوتی ہے۔

اور علمائے اہلسنت نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ خود اپنی طرف سے کسی کے قول کو ایسے معنوں میں لینا جس سے کفر لازم آوے حالانکہ قائل اس

کے اور معنے بیان کرتا ہو تو ایسا کرنا غلطی ہے۔ چنانچہ امام ابن حزم ''کتاب الفصل فی الملل والنحل'' جلد۳ صفحہ ۲۵۰ میں لکھتے ہیں؛

''واما من کفر الناس بما تؤول الیه اقوالهم فخطاء لانه کذب علی الخصم و تقویل له مالم یقل به و ان لذمه فلم یحصل علیٰ غیر التنا قض فقط و التناقض لیس کفر ابل قد احسن اذ فرّ من الکفر.''

یعنی وہ لوگ جو دوسروں کے اقوال سے ایسا نتیجہ نکال کر جو باعث کفر ہو کافر کہتے ہیں۔ تو وہ غلطی کرتے ہیں کیونکہ وہ فریق ثانی کی طرف ایک جھوٹ بات منسوب کرتے ہیں۔ جس کا وہ قائل نہیں ہے۔ اور اگر اس پر یہ بات لازم بھی آوے تو اس سے یہی ثابت ہوگا کہ اس کے کلام میں تناقض ہے۔ اور تناقض کفر نہیں ہے بلکہ یہ تو اچھی بات ہے کہ وہ کفر سے بھاگا۔

اسی طرح مولف کتاب الاشباہ النظائر نے لکھا ہے؛

''انه لا یفتی بتکفیر مسلم امکن حمل کلامه علیٰ محمل حسن.'' (الاشباہ والنظائر مع شرح الحموی صفحہ ۱۷۵)

کہ وہ کسی ایسے مسلمان کو کفر کا فتویٰ نہیں دے گا جس کے کلام کا محمل اچھا نکل سکتا ہو۔

لیکن علمائے دیوبند باوجود قائل یعنی حضرت مرزا صاحب کی تصریحات کے کہ اس سے میری مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین نہیں ہے۔ پھر اس کے خلاف منشاء معنے لیتے ہیں۔ جس سے توہین لازم آوے جو کسی ایمان دار کا کام نہیں ہے۔

اب میں اس بحث کو حضرت مسیح موعودؑ کی ایک عبارت پر ختم کرتا ہوں۔

''اس میں کچھ شک نہیں کہ باوجود ہزارہا نشانوں کے جو خدا نے میرے لئے دکھلائے۔ پھر بھی سخت تکذیب کا نشانہ بنایا گیا ہوں۔ اور میری کتابوں کے یہودیوں کی طرح معنے محرف و مبدل کر کے اور بہت کچھ اپنی طرف سے ملا کر میرے پر صدہا اعتراض کئے گئے ہیں کہ گویا میں ایک مستقل نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں۔ اور قرآن کو چھوڑتا ہوں۔ اور گویا

میں خدا کے نبیوں کو گالیاں نکالتا ہوں اور توہین کرتا ہوں اور گویا میں معجزات کا منکر ہوں۔ سو میری یہ تمام شکایت خدا تعالیٰ کی جناب میں ہے۔ اور میں یقیناً جانتا ہوں کہ وہ اپنے فضل سے میرے حق میں فیصلہ کرے گا کیونکہ میں مظلوم ہوں۔'' (چشمہ معرفت صفحہ ۲۱۹)

اُمت محمدیہ کی توہین کا الزام!

گواہ نمبر۲ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ بھی الزام دیا ہے کہ آپ نے تمام اُمت محمدیہ کو مشرک قرار دیا ہے۔ کیونکہ مسیح علیہ السلام کو آسمان پر زندہ ماننا شرکِ عظیم ہے اور شرک ایک ایسا گناہ ہے جو بخشا نہیں جا سکتا۔ اس لئے جو تمام اُمت کو گمراہ اور مشرک قرار دیتا ہے وہ کافر ہے۔ جاننا چاہئیے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کہیں یہ نہیں لکھا کہ تمام امت محمدیہ مشرک ہے۔ بلکہ جس عبارت کا گواہ فریق مخالف نے حوالہ دیا ہے وہیں آپ نے ساتھ ہی لکھ دیا ہے کہ پہلے مسلمانوں سے یہ قول غلطی سے صادر ہوا۔ اور وہ لوگ خدا کے نزدیک معذور ہیں۔ کیونکہ انہوں نے عمداً یہ غلطی نہیں کی۔

اسی طرح حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں؛

''حیاتِ مسیح کا مسئلہ اوائل میں صرف ایک غلطی تھا مگر آجکل وہ ایک اژدہا ہے۔ جب عیسائیوں کا خروج زور سے ہوا اور انہوں نے مسیح کی زندگی کو ایک قوی دلیل اس کی خدائی کے واسطے پکڑا۔ اور کہا کہ اگر کوئی دوسرا انسان ایسا کرسکتا تو آدم سے لے کر آج تک اس کی کوئی نظیر پیش کرو۔''

پھر فرماتے ہیں؛

''اس بات سے دھوکہ نہ کھاؤ جو لوگ کہہ دیتے ہیں کہ کیا خدا قادر نہیں۔ بیشک خدا تعالیٰ قادر ہے۔ لیکن تمام جہان میں سے کسی ایک شخص کو بعض وجوہ کی خصوصیت دینا جو دوسروں کے واسطے نہیں ایک مبدء شرک ہے۔''

(تقریر احمدی اور غیر احمدی میں کیا فرق ہے)

پس آپ نے حیاتِ مسیح کے عقیدہ کو یہاں مبدء شرک قرار دیا ہے۔ اور آپ اسلاف کے متعلق اس تقریر میں فرماتے ہیں؛

''پھر یہ سوچنا چاہئے کہ حضرت عیسیٰؑ کی حیات کے عقیدہ نے آج تک دنیا میں کیا بنایا ہے اور کیا فائدہ بنی آدم کو پہنچایا ہے۔ سوائے اس کے کہ چالیس کروڑ انسان مردہ پرست بن گیا۔ پس پہلوں نے اگر وفات مسیح کے مسئلہ میں اجتہادی غلطی کھائی تب بھی اُن کو ثواب ہے۔ کیونکہ مجتہد کے متعلق لکھا ہے **وقد یخطی و یصیب** کبھی خطا کرتا ہے اور کبھی صواب۔ مشیت الٰہی نے ان سے جو کچھ کرایا سو کرایا۔ اس میں بھی اسرارِ الٰہی تھے۔ خدا نے ایک معاملہ اُن سے مخفی رکھا۔ اور وہ غفلت میں رہے۔ خدا جب چاہتا ہے ایک بھید کو مخفی کرتا ہے۔ جب چاہتا ہے ظاہر کر دیتا ہے۔ ہاں اس زمانہ کے لوگوں پر خدا نے اس مسئلہ کی حقیقت کھول دی۔''

اسی تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۲ میں فرماتے ہیں؛

''حالانکہ نظیر کا پیش کرنا دو وجہ سے ضروری تھا۔ ایک اس غرض سے کہ تا حضرت عیسیٰؑ کا زندہ رہنا اور آسمان کی طرف اُٹھایا جانا اُن کی ایک خصوصیت ٹھیر کر منجر الی الشرک نہ ہو جائے۔''

لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۲۰ میں فرماتے ہیں؛

''ہاں جن لوگوں نے مجھ سے پہلے اس بارہ میں غلطی کی ہے ان کو وہ غلطی معاف ہے کیوں کہ انہیں یاد نہیں دلایا گیا تھا۔ ان کو حقیقی معنے خدا کے کلام کے سمجھائے نہیں گئے تھے پر میں نے تم کو یاد دلا دیا اور صحیح صحیح معنے سمجھا دیئے۔ اگر میں نہ آیا ہوتا تو غلطی کیلئے رسمی تقلید کا ایک عذر تھا۔ لیکن اب کوئی عذر باقی نہیں رہا۔''

ان عبارات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے؛

۱۔ حیاتِ مسیح کا عقیدہ مبدءِ شرک یا منجر الی الشرک ہے۔

۲۔ پہلے مسلمانوں میں سے جو لوگ ایسا سمجھتے تھے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک معذور ہیں اور وہ عقیدہ اُن کی اجتہادی غلطی ہے اور وہ اللہ کے نزدیک حسب اجتہاد ثواب کے مستحق ہیں۔

۳۔ لیکن موجودہ مسلمان جن کو نصوصِ قرآنیہ اور ادلّہ حدیثیہ سے مسیحؑ کی وفات بتا دی گئی وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابلِ مواخذہ ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **وما کان اللّٰہ لیضل قوما بعد اذھدلٰھم حتّٰی یبیّن لھم ما یتقون ان اللّٰہ بکلّ شئی علیم.** (سورۃ توبہ ع ۱۴) کہ خدا تعالیٰ کسی قوم کو گمراہ نہیں ٹھیراتا بعد اس کے جبکہ انہیں ہدایت دی۔ یہاں تک کہ اُن کے لئے وہ باتیں جن سے انہیں بچنا چاہئے کھول کھول کر بیان کر دے بے شک اللہ تعالیٰ ہر ایک شے کو جانتا ہے۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ بعض وقت ایک لفظ کسی وجہ سے کسی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ مگر اس کے فاعل کو وہ نام نہیں دیا جاتا۔ جیسے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دو باتیں لوگوں میں کفر ہیں **الطعن فی النسب والنیاحۃ علی المیت** (مسلم جلد ا صفحہ ۴۴) یعنی نسب میں طعن کرنا اور میت پر نوحہ کرنا۔ لیکن کوئی شخص ان کا نام کافر نہیں رکھتا۔ اسی طرح فرمایا۔ **التحدیث بنعمۃ اللّٰہ شکر و ترکہ کفر** (ہدیہ مجددیہ صفحہ ۲۶) مگر تحدیث بنعمۃ اللہ کے تارک کا نام کوئی شخص کافر نہیں رکھتا۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اس مسئلہ کو جو منجر الی الشرک تھا شرکِ عظیم قرار دینا باعتبار مایؤل الیہ کے ہے۔ اور اس امر کو فنِ بلاغت میں مجاز مرسل سے شمار کیا گیا ہے۔ چنانچہ ''مختصر معانی'' مطبوعہ مجتبائی صفحہ ۳۷ میں مجاز مرسل کی بحث میں لکھا ہے:

تسمیۃ الشئی باسم مایؤل ذالک الشئی الیہ فی الزمان المستقبل نحو انّی ارانی اعصر خمرًا ای عصیرا یؤ ل الی الخمر۔ کہ مجاز مرسل سے ایک بات یہ بھی ہے کہ ایک چیز کا نام باعتبار اس حالت کے رکھ دیا جاتا ہے جو اس کی مستقبل میں ہونی ہوتی ہے۔ جیسے کہ قرآن مجید میں آیا ہے کہ ایک قیدی نے خواب میں دیکھا کہ مَیں شراب نچوڑ رہا ہوں۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ مَیں عصیر یعنی نچوڑ نکال رہا ہوں۔ اور حاشیہ میں لکھا ہے کہ شارح کے لئے یہ اولیٰ تھا کہ وہ عصیر کی بجائے عنب کہتا کہ مَیں انگور نچوڑ رہا ہوں۔ چونکہ انگور سے شراب بنتی ہے اس لئے اُس نے آئندہ کی حالت کے مطابق انگوروں کا نام خمر یعنی شراب رکھ دیا۔

پس اِسی طرح حیاتِ مسیح کا عقیدہ منجر الی الشرک تھا۔ اور صدہا مسلمان اِسی عقیدہ

کی وجہ سے عیسائیت کی آغوش میں جا چکے تھے۔ حتّٰی کہ مولویوں کا ایک گروہ عیسائی بن گیا تھا جنہوں نے ہندوستان میں فتنہ برپا کیا۔ پادری مولوی رجب علی اور پادری مولوی عماد الدین اور پادری مولوی سید احمد شاہ مؤلف ''امہات المومنین'' وغیرہ یہ سب مولوی تھے۔ اسی طرح اس وقت پادری حافظ احمد مسیح دہلوی جو حافظ قرآن ہے اور پادری عبدالحق وغیرہ بھی مولوی ہیں جو اب اسلام کے خلاف زہر اُگلتے رہتے ہیں۔ اور ایک عاجز بشر کو ربناالمسیح **ربنا المسیح** کہہ کر پکارتے ہیں۔ پس چونکہ یہ مسئلہ منجرالی الشرک تھا اوراس سے بہت سے انسان مشرک ہو گئے اس لئے اُس کی آئندہ کی حالت کے مطابق اس کا نام حضرت مسیح موعودؑ نے شرکِ عظیم رکھا۔ اور یہ کہنا کہ تمام امت محمدیہ کو مشرک بنایا ہے صریح مغالطہ ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مذکورہ بالا عبارتوں سے واضح ہے۔

ذُرِّیَّۃُالْبَغَایَا

گواہ نمبر۳ نے ''آئینہ کمالاتِ اسلام'' کی ایک عبارت سے ایک غلط نتیجہ نکال کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر یہ ناپاک الزام لگایا ہے کہ آپ نے تمام شریف عورتوں کو کنچنیاں اورمسلمانوں کو ولدالحرام قرار دیا ہے۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس قول ''**وکل مسلم یقبلنی و یصدق دعوتی الا ذرّیۃ البغایا**'' سے جو مراد فریق مخالف نے لی ہے۔ قطعاً غلط ہے۔ کیونکہ ''آئینہ کمالاتِ اسلام'' کے وقت آپ کے ماننے والوں کی تعداد نہایت قلیل تھی۔ لہٰذا اگر فریق مخالف کے معنے صحیح مانے جائیں تو **ذرّیۃ البغایا** کے ساتھ کا جملہ یہ ہے جو **ذرّیۃ البغایا** کی تفسیر واقع ہوا ہے **الذین ختم اللہ علیٰ قلوبھم فھم لا یقبلون** تو اس سے لازم آتا ہے کہ جنہوں نے آپ کو نہیں مانا وہ سب ذرّیۃ البغایا ہیں۔ اوراُن کے دلوں پر مُہریں ہیں اوراُن میں کوئی آپ کی دعوت کو قبول نہیں کرے گا۔ حالانکہ یہ معنے لینے سراسر باطل ہیں۔ کیونکہ اس کے بعد ہزارہا لوگ سِلسلہ میں داخل ہوئے اورروزانہ ہوتے ہیں۔

پس معلوم ہوا کہ **ذرّیۃ البغایا** کہ معنے وہ نہیں جو فریق مخالف نے لئے ہیں کیونکہ اِن معنوں کے لئے کوئی قرینہ موجود نہیں ہے ظاہر میں ایک معنے تو یہ ہیں کہ ہدایت سے دُور

اور نا شائستہ آدمی جن کی حالت یہ ہے کہ اُن کے دلوں پر مہریں ہیں وہ قبول نہیں کریں گے اور البغیة کے معنے رُشد یعنی ہدایت کی نقیض لکھے ہیں اور ابن البغیة ایسے لڑکے کو کہا جاتا ہے جس میں رُشد اور ہدایت نہ ہو (تاج العروس جلد۱۰ صفحہ۴۰) اِس لحاظ سے ذرّیۃ البغایا وہ لوگ ہوئے جن میں ہدایت و رشد کا مادہ نہیں ہے۔

۲۔ البغایا کے معنے ہراوَل کے بھی ہوتے ہیں جو لشکروں کے ورود سے پہلے آتے ہیں۔ یعنی **مقدمة الجیش** (تاج العروس جلد۱۰ صفحہ۴۰) تو ذرّیۃ البغایا کے معنے ہوئے وہ لوگ جو اپنے آپ کو لوگوں کے پیشوا اور امام سمجھتے ہیں یعنی مولوی لوگ جو کفر کے فتوے لے کر شہر بہ شہر پھرتے ہیں یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔

۳۔ نیز بغایا مطلق عورتوں کو بھی کہتے ہیں چاہے وہ فاجرہ ہوں یا نہ ہوں۔ جیسا کہ تاج العروس جلد ۱۰ صفحہ ۳۹ میں لکھا ہے۔ **البغی الامة الفاجرة کانت او غیر فاجرة**۔ اور کبھی عورت کو بغی کہا جاتا ہے اور اس سے اُس کی مذمت مقصود نہیں ہوتی۔ جیسا کہ نہایہ لابن الاثیر اور مفردات راغب میں لکھا ہے۔ **یقال للامة بغی و ان لم یرد به الذم.**

پس ذریۃ البغایا سے مراد یہ ہوئی کہ میری ہر ایک مسلم تصدیق کرتا ہے سوائے عورتوں کی اس ذرّیت کے جن کے دلوں پر مہر ہے۔ پس وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ عورتوں کی طرف منسوب کرنے سے یہ مراد ہے کہ جن میں انوثت کا مادہ پایا جاتا ہے اور اُن میں حق کو قبول کرنے کی قوتِ مردانہ نہیں پائی جاتی۔

۴۔ ذرّیت کا لفظ جب بولا جاتا ہے تو اس وقت ضروری نہیں ہوتا کہ مضاف الیہ بھی مقصود ہو بلکہ مضاف ہی مقصود ہوتا ہے۔ جیسے **ذرّیة الشیطان** کے معنے یہ ہیں کہ جو شیطان جیسے کام کرتے ہیں۔ اور اِسی طرح مسیحؑ نے یہود کو خطاب کرتے ہوئے کہا "او سانپو کے بچّو!" جس سے مراد یہ ہے کہ تم سانپوں کی طرح حق کے مقابلہ میں دشمنی کا اظہار کر رہے ہو۔

اِسی طرح اگر البغایا کے معنے بدکار عورتیں بھی لی جائیں تو اِس سے مراد یہ ہوگی کہ بُرے کام کرنے والے مجھے نہیں مانیں گے۔ چنانچہ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ عائشہ ام

المومنینؓ زنا سے پاک ہیں اور جو روافض نے ان کے بارے میں کہا ہے اس سے بَری ہیں۔
فمن شهد عليها بالزناء فهو ولد الزناء کہ جواُن پر زنا کی تہمت دے وہ تو ولد الزنا ہے۔ (شرح کتاب الوصیۃ مطبوعہ حیدرآباد)

اِس سے امام ابو حنیفہؒ کا یہ مقصد ہرگز نہیں ہوسکتا کہ قائل کی والدہ کو زانیہ قرار دیا جائے۔ کیونکہ اگر کوئی شخص ازراہ ظلم حضرت عائشہؓ پر اتہام لگا تا ہے تو یہ اس کا قصور ہے نہ کہ اُس کی والدہ کا۔ پس ولد الزنا سے مراد صرف یہی لی جائے گی کہ وہ خود بدکار ہے۔

اِسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قول کے یہ معنی ہوں گے کہ ہر ایک مسلم مجھے قبول کرتا اور میری دعوت کی تصدیق کرتا ہے لیکن وہ لوگ جو اپنی شرارت و خباثت اور بُرے کاموں میں حد سے بڑھے ہوئے ہیں اور ان کے دل مر چکے ہیں وہ مجھے قبول نہیں کریں گے اور اس صورت میں استثناء منقطع لیا جائے گا کہ تمام صالح اور نیک شخص تو میری تصدیق کریں گے اور وہ آہستہ آہستہ اس سِلسلے میں داخل ہوتے چلے جائیں گے مگر **ذرّية البغايا** جن کے دلوں پر مہر لگ چکی ہے۔ چاہے ساری دنیا بھی مان لے وہ نہیں مانیں گے تو اس لحاظ سے بعض خاص اشخاص جو کنچنیوں کے ساتھ میل ملاپ کر اس حد تک پہنچ چکے ہیں کہ انہیں ذرّیۃ البغایا کہا جا سکے مراد ہوں گے اور پھر مطلب یہ ہوگا کہ ایسے زنگ آلودہ قلب والے لوگ مجھے قبول نہیں کریں گے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

''ہر ایک جو سعید ہوگا وہ مجھ سے محبت کرے گا۔ اور میری طرف کھینچا جائے گا۔'' (براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۴۷)

اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک شعر ؎

ہر طرف آواز دینا ہے ہمارا کام آج
جس کی فطرت نیک ہے آئیگا وہ انجام کار

بھی بتا رہا ہے کہ اب تک جنہوں نے نہیں مانا اُن میں نیک فطرت لوگ بھی موجود ہیں۔ پس اگر **ذرّية البغايا** کے معنے فریق ثانی کے بھی لئے جائیں تو اُن سے چند وہ شریر دشمن ہی مراد ہیں جن پر کہ یہ الفاظ صادق آتے ہیں۔ لاغیر
چنانچہ آپ ایّام الصلح کے ٹائیٹل پیج صفحہ ۲ میں شرافت ذاتی رکھنے والے اور نیک

چلن پادری اور دوسرے عیسائی اور شریف مسلمانوں کے متعلق فرماتے ہیں:۔

''سو ہماری اِس کتاب اور دوسری کتابوں میں کوئی لفظ یا کوئی اشارہ ایسے معزز لوگوں کی طرف نہیں ہے جو بدزبانی اور کمینگی کے طریق اختیار نہیں کرتے۔''

اور ''لجنۃ النور'' صفحہ ۶۷ میں فرماتے ہیں:۔

''کہ ہم نے اپنی کتاب کو نیک لوگوں کی تحقیر کرنے سے منزہ رکھا ہے خواہ کسی دین کے ہوں۔ اور ہم نیک علماء کی ہتک اور شریف مہذب لوگوں کو عیب لگانے سے خدا تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں برابر ہے کہ وہ مسلمانوں سے ہوں یا عیسائیوں سے یا آریوں سے اور بیوقوفوں میں سے بھی ہم صرف ان کا ذکر کرتے ہیں جو بکواس اور بدگوئی میں مشہور ہیں۔ اور جو عیب سفاہت اور بدزبانی سے بَری ہیں ہم اُن کا خیر کے ساتھ ذکر کرتے اور اس کی عزت اور اس سے بھائیوں کی طرح محبت کرتے ہیں۔''

پانچویں وجہ تکفیر کا ردّ

پانچویں وجہ تکفیر جو فریق ثانی کے گواہوں نے بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے مکذبین ومنکرین کو کافر کہا ہے لہذا وہ کافر ہیں۔

اگر واقعی ان کی یہ دلیل درست ہے اور وہ اس پر قائم ہیں تو پھر انہیں ہماری طرف سے یہی جواب سمجھ لینا چاہئے کیونکہ پہلے خود مولویوں نے حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کی جماعت پر کفر کا فتویٰ دیا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسی بات کا ذکر متعدد بار اپنی کُتب میں کیا ہے۔ جیسا کہ تریاق القلوب میں لکھا ہے؛

''لیکن میں کسی کلمہ گو کا نام کافر نہیں رکھتا جب تک وہ میری تکفیر اور تکذیب کر کے اپنے تئیں خود کافر نہ بنا لیوے۔ سو اس معاملہ میں ہمیشہ سے سبقت میرے مخالفوں کی طرف سے ہے کہ انہوں نے مجھ کو کافر کہا۔ میرے لئے فتویٰ تیار کیا۔ میں نے سبقت کر کے اُن کے لئے کوئی فتویٰ

تیار نہیں کیا۔'' (تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰)

(۲) حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۳ میں فرماتے ہیں؛

''جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ اسی وجہ سے نہیں مانتا کہ وہ مجھے مفتری قرار دیتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ خدا پر افترا کرنے والا سب کافروں سے بڑھ کر کافر ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے۔ **ومن اظلم ممن افتریٰ علی الله کذبا او کذب باٰیاته.** یعنی بڑے کافر دو ہی ہیں۔ ایک خدا پر افترا کرنے والا۔ دوسرا خدا کے کلام کی تکذیب کرنے والا۔ پس جبکہ میں نے ایک مکذب کے نزدیک خدا پر افترا کیا ہے۔ اس صورت میں نہ میں صرف کافر بلکہ بڑا کافر ہوا۔ اور اگر میں مفتری نہیں تو بلا شبہ وہ کفر اس پر پڑے گا۔''

اور حاشیہ میں فرماتے ہیں؛

''سو جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ مجھے مفتری قرار دے کر مجھے کافر ٹھیراتا ہے۔ اس لئے میری تکفیر کی وجہ سے آپ کافر بنتا ہے۔''

مذکورہ بالا حوالوں سے صاف ظاہر ہے کہ مولویوں نے پہلے کفر کا فتویٰ دیا اور مکہ اور مدینہ کے علماء کو غلط عقائد بتلا کر اُن سے کفر کے فتوے حاصل کئے۔ پس اب یہ اپنے فتوے کی رو سے کافر ہوئے۔ پس اُن کا یہ کہنا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے انہیں کافر کہا ہے اس لئے حضرت مسیح موعود کافر ہیں اُن کے لئے مفید نہیں ہے۔ کیونکہ وہ تو پہلے کفر کا فتویٰ دے کر اپنے مسلمات کے مطابق خود کافر ہو چکے تھے۔

اور فریق مخالف کا یہ کہنا کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنے منکر کے کفر کو اور آنحضرت صلعم کے منکر کو ایک ہی قسم قرار دیا ہے اور اس میں ذرا فرق نہیں کیا یہ صریح مغالطہ ہے کیونکہ اس صورت میں حضرت مسیح موعودؑ کو یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ کفر کی دو قسم ہیں۔

اول۔ ایک یہ کفر کہ ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے۔ اور آنحضرت ﷺ کو خدا کا رسول نہیں مانتا۔

دوم۔ دوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا اور اس کو باوجود اتمام حجت کے

جھوٹا جانتا ہے جس کے ماننے اور سچا جاننے کے بارے میں خدا اور رسول نے تاکید کی ہے اور پہلے نبیوں کی کتابوں میں بھی تاکید پائی جاتی ہے پس اس لئے کہ وہ خدا اور رسول کے فرمان کا منکر ہے کافر ہے۔'' (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۷۵)

کیا تکفیر وجہ ارتداد اور فسخ نکاح ہو سکتی ہے؟

علماء اہلسنت نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ ایسا شخص جو اسلام کا مدعی ہے اور اہل قبلہ ہے اس سے تکفیر کی وجہ سے نکاح وغیرہ معاملات شرعاً حرام نہیں ہو جاتے۔ جیسا کہ ''منہاج السنۃ'' مصنفہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے جلد ۳ صفحہ ۶۱ میں لکھا ہے کہ خوارج حضرت علیؓ کو بالاتفاق کافر کہتے تھے۔ مگر یہ ثابت نہیں کہ حضرت علیؓ نے اُن کی تکفیر کی وجہ سے ان کو مرتد اور دین سے خارج خیال کر کے اُن کے نکاح وغیرہ فسخ کئے ہوں۔ پس فریق مخالف کا تکفیر کو وجہ فسخ نکاح قرار دینا خود اُن کے علماء اور ائمہ کے اقوال کے صریح منافی ہے۔ اور کتاب العلم الشامخ مصنفہ صالح بنا المہدی المقبلی المتوفی ۱۱۰۸ھ کے صفحہ ۴۰۶ میں لکھا ہے کہ اس بات پر اجماع ہے کہ اس قسم کی حالتوں میں وہی احکام جاری ہونے چاہئیں جو عام اسلامی احکام ہیں۔ اور منصت امام مصنفہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب شہید دہلوی کے صفحہ ۹۴ میں بھی لکھا ہے کہ نکاح اور دوسرے تمام معاملات میں ہر ایک اس شخص سے جو اسلام کا دعویٰ کرتا ہے اسی طرح معاملہ ہوگا جو دوسرے تمام مسلمانوں سے ہوتا ہے۔

ایسا ہی احیاء العلوم للغزالی جلد ا صفحہ ۹۷ میں لکھا ہے کہ جو شخص اسلام کا اقرار کرتا ہو وہ تمام معاملات میں ائمہ اور حکام کے نزدیک بھی مسلمان ہی سمجھا جائے گا۔ اسی کے موافق ملا علی قاری حنفی اپنی کتاب شرح شفا جلد ۲ صفحہ ۵۳۳ میں لکھتے ہیں کہ جو لوگ مدعیانِ اسلام ہیں اور اسلام کا اقرار کرتے ہیں اُن سے نکاح اور شادی اور دوسرے دنیوی معاملات میں وہی برتاؤ ہوگا جو باقی مسلمانوں سے ہوتا ہے۔

پس جبکہ جماعت احمدیہ کو مسلمان ہونے کا دعویٰ ہے اور احادیث صحیحہ اور نصوص قرآنی میں جو باتیں ایک شخص کے مسلمان ہونے کے لئے ضروری ہیں وہ بتمامہ حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت میں موجود ہیں تو پھر کسی شخص کا حق نہیں کہ وہ مذکورہ بالا حوالہ جات

کے ہوتے ہوئے حکام وقت سے استدعا کرے کہ معاملات شادی و نکاح وغیرہ میں کوئی فیصلہ کیا جائے جس کے بعد غیر احمدی لڑکیوں کے نکاح احمدی مردوں سے ناجائز قرار پائیں۔

لا ھنّ حل لھم و لا ھم یحلون لھن

گواہ نمبر۳ نے نکاح کا عدمِ جواز ثابت کرنے کے لئے یہ کہا ہے کہ قرآن مجید میں ہر قسم کے کافروں کے نکاح کے متعلق یہ فیصلہ صاف مذکور ہے **لا ھن لھم و لا ھم یحلون لھن** کہ نہ مومن عورتیں کافروں کے لئے اور نہ کافر عورتیں مومنوں کے لئے حلال ہیں اس واسطے کسی احمدی مرد وعورت کا غیر احمدی مرد وعورت سے نکاح جائز نہیں۔ یہی ایک دلیل ہے جو گواہوں نے احمدی مرد وعورت کا غیر احمدی مرد وعورت سے نکاح ناجائز ثابت کرنے کے لئے قرآن سے پیش کی ہے جس کی رو سے یہ لازم آتا ہے کہ تمام وہ غیر احمدی عورتیں جو احمدیوں کے نکاح میں ہیں وہ نعوذ باللہ زانیہ ہیں اور ان کی اولاد حرام کی ہے۔ اسی طرح اگر کسی غیر احمدی کے گھر احمدی عورت ہے تو وہ بھی زانی ہے اور اس کی اولاد حرام کی ہے۔ اب اس فتویٰ کی رو سے ماننا پڑتا ہے کہ امراء کی تمام ان احمدی عورتوں کو خواہ کسی امیر کی بہن ہو یا پھوپھی یا لڑکی جنہوں نے احمدی مردوں سے شادی کی یا شادی کے وقت وہ غیر احمدی تھے مگر شادی کے بعد احمدی ہو گئے زانیہ اور اُن کے اولاد کو حرام کی اولاد سمجھا جائے۔

لیکن اصل بات یہ ہے کہ اس آیت کو ہر قسم کے کافروں کے لئے عام کرنا قرآن مجید سے ناواقفیت کی دلیل ہے کیونکہ اہل کتاب یہود وغیرہ بالاتفاق کافر ہیں مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **والمحصنٰت من الذین اوتو االکتٰب من قبلکم اذا اٰتیتمو ھن اجورھن محصنین غیر مسافحین.** کہ اہل کتاب (یہود وغیرہ) عورتوں سے مسلمانوں کے لئے نکاح کرنا جائز ہے پھر کس قدر جہالت ہوگی کہ اس آیت کا حکم تمام قسم کے کافروں پر مشتمل سمجھا جائے۔ اس آیت سے پہلے ان کفار کا ذکر جو مشرک تھے۔ اور اہل کتاب نہ تھے۔ پس ان کے متعلق اس آیت میں حکم بیان کیا گیا ہے۔ نہ کہ ہر اس مسلمان کے متعلق بھی جسے علماء کافر کہہ دیں۔ اگر نکاح کے فسخ ہونے کا مدار علماء کی تکفیر پر رکھا جائے تو

سب مسلمانوں کے نکاح فسخ ماننے پڑیں گے۔ کیونکہ کوئی فرقہ ایسا نہیں جس نے دوسرے فرقہ والوں کو کافر و مرتد نہ قرار دیا ہو۔

رہا یہ سوال کہ احمدی غیر احمدی مرد سے احمدی عورت کا نکاح نہیں کرتے۔ اور اگر کوئی ایسا کرے تو جماعت سے خارج کر دیا جاتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جماعت سے نکالنے کے یہ معنی نہیں کہ وہ احمدیت سے ہی نکل جاتا ہے۔ بلکہ نظام جماعت سے نکالا جاتا ہے۔ جیسے ایک قوم مثلاً سید دوسری قوم کے مسلمانوں سے اپنی رشتہ داری نہیں کرتے تو کیا اس سے لازم آتا ہے کہ وہ دوسرے مسلمانوں کو مرتد اور کافر سمجھتے ہیں۔ نہیں ہرگز نہیں۔ پس جب وہ دنیاوی لحاظ سے ایسا کرتے ہیں اور ان کے لئے جائز ہے تو احمدی لوگ جو دینی فوائد کو مدنظر رکھ کر اپنی لڑکی کو ایسے موثرات سے محفوظ رکھنے کے لئے جو اُس کے عقائد پر برا اثر ڈالیں غیر احمدیوں سے شادی نہ کرنے کی وجہ کیوں کافر اور مرتد ہوئے۔ اگر ہم روکتے ہیں تو بے شک وہ بھی روکیں۔ لیکن نکاح ہو جانے کے بعد حکام کے پاس فسخ نکاح کی درخواست کرنے کی احمدیوں میں سے کوئی نظیر پیش نہیں کی جا سکتی اور نہ ہی کسی احمدی مفتی کا یہ فتویٰ ہے کہ غیر احمدی سے اگر کوئی احمدی رشتہ کر دے تو وہ نکاح فسخ شمار ہوگا اور اُس کی اولاد اولادِ زنا ہوگی۔ حاشا وکلاّ

پس پانچویں وجہ تکفیر کی جو انہوں نے بیان کی ہے وہ ان کے ہی خلاف ہے۔ کیونکہ انہوں نے ہی پہلے فتویٰ تکفیر دیا جس کی بنا پر اپنے مسلمات کی رو سے اُن کا فتویٰ انہی پر الٹ کر پڑا۔

علماء اور کفر کا فتویٰ

پھر گواہ نمبر۳ نے اپنے بیان میں یہ ذکر کیا ہے کہ مسلمانوں کے تمام فرقوں کے علماء نے باوجود ذاتی اختلافات کے احمدیوں پر کفر کا فتویٰ دیا ہے اس لئے وہ کافر ہیں۔

سو اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہو کر کوئی جماعت قائم کرتا ہے تو شیطان اپنی تمام طاقتوں کے ساتھ اس رسول اور اُس کی جماعت کا مقابلہ کرتا ہے۔ اور اُس کی سب سے پہلے نظر علماء سوء پر پڑتی ہے جن کو وہ اپنے ساتھ ملا کر خدا تعالیٰ

کے رُسل کے مخالف آواز اُٹھا کر دُنیا میں شور بپا کرتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ **فلما جآءتھم رُسلھم با لبیّنٰت فرحوا بماعندھم من العلم و حاق بھم ما کا نوابه یستھزء و ن** (سورۃ المومن ع ۹) کہ جب ان کے پاس اُن کے رسول کُھلے دلائل لے کر آئے تو یہ لوگ اپنی علمی لیاقت پر نازاں ہوئے اور جس بات کی وہ ہنسی اڑاتے تھے وہ انہی پر اُلٹ پڑی۔ پس یہ آیت صاف بتا رہی ہے کہ علماء ہمیشہ خدا تعالےٰ کے فرستادوں کے مقابلہ میں کھڑے ہوئے اور اُن کے لئے علم حجاب اکبر بن گیا اور وہ اپنے خشک علم کی بنا پر خیال کرنے لگے کہ ہم جیسا کوئی عالم نہیں۔ اس لئے ہم غالب رہیں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فرستادوں کی تائید کی اور دنیا کو معلوم ہو گیا کہ درحقیقت وہ علم حقیقی سے جاہل و بے خبر تھے

علم را عالم بُتے دارد براہ — بُت پرستیہا کند شام و پگاہ
گر بعلم خشک کار دیں بدے — ہر لئیمے راز دارِ دیں بُدے

(سراج منیر)

اِسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کی حالت کو دیکھا جائے تو تمام بڑے بڑے بزرگوں کو علمائے ظواہر نے کفر و بدعت کی طرف منسوب کیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خوارج نے علانیہ کافر کہا۔ (منہاج السنہ جلد۲ صہ) اور حضرت بایزید بسطامیؒ کو سات مرتبہ جلا وطن کیا گیا۔ اور ذی النون مصری کو مصر سے زنجیروں میں جکڑ کر بغداد لے گئے لیکن جب بادشاہ نے باتیں سُنیں تو اُس نے کہا اگر یہ زندیق ہے تو پھر روئے زمین پر کوئی مسلمان نہیں۔ اور ابوسعید خراز پر علماء نے کفر کا فتویٰ دیا اور اسی طرح سہل بن عبداللہ تستری کو اور اسی طرح منصور کو کافر کہا اور قتل کرایا۔ اور تاج الدین السبکی پر بارہا کفر کا فتویٰ دیا۔ اور امام ابوبکر نابلسی کو مغرب سے مصر لاکر قتل کیا گیا اور چمڑا اتارا گیا۔ اور ابوالحسن الخضری کو کافر کہا۔ اور امام غزالی پر کفر کا فتویٰ دیا۔ اور اس کی کتاب احیاء العلوم کو آگ میں جلوایا۔ اور ابو الحسن شاذلی کو زندیق کہا اور احمد بن رفاعی کو زندیق اور ملحد کہا۔ (طبقات الشعرانی صفحہ ۱۷ تا صفحہ ۱۹) اور سید عبدالقادر جیلانی کی ولایت کا انکار کیا گیا۔ اور ابوبکر شبلی اور امام غزالی کو کافر کہا گیا۔ (انوار احمدیہ صفحہ ۷) اور امام ربّانی مجدد الف ثانی کو بھی کافر کہا گیا۔ اور اُن کی توہین کی گئی۔ (صفحہ ۳ انوار احمدیہ)

شیخ محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں:۔

''لقد وقع لنا الخ ہمیں اور ہماری طرح اور بہت سے عارفوں کو مصائب سے دوچار ہونا پڑا۔ جب ہم نے معارف اور اسرار کا اظہار کیا تو ان مولویوں نے ہمیں زندیق کہا۔ اور سخت ایذائیں پہنچائیں ۔ اور ہم اس رسول کی طرح ہو گئے جس کی قوم نے تکذیب کی اور بہت تھوڑے لوگ اُس پر ایمان لائے ۔ اور سب سے سخت دشمن ہمارے وہ لوگ ہیں جو اپنے مشائخ کے مقلد ہیں ۔'' (الیواقت والجواہر جلد ا صفحہ ۲۵)

اور امام ابو حنیفہ کو بدعت کی طرف منسوب کیا گیا۔ اور انہیں قید کیا گیا اور کوڑے لگائے گئے ۔ اور امام شافعی کو اہل عراق و اہلِ مصر سے سخت تکالیف کا سامنا ہوا۔ اور امام مالک پر تو اس حد تک ظلم کیا گیا کہ پچیس سال تک جمعہ اور جماعت میں شامل نہ ہو سکے ۔ اور امام احمد بن حنبل کو قید کیا گیا اور کوڑے لگائے گئے ۔ اور امام بخاری کو بخارا سے جلا وطن کیا گیا۔ (ہدیہ مجددیہ صفحہ ۷۳)

غرضیکہ کوئی بزرگ ایسا نہیں گذرا جس کا علماء ظواہر نے مقابلہ نہ کیا ہو۔ لیکن آخری زمانے کے علماء کے متعلق تو خود رسول اللہ فرما چکے ہیں کہ وہ بدترین مخلوق ہوں گے ۔

چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب اُن کے متعلق لکھتے ہیں:۔

''سو یہ بڑے بڑے فقیہہ ۔ یہ بڑے بڑے مدرس ۔ یہ بڑے بڑے درویش جو ڈنکا دینداری خدا پرستی کا بجا رہے ہیں ۔ ردّ حق تائید باطل تقلید مذہب تقیید مشرب میں مخدوم عوام کالانعام ہیں ۔ سچ پوچھو تو دراصل پیٹ کے بندے نفس کے مرید ابلیس کے شاگرد ہیں ۔ چندیں شکل از برائے اکل ان کی دوستی دشمنی ان کے باہم کا ردّ وکد فقط اِسی حسد و کینہ کے لئے ہے نہ خدا کے لئے نہ امام کے لئے نہ رسول کے لئے ۔''

(اقتراب الساعۃ صفحہ ۸)

پھر لکھتے ہیں:۔

''اب تو اس کا پل ٹوٹ گیا ہے۔ نفیٔ شرک و بدعت منع تقلید کے پیچھے

مولویوں میں رات دن قصہ بکھیڑا رہتا ہے۔ایک دوسرے کو کافر بتاتا ہے
حق کو باطل باطل کو حق ٹھیراتا ہے۔ یہی سبب اعظم ہے غربت اسلام و
قرب کا۔'' (اقتراب الساعۃ صفحہ ۱۰)

چنانچہ آج کل کے علماء کی کتب زیادہ تر تکفیر بازی سے ہی پُر ہوتی ہیں۔مولوی احمد رضا خان سرگروہ علماء بریلی نے اپنی کتاب حسام الحرمین صفحہ ۱۰۰ میں مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی وغیرہ کے عقائد کو ذکر کر کے لکھا ہے :- **کلھم مرتدون باجماع الاسلام** ۔کہ یہ تمام علماء اور ان کے متبع باجماع اسلام مرتد اور خارج از اسلام ہیں ۔اور اس فتویٰ پر علماء حرمین شریفین اسلام اور مفتیوں اور قاضیوں کے دستخط اور مہریں ثبت ہیں۔ پھر ان کی کتابوں کے حوالے دے کر تین وجوہ تکفیر بیان کی ہیں۔ختم نبوۃ کا انکار آنحضرت صلعم کی توہین ۔تیسرے امکان کذب باری کہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے۔

اور بھونچال بر لشکر دجّال کے صفحہ ۱۰۲، ۱۰۳ میں مولانا اسمٰعیل شہید کے متعلق لکھا ہے:-

فلاشک ولا شبھۃ فی کفرہ ردتہ وکفر معاونیہ ومن شک فی کفرہ وردتہ کفر۔کہ اس کے اور اس کے مددگاروں کے کفر وارتداد میں شک وشبہ نہیں ہے اور جو اس کے کفر وارتداد میں شک کرے وہ کافر ہے۔

اور صفحہ ۱۲۰ میں اس فتویٰ کو باجماع علماء ومفتیان مکہ ومدینہ وہندوستان لکھا ہے۔

۲۔اور چابک لَیث بر اہلحدیث مصنّفہ مولانا محمد ظہیر حسن صاحب اعظم گڑھی اعلیٰ مدرس مدرسہ جامع العلوم معسکر بنگلور مطبوعہ بریلی صفحہ ۳۴۔۳۵ میں لکھا ہے:-

(۱)''اسماعیل دہلوی نرا کافر تھا۔(۲) گنگوہی ۔دیوبندی ۔نانوتوی انیبٹھی ۔تھانوی۔ وغیرہم وہابی کھلے مرتد ہیں۔''

(۳)۔''جو کذب الٰہی ممکن کہے ملحد ہے۔''

(۴)''تقویۃ الایمان وغیرہ........ معیار الحق تصنیف نذیر حسین دہلوی تحذیر الناس تصنیف نانوتوی ۔ براہین قاطعہ تصنیف گنگوہی وغیرہ جملہ نباحات انبوہی سب کفری بول نجس تراز بول ہیں۔ جو ایسا نہ جانے زندیق ہے۔''

(۵)''جو باوصف اطلاع اقوال ان میں سے کسی کا معتقد ہو۔ابلیس کا بندہ جہنم کا کندہ ہے۔اوران سفہاء اوران کے نظراء تمام خبثاء۔ جوشخص......ان ملحدوں کی حمایت اور مروت و رعایت کرے۔ان کی ان باتوں کی تصدیق تحسین توجیہ تاویل کرے وہ عدو خدا دشمن مصطفٰے ہے۔''

(٦) غیر مقلدین سب بے دین پکّے شیاطین پورے ملاعین ہیں۔''

۳۔''چاروں اماموں کے پیرو اور چاروں طریقوں کے متبع یعنی حنفی شافعی مالکی حنبلی اور چشتیہ اور قادریہ ونقشبندیہ ومجددیہ سب لوگ کافر ہیں۔''

(جامع الشواہد صفحہ۲ بحوالہ کتاب اعتصام السنۃ مطبوعہ کانپور صفحہ۷۔۸)

۴۔نواب صدیق حسن خان فرماتے ہیں:-

''مقلدین پر اطلاق لفظ مشرکین کا۔تقلید پر اطلاق لفظ شرک کا کیا جاتا ہے۔دنیا میں آج کل اکثر لوگ یہی مقلد پیشہ ہیں۔وما یومن اکثرھم الاوھم مشرکون یہ آیت ان پر بخوبی صادق آتی ہے۔''

(اقتراب الساعۃ صفحہ۱٦)

۵۔''غیر مقلدین سے مخالطت اور مجالست کرنا۔اور اُن کو اپنی خوشی سے مسجد میں آنے دینا شرعاً ممنوع ہے ان کے پیچھے نماز درست نہیں ہے۔''

اس فتویٰ پر ۳۵ علماء کے دستخط ہیں۔ (جامع الشواہد صفحہ۵)

٦۔''پس تقلید کو حرام اور مقلدین کو مشرک کہنے والا شرعاً کافر بلکہ مرتد ہوا۔'' (انتظام المساجد باخراج اہل الفتن عن المساجد)

''اور علماء اور مفتیانِ وقت پر لازم ہے کہ بمجرد مسموع ہونے ایسے امر کے اس کے کفر وارتداد کے فتویٰ دینے میں تردد نہ کریں۔ورنہ زمرۂ مرتدین میں یہ بھی داخل ہوں گے۔'' (انتظام المساجد صفحہ۷)

پس کوئی فرقہ ایسا نہیں جس پر کہ کفر وارتداد کا فتویٰ نہ لگایا گیا ہو۔اہل حدیث جو غیر مقلد ہیں انہیں مقلدوں نے کافر اور مرتد کہا ہے۔اور خود اہل حدیث نے ایک دوسرے کی تکفیر کی ہے۔

اِسی طرح غیر مقلدوں نے مقلدوں کو مشرک اور کافر اور مرتد کہا ہے اور پھر مقلدوں نے ایک دوسرے کی تکفیر کی ہے اور علماء دیو بند پر تو علماء حرمین کا فتویٰ لگایا ہوا ہے اور یہ سب فتاویٰ شائع شدہ ہیں۔

اِن کے علاوہ سر سید احمد خان صاحب علی گڑھ اور اُن کے ہم خیال لوگوں پر بھی کافر اور مرتد ہونے کے فتاویٰ علماء کی طرف سے لگ چکے ہیں۔ اور فتویٰ دینے والے یہی علماء دیو بند اور انبالہ۔ سہارنپور اور دہلی اور لکھنؤ اور پنجاب ہیں۔ اور انہی تک محدود نہیں بلکہ مفتیان عرب شریف بھی اس ثواب میں شریک ہیں۔ مکّہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کے چاروں مذہبوں کے مفتیوں نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے کہ نیچری گروہ کافر اور بے دین اور ملحد اور خارج از دائرہ اسلام ہے۔ اس واقعہ کو خواجہ حالی نے سر سید احمد خان کی لائف میں خوب بسط سے لکھا ہے۔ چنانچہ چند فقرات ان کے ''حیات جاوید'' سے یہاں نقل کرتا ہوں۔ پنجاب و ہندوستان کے رسائل اور جرائد کا ذکر کر کے جن میں فتاویٰ شائع ہوئے لکھتے ہیں:-

''ان میں سر سید کو ملحد۔ لا مذہب۔ کرسٹان نیچری۔ دہریہ۔ کافر۔ دجال اور کیا کیا خطاب دیئے گئے۔ ان کے کفر کے فتووں پر شہر شہر اور قصبہ قصبہ کے مولویوں سے مہریں اور دستخط کرائے گئے۔ یہاں تک کہ جو لوگ سر سید کی تکفیر پر سکوت اختیار کرتے تھے اُن کی بھی تکفیر ہونے لگی۔''

(حیات جاوید حصہ دوم صفحہ ۲۷۸)

اور صفحہ ۲۸۲ میں لکھتے ہیں:-

''مسلمانوں کے جتنے فرقے ہندوستان میں ہیں۔ کیا سُنی۔ کیا شیعی۔ کیا مقلد۔ کیا غیر مقلد۔ کیا وہابی کیا بدعتی سب فرقوں کے مشہور اور غیر مشہور عالموں اور مولویوں کی اُن فتووں پر مہریں یا دستخط ہیں۔''

اور صفحہ ۲۸۷ پر مکّہ معظّمہ کے اربعہ مذاہب کے مفتیوں کے فتاویٰ کا خلاصہ لکھا ہے کہ ''یہ شخص ضال اور مضل ہے۔ بلکہ ابلیس لعین کا خلیفہ ہے کہ مسلمانوں کے اغواء کا ارادہ رکھتا ہے اور اس کا فتنہ یہود اور نصاریٰ کے فتنہ سے بھی بڑھ کر ہے۔ خدا اس کو سمجھے۔ ضرب اور حبس سے اس کی تادیب کرنی چاہیئے۔

اگر وُلاۃ اسلام میں کوئی صاحب عزّت ہو۔‘‘

اور صفحہ ۲۸۷ پر مدینہ منورہ کے فتویٰ کا خلاصہ لکھا ہے:-

’’جو کچھ درمختار اور اس کے حواشی سے معلوم ہوتا ہے اس کا ماحصل یہ ہے کہ یہ شخص یا تو ملحد ہے یا شرع سے کفر کی جانب مائل ہوگیا ہے یا زندیق ہے کہ کوئی دین نہیں رکھتا یا اباحی ہے........ اگر گرفتاری سے پہلے توبہ کرلے تو قتل نہ کے جائے ورنہ اس کا قتل واجب ہے۔ دین کی حفاظت کے لئے اور وُلاۃ امر پر واجب ہے کہ ایسا کریں۔‘‘

اور صفحہ ۲۸۸ میں حرمین شریفین کا علی گڑھ کالج کے متعلق فتویٰ درج کیا ہے کہ:-

’’یہ مدرسہ جس کو خدا برباد اور اس کے بانی کو ہلاک کرے اس کی اعانت جائز نہیں۔ اگر یہ مدرسہ بن کر تیار ہو جائے تو اس کو منہدم کرنا اور اس کے مددگاروں سے سخت انتقام لینا واجب ہے۔‘‘

اِن فقیہوں اور عالموں کی حالت یہاں تک تکفیر میں بڑھ گئی ہے کہ نہایت ادنیٰ اور معمولی بات پر کفر وارتداد کا فتویٰ دے دیتے ہیں۔ چنانچہ علاّمہ مجتہد صالح بن المہدی المقبلی المتوفی ۱۱۰۸ھ نے اپنی کتاب العلم الشامخ مطبوعہ مصر ۳۴۰ میں ملّہ مکرّمہ کے دو واقعات لکھے ہیں کہ

’’ایک شخص نے ایک مولوی کے پاس جوتا رکھ دیا تو اس نے کہا۔ تو کافر ہوگیا۔ کیونکہ تو نے علماء کی عزت کا پاس نہیں کیا۔ اور ایسا کرنا شریعت کی اہانت ہے۔ پھر رسول کی اور پھر خدا کی جس نے اُسے بھیجا۔‘‘

دوسرا واقعہ یہ لکھا ہے:-

’’ایک حکومت کے ملازم نے کسی پر ظلم کیا۔ تو مظلوم نے کہا یہ ظلم ہے سلطان کے امر و رضا سے یہ نہیں ہوسکتا۔ تو اُس نے کہا تمہیں معلوم نہیں کہ مَیں اس حکومت کا ملازم ہوں جو سلطان کی طرف منسوب ہے۔ پس تو نے سلطان کو ظالم قرار دیا اور اس کی توہین کی حالانکہ ازرُوئے شریعت اُس کی تعظیم کرنا ضروری تھی اس لئے تو کافر ہوگیا۔ تو اس کو گرفتار کر کے قاضی

کے پاس لائے۔

”وحکم علیه بالرِدّة ثم جدد اسلامهٗ“

تو قاضی نے اس پر ارتداد کا حکم لگایا اور اس سے دوبارہ اسلام کی تجدید کرائی۔ اور مرتد ہونے پر (فسخ نکاح وغیرہ) سے جو احکام جاری ہوتے تھے جاری کئے۔“

پس اگر ایسے علماء نے حضرت مسیح موعود و مہدیٔ آخر الزمان کو کافر کہا تو وہ ان کی صداقت کی دلیل ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ میری امت کے فقہاء اور علماء یہود کی پیروی کریں گے پس جس طرح فقیہوں اور فریسیوں نے مسیح علیہ السلام کو کافر اور مرتد قرار دیا۔ اسی طرح ضروری تھا کہ اس اُمّت کے فقہاء اور مولوی بھی مسیح مہدی کو کافر قرار دیتے اور یہ بھی ضروری تھا کہ سب مل کر کفر کا فتویٰ دیتے کہ آنحضرت صلعم فرما چکے تھے کہ بنی اسرائیل کی طرح میری امت کے تہتّر فرقے ہو جائیں گے جن میں سے ایک ناجی ہوگا۔ جس کی تعریف رسول اللہ صلعم نے فرمائی **وھی الجماعة** (مشکوٰۃ صفحہ ۱۹) کہ خبردار رہو وہ ایک خاص جماعت ہوگی۔ یعنی مسلمانوں کے تفرق وتشتت کے وقت وہ ایک امام اور نظام کے ماتحت ہوں گے۔ اور ناجی فرقہ کو بہتّر فرقوں کے مقابلہ میں رکھ کر بتا دیا ہے کہ بہتّر فرقے اس کے مخالف ہوں گے۔ اور یہ کہنا کہ **الجماعة** سے مراد اہل سنت والجماعت ہیں۔ اور حنفی۔ شافعی۔ مالکی۔ حنبلی وغیرہ ان بہتر فرقوں میں سے نہیں ہیں غلط ہے۔ جیسا کہ نواب صدیق حسن خان صاحب فرماتے ہیں:۔

”اِس وقت میں نہ کوئی جماعت مسلمین ہے نہ امام کنارہ کشی کا زمانہ ہے۔

(اقتراب الساعۃ صفحہ ۵۶)

اور بہتّر فرقوں کے متعلق لکھتے ہیں:۔

”پس درحقیقت دریں وقت منحصر در ایشاں است و مقلدین ائمہ اربعہ و ظاہریہ و اہل حدیث ہمہ از ایشاں اند۔“

اور آثار سے بھی ثابت ہے کہ مہدی و مسیح کو کافر کہا جائے گا جیسا کہ نواب صدیق حسن خان حجج الکرامۃ صفحہ ۳۶۳ میں لکھتے ہیں کہ مہدی علیہ السلام جب سُنت کو رائج کریں

گے اور بدعت کا ازالہ کریں گے تو علمائے وقت کہ خوگر تقلید و اقتداء و مشائخ خود باشند گوئند ایں مرد خانہ برانداز دین و ملّت ماست و بمخالفت بر خیزند و بحسب عادت خود حکم بہ تکفیر و تضلیل دے کنند۔

کہ اس زمانہ کے مولوی جو تقلید کے عادی اور اپنے بزرگوں کی اقتداء کے خوگر ہوں گے اس کے متعلق کہیں گے کہ یہ تو ہمارے دین کو خراب کرتا ہے اور سب اس کی مخالفت کے لئے اُٹھ کھڑے ہوں گے اور کفر کے فتوے دینے کے عادی ہونے کی وجہ سے اُسے کافر اور گمراہ قرار دیں گے۔

اِسی طرح امام ربّانی مجدد الف ثانی کے مکتوبات مکتوب نمبر ۵۵ جلد ۲ صفحہ ۱۰۷ میں لکھا ہے کہ مسیح موعود کی باتوں کا علماء ظواہر انکار کریں گے اور مخالف کتاب وسنت جانیں گے۔

چونکہ بانئ جماعت احمدیہ کا دعویٰ مسیح موعود اور مہدی ہونے کا ہے اس لئے علماء اور فقہاء کا آپ کو دین کا خراب اور تباہ کرنے والا قرار دینا اور کافر و مرتد کہنا بھی آپ کی صداقت کی دلیل ہے۔ اور آیت **فلما جآء تھم رسلھم بالبیّنات فرحوا بما عندھم من العلم** (المومن ع ۹) سے بھی ثابت ہے کہ علماء اپنے علم پر نازاں ہو کر خدا تعالیٰ کے فرستادوں کی تکذیب کیا کرتے ہیں۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق چودھویں صدی کے علماء کی شہادت نہ قرآن مجید کی رو سے نہ حدیث اور مستند آثار کی رو سے قابل قبول ہے۔ کیونکہ ایسے ہی علماء کے متعلق امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ ان کی شہادت قبول کرنا جائز نہیں ہے۔ چنانچہ لکھا ہے۔

ذکرنی المسبوط فی مذھب مالک انہ لایجوز شھادۃ القاری یعنی العلماء لانھم اشدّ الناس تحاسداً اور تبا غضاً.

(ہدیۂ مجددیہ صفحہ ۱۰۲)

کہ مبسوط میں امام مالک کا مذہب یہ لکھا ہے کہ علماء کی شہادت قبول کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ اول درجہ کے حاسد اور بغض رکھنے والے ہوتے ہیں۔

لہذا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حق میں بھی اِن علماء کی شہادت کی کوئی وقعت نہیں ہوسکتی۔ نیز اس لئے بھی کہ شاہد نمبر ۳ وغیرہ نے جرح کے جواب میں صاف اقرار کیا

ہے کہ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابیں مطالعہ نہیں کیں بلکہ صرف وہی عبارات دیکھی ہیں جن پر اعتراض کیا ہے اور گواہ نمبرا نے جرح کے جواب میں اس اصل کو تسلیم کیا ہے کہ کسی کا عقیدہ معلوم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کی تمام کتابوں کو دیکھا جائے اور پھر اس پر حکم لگایا جائے۔لیکن چونکہ گواہان معترف ہیں کہ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابیں سوائے ان عبارات کے جن پر اعتراض کئے ہیں مطالعہ نہیں کیں اس لئے اُن کی شہادت قابل قبول نہیں۔

جناب علامہٗ وحید حضرت خواجہ غلام فرید صاحب مرحوم

پیرومرشد جناب معلّی اعلیٰ حضرت نواب صاحب والئے بہاولپور

کی شہادت کہ

بانئ سِلسلہ احمدیہ مسلمان ہیں اورضروریات دین کے ہرگز منکرنہیں ہیں

علماء ظواہر نے جن کی تکفیر بازی کا کچھ نمونہ بیان کر چکا ہوں اُن کی شہادتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب ضروریاتِ دین کے منکر ہونے کی وجہ سے کافر و مرتد ہیں اور جو ان کے کفر و ارتداد میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔اور ایسے شخص کا جو مذکورہ بالا وجہ کفر پیدا کر کے کافر ہو جائے اس کا فوراً نکاح بغیر قضاء قاضی کے فسخ ہو جاتا ہے اور اگر بدستور اسی حالت میں زن وشوئی کے تعلقات قائم رکھیں تو جو اولاد ہوگی وہ صحیح النسب نہ ہوگی بلکہ اولادزنا کہلائے گی۔

اُن کی شہادتوں کے مقابلہ میں مسلمان لیڈروں اور اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ اشخاص اور ایڈیٹرانِ اخبار اور دیگر سینکڑوں معزز لوگوں کی شہادتوں کو جن میں انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کی جماعت کی تعریف کی ہے اور ہمیں باوجود ہمارے عقائد پر اِطلاع رکھنے کے مسلمان کہا ہے اور ہماری اسلامی خدمات کی تعریف کرتے ہوئے مسلمانوں کے دوسرے فرقوں کو ہمارے نقش قدم پر چلنے کی تلقین کی ہے چھوڑتا ہوا صرف حضرت خواجہ غلام فرید صاحب مرحوم رئیس چاچڑاں کی شہادت جنہیں سندھ۔بلوچستان اور پنجاب اور

ریاست بہاولپور کا حصّہ کثیر اوراعلیٰ حضرت نواب صاحب ریاست ہذا اپنا پیرومرشد مانتے ہیں پیش کرتا ہوں۔ جن کی شہادت بوجہ پیرومرشد اور ہزاروں لوگوں کے مقتداء ہونے کے سینکڑوں ظاہر پرست علماء کے مقابلہ میں وقیع ہے اور جو ''اشارات فریدی'' کے جز وسوم میں درج ہے جس کے مؤلف مولانا رکن الدین ہیں جن کے متعلق سوانح عمری حضرت فرید ثانی مطبوعہ رنگین پریس دہلی کے صفحہ ۲۸ میں لکھا ہے:-

''مولانا رُکن الدین صاحب جامع مقابیس المجالس المسمیٰ بہ اشارات فریدی قوم سے پر ہار ۱۱/رجب ۱۲۷۹ھ کو پیدا ہوئے۔ ۱۳۰۱ھ حضرت صاحب قبلہ کے مرید ہوئے ۱۳۰۴ھ میں حج کو گئے۔ ۱۳۰۱ھ میں دستارِفضیلت حاصل کر کے حضرت صاحب قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوکر داخل سلوک ہوئے۔ رات کومشغول بحق رہتے تھے دن کو ملفوظ نویسی کرتے۔ انعام الٰہی سے آٹھ برس کی محنت میں دونو کار کا انجام ہوا۔ ۱۳۱۸ھ میں خرقۂ خلافت سے مشرف ہوئے۔''

اور ''اشارات فریدی'' جلد۳ جناب خواجہ محمد بخش صاحب کی (جو حضرت خواجہ غریب نواز کے فرزند ارجمند ہیں) اجازت سے طبع ہوئی ہے اس اشارات مقبوس نمبر ۲۷ میں بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود ومہدی علیہ السلام کے متعلق خواجہ غلام فرید صاحب کا یہ فرمان لکھا ہے؛

''فرمودند کہ ہمہ اوقات مرزا صاحب بعبادت خدا عز وجل میگذارند یا نماز میخوانند یا تلاوتِ قرآن میکند یا دیگر شغل اشغال مے نماید۔ و برحمایت دین اسلام چناں کمر بستہ کہ ملکہ زمان لنڈن را نیز دعوت دین محمدی کردہ است و بادشاہ روس وفرانس وغیرہم راہم دعوتِ اسلام نمودہ است وہمہ سعی وکوشش او دراین است کہ عقیدہ تثلیث وصلیب را کہ سراسر کفراست بگذارند۔ وبہ توحید خداوندتعالیٰ بگردند وعلمائے وقت را بہ بینید کہ دیگر گروہ مذاہب باطلہ را گذاشتہ صرف درپے ایں چنیں نیک مرد کہ اہلسنت و جماعت است و برصراطِ مستقیم است و راہِ ہدایت مے نماید افتادہ اندو

بروے حکم تکفیر مے سازند۔ کلامِ عربی او بہ بینید کہ از طاقتِ بشریہ خارج است وتمام کلام او از معارف وحقائق و ہدایت است و از عقاید اہلسنت و جماعت وضروریاتِ دین ہرگز منکر نیست۔‘‘

(اشارات فریدی جزو ثالث صفحہ ۶۹، ۷۰)

ترجمہ؛ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ مرزا صاحب تمام اوقات خدا تعالیٰ کی عبادت میں گذارتے ہیں۔ یا نماز پڑھتے ہیں یا تلاوت قرآن شریف کیا کرتے ہیں یا اور شغل و اشغال کیا کرتے ہیں۔ اور حمایت دین اسلام پر ایسے کمر بستہ ہیں کہ ملکہ زمان لنڈن کو بھی دین محمدی کی دعوت دی ہے۔ اور بادشاہان روس وفرانس وغیرہم کو بھی دعوتِ اسلام دی ہے۔ اور اُن کی تمام سعی وکوشش اس میں ہے کہ لوگ عقیدہ تثلیث وصلیب کو چھوڑ کر جو کفر ہے۔ خدا تعالیٰ کی توحید کو مان لیں۔ اور علمائے وقت کو دیکھو کہ تمام مذاہب باطلہ کے گروہ کو چھوڑ کر ایسے شخص کے درپے ہو گئے ہیں جو اہل سنت و جماعت میں سے ہے اور صراطِ مستقیم پر قائم ہے۔ اور راہِ ہدایت دکھلاتا ہے اور اُس پر کفر کا فتویٰ لگا دیتے ہیں۔ اُس کا عربی کلام دیکھو کہ طاقت بشری سے بالا ہے۔ اور اس کا تمام کلام معارف وحقائق و ہدایت سے پُر ہے اور وہ عقائد اہلسنت و جماعت وضروریاتِ دین سے ہرگز منکر نہیں ہے۔‘‘

یہ پاک شہادت اس محترم انسان کی ہے جس کی بزرگی اور تقدس کا ایک جہان قائل ومعترف ہے اور ریاست بہاولپور کا ایک حصہ اس کا معتقد ومرید ہے۔ اور وہ اعلیٰ حضرت نواب صاحب کے پیر ہیں۔ اُن کی اس شہادتِ حقہ کے محفوظ رہنے میں اللہ تعالیٰ کی یہی حکمت تھی کہ ایک دن اس ریاست کی عدالت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کفر و اسلام کا مسئلہ پیش ہونا تھا اس لئے پہلے سے خدا تعالیٰ نے اپنے فرستادہ کی تائید کے لئے یہ سامان پیدا کر دیا کہ اعلیٰ حضرت نواب صاحب بہاولپور کے مقدس پیر کی شہادت جو ہزاروں شہادتوں سے بڑھ کر ہے اُن کے سچے مسلمان ہونے پر پیش کی جاسکے۔ اور

گواہوں نے جو وجہ تکفیر پیش کرنی تھی کہ وہ ضروریاتِ دین کے منکر ہیں وہی الفاظ خدا تعالیٰ نے حضرت خواجہ صاحب کے منہ سے نکلوائے کہ وہ ضروریاتِ دین کے ہرگز منکر نہیں ہیں۔

پس یہ شہادت خود فی ذاتہٖ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کی بین دلیل ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ؛

''مگر ضرور تھا کہ وہ مجھے کافر کہتے اور میرا نام دجال رکھتے۔ کیونکہ احادیث میں پہلے سے یہی فرمایا گیا تھا کہ اس مہدی کو کافر ٹھیرایا جائے گا۔ اوراُس وقت کے شریر مولوی اُس کو کافر کہیں گے اور ایسا جوش دکھلائیں گے کہ اگر ممکن ہوتا تو اُس کو قتل کر ڈالتے۔مگر خدا کی شان ہے کہ ان ہزاروں میں سے یہ میاں غلام فرید صاحب چاچڑاں والوں نے پرہیز گاری کا نمونہ دکھایا۔ **وذالک فضل للّٰہ یوتیہ من یشاء** ۔خدا اُن کو اجر بخشے اور عاقبت بالخیر کرے۔آمین۔اب جب تک یہ تحریریں دنیا میں رہیں گی۔میاں صاحب موصوف کا ذکر باخیر بھی اس کے ساتھ دنیا میں کیا جائے گا۔ یہ زمانہ گزر جائے گا اور دوسرا زمانہ آئے گا۔اور خدااس زمانہ کے لوگوں کو آنکھیں دے گا۔اور وہ ان لوگوں کے حق میں دعائے خیر کریں گے۔جنہوں نے مجھے پاکر میرا ساتھ دیا ہے۔ سچ سچ کہتا ہوں کہ یہ وقت گزر جائے گا۔اور ہر ایک غافل اور منکر اور مکذب وہ حسرتیں ساتھ لے جائے گا۔جس کا تدارک پھراس کے ہاتھ میں نہیں ہوگا۔''

(ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۳۸)

پس عدالت کے سامنے یہ دو شہادتیں ہیں۔ ایک ان ظاہر پرست مولویوں کی شہادت کہ حضرت مرزا غلام احمدؑ صاحب مسیح و مہدی موعود کافر ہیں اور ضروریاتِ دین کے منکر ہیں اور ر دوسری شہادت ایک مقتدر پیر جناب خواجہ غلام فرید صاحب مرحوم کی کہ وہ مسلمان ہیں اور ضروریاتِ دین کے ہرگز منکر نہیں۔اور مولوی ان کی تکفیر میں حق پر نہیں ہیں

پہلی قسم کی شہادت کہ احمدی کافر اور مرتد اور ضروریاتِ دین کے منکر ہیں غلط اور خلاف واقع ہے۔اور دوسری شہادت حضرت خواجہ غلام فرید صاحب کی ہے جس کے مطابق

ہمارا مذہب اسلام ہے اور ہم ضروریات دین کے ہرگز منکر نہیں ہیں۔ اور بقول مسیح موعودؑ ببانگ دہل اعلان کرتے ہیں کہ ؎

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیںؐ
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدؐ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
دے چکے دل اب تنِ خاکی رہا
ہے یہی خواہش کہ ہو وہ بھی فدا

(ازالہ اوہام حصہ دوم صفحہ ۷۶۴)

خاکسار
جلال الدین شمسؔ